من یرد اللہ بہٖ خیرًا یفقھہ فی الدین

حضرت مجدد علیہ الرحمتہ

فقہ کے افق پر

محمد معصوم

نمازوں کے اوقات پر بحث مناسب نہیں ہے
ص ۵۲ تا ص ۸۹

مکتبۃ القدس
کانسی روڈ
کوئٹہ

Marfat.com

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ

فقہ کے افق پر

☆☆☆☆☆

محمد معصوم

☆☆☆☆☆

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	....	حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فقہ کے افق پر
مصنف	....	محمد معصوم
نظر ثانی	....	محمد مسعود
کمپوزنگ	....	محمد حبیب
اشاعت اول	....	اگست ۲۰۰۰ء
تعداد	....	۱۱۰۰
طابع	....	بابر سلطان پرنٹرز
باہتمام	....	امجد زخمی
قیمت	....	
ملنے کا پتہ	....	منہاج القرآن سیل سنٹر

لاثانی ٹریڈرز واک گیس، کوٹلی آزاد کشمیر،

فون:۔ 058660-42978

مکتبہ نوریہ رضویہ اردو بازار لاہور

المدینہ پبلی کیشنز اردو بازار لاہور

گنبد خضریٰ پبلی کیشنز لاہور

رابطہ .... صدیق ایئر ٹریول ایجنسی اینڈ کرنسی

ایکسچینج، بالمقابل گرلز کالج کوٹلی آزاد کشمیر

Marfat.com

☆☆☆☆☆

"آپ سے صرف اتنا کہنا ہے"

"چمنستان مجددؒ سے نشاط فقہ کی چند کلیاں آپ کی طرف اچھالی ہیں۔ سونگھیے اور مشام ایماں معطر کیجیے

اور

اگر آپ پہلے ہی ان سے عطر بیز ہیں تو پھر ان خوشبوؤں کے سفیر بن جائیں

اور

اس یقین کے ساتھ سفیر بنیں کہ آپ کی پھیلائی ہوئی خوشبوؤں کا اک اک جھونکا کشتِ ویراں، کشت دل و جاں میں ذوق و شوق کی ہزاروں دنیائیں بسادے گا۔"

☆☆☆☆☆

محمد معصوم

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۱	حسن کائنات کے جلوے	۱۔
۲	قرب کی وادیاں	۲۔
۳	ستاروں کی ضوافشانیاں	۳۔
۴	کائنات، تخلیق کے سفر پر	۴۔
۶	تیرے عباد چلے آتے ہیں	۵۔
۸	ستاروں کی کہکشاں	۶۔
۹	نبوت کی جلوہ سامانیاں	۷۔
۱۱	صحبتیں رنگ رکھتی ہیں	۸۔
۱۲	اور بھلا تجھ سے نہاں ہوگا کیا؟	۹۔
۱۵	مناقب حضرت امام اعظمؒ	۱۰۔
۱۶	شان امام بزبان خیر الانام ﷺ	۱۱۔
۱۷	شراب کہن در جام نو	۱۲۔
۱۸	امام اعظمؒ ”مجدد اعظمؒ“ کی نظر میں	۱۳۔
۱۹	ایک انکشاف	۱۴۔
۲۰	ایک اور اظہاریہ	۱۵۔
۲۱	ایک بدیہی حقیقت	۱۶۔
۲۲	چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں ۲۲	۱۷۔

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۸۔	ائمہ کرامؒ کے نزدیک امام اعظمؒ کا مقام	۲۴
۱۹۔	امتی کی پیروی کی توجیہہ	۲۵
۲۰۔	فقہ حنفی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی نظر میں	۲۶
۲۱۔	اختلافی مسائل میں ترجیح	۲۸
۲۲۔	ضرورت تقلید	۳۰
۲۳۔	ایسا بھی ہوتا ہے	۳۰
۲۴۔	راہ حق کا مسافر کس سے راہنمائی چاہے ؟	۳۴
۲۵۔	تقلید کیوں کریں ؟	۳۵
۲۶۔	ایک وجہ یہ بھی ہے	۳۵
۲۷۔	تقلید اس لئے بھی ضروری ہے	۳۶
۲۸۔	کم فہم تقلید پر تنقید کرتے ہیں	۳۶
۲۹۔	تعلیم فقہ	۳۷
۳۰۔	حسن کیا ہے ؟	۳۸
۳۱۔	انسان کے اندر یہ حسن کیسے آتا ہے ؟	۳۸
۳۲۔	عشق نجات	۴۰
۳۳۔	علم تفصیلی یا اجمالی	۴۱
۳۴۔	علم فقہ اور تصوف میں زیادہ اہم کیا ہے ؟	۴۲
۳۵۔	صوفی فقیہہ بھی ہو	۴۳
۳۶۔	طالب علم اور عالم	۴۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۳۷۔	گرفتار طالب علم، صوفی آزاد سے بہتر ہے	۴۷
۳۸۔	رفتار زمانہ پابند ہے کسی کی	۴۹
۳۹۔	نماز فجر	۵۴
۴۰۔	پہلی دلیل	۵۴
۴۱۔	دوسری دلیل	۵۵
۴۲۔	اسفار کیا ہے؟ پہلی دلیل + دوسری دلیل	۵۶
۴۳۔	حقیقت کشائی	۵۷
۴۴۔	تیسری دلیل	۵۹
۴۵۔	عقلی دلیل	۶۲
۴۶۔	نماز ظہر	۶۲
۴۷۔	پہلی دلیل + دوسری دلیل	۶۳
۴۸۔	تیسری دلیل	۶۴
۴۹۔	دوسرا رخ ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو	۶۵
۵۰۔	پہلی دلیل + دوسری دلیل	۶۵
۵۱۔	تنقیح متین	۶۶
۵۲۔	ایک نظر ادھر بھی	۶۷
۵۳۔	آسانیاں ہی آسانیاں	۶۸
۵۴۔	صحیح نام، غلط مقام	۶۹
۵۵۔	نماز عصر + پہلی دلیل	۷۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۵۶۔	دوسری دلیل + تیسری دلیل	۷۱
۵۷۔	چوتھی دلیل	۷۳
۵۸۔	عصر میں تاخیر + دلیل	۷۳
۵۹۔	تاخیر کے دلائل پر ایک نظر	۷۴
۶۰۔	قابل غور + نتیجہ	۷۴
۶۱۔	ایک خبر یہ بھی ہے	۷۵
۶۲۔	کچھ علاج اس کا بھی	۷۷
۶۳۔	عصر کا وقت	۷۷
۶۴۔	دلیل	۷۸
۶۵۔	نماز مغرب	۷۹
۶۶۔	دلیل	۸۰
۶۷۔	خوشبو خوشبو جن کا پسینہ	۸۳
۶۸۔	یہ وقت ہے عشاء کا	۸۴
۶۹۔	اول اول کیوں ؟	۸۵
۷۰۔	ملتا ہے کیا نماز میں ؟	۸۹
۷۱۔	صورت 'حقیقت کا ذریعہ ہے	۹۰
۷۲۔	بڑا حسن ہے 'حسن تعدیل میں	۹۲
۷۳۔	کار ایں است	۹۳
۷۴۔	عمل کیلئے تحمل چاہئے	۹۴

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۷۵۔	تعدیل ارکان کا فقہ میں مقام	۹۷
۷۶۔	حقیقت نماز	۹۹
۷۷۔	کعبہ ہی مسجود الیہ کیوں ؟	۱۰۳
۷۸۔	یہ سوداگری نہیں عبادت خدا کی ہے	۱۰۶
۷۹۔	ہم نماز میں کیا کرتے ہیں ؟ کیوں کرتے ہیں ؟	۱۰۷
۸۰۔	اٹھتے ہیں حجاب آخر	۱۰۹
۸۱۔	کھلتے ہیں اسرا سدگانی	۱۱۰
۸۲۔	ایک عجز ہے ابا سرمایہ	۱۱۲
۸۳۔	ہاتھ باندھے دم سادھے	۱۱[illegible]
۸۴۔	دل ہمارے سلام کہتے ہیں	۱۱۳
۸۵۔	سب کچھ کیا پر کچھ نہ ہوا	۱۱۴
۸۶۔	جامع شریعت کامل عبادت	۱۱۵
۸۷۔	ایک ہی عبادت مختلف نتائج پیدا کرتی ہے	۱۱۹
۸۸۔	عمل بھی کوئی چیز ہے لیکن	۱۲۱
۸۹۔	ایک حقیقت مختلف اثرات	۱۲۳
۹۰۔	وہ مستی جسے کوئی ترشی اتار نہ سکے	۱۲۵
۹۱۔	سکون کہاں ملے گا ؟	۱۲۶
۹۲۔	نشہ نماز	۱۳۰
۹۳۔	بے قراری میں قرار کہاں ؟	۱۳۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۹۴۔	عجب چیز ہے لذت آشنائی	۱۳۴
۹۵۔	ترجیحات میں زوال' نشانی زوال ہے	۱۳۶
۹۶۔	قرب فرائض ونوافل میں نسبت	۱۳۸
۹۷۔	فرض کے مقابلے میں نفلی حج	۱۴۱
۹۸۔	فرض میں لذت کمال کی علامت ہے	۱۴۲
۹۹۔	حق دار کو اس کا حق ملنا چاہئے	۱۴۴
۱۰۰۔	ایک بدعت جو عام ہو چلی تھی	۱۴۵
۱۰۱۔	جدو جہد کی سمت کا غلط تعین	۱۵۰
۱۰۲۔	آہ سحر گاہی	۱۵۲
۱۰۳۔	سکون کیلئے بے سکون ہونا پڑتا ہے	۱۵۳
۱۰۴۔	تہجد کیلئے بیداری کیسے ہو؟	۱۵۴
۱۰۵۔	تہجد کی ادائیگی اور رکعات	۱۵۵
۱۰۶۔	بخارا میں بھی یہی بخار چڑھ گیا تھا	۱۵۷
۱۰۷۔	وتروں کی ادائیگی کا وقت	۱۵۹
۱۰۸۔	فاتحہ خلف الامام	۱۶۱
۱۰۹۔	نماز کیلئے سکون سے آؤ	۱۶۱
۱۱۰۔	نماز سے سکون سے نکلو	۱۶۲
۱۱۱۔	امام سے لڑائی کرنے والا	۱۶۴
۱۱۲۔	خوابوں کو بھی تعبیر ملتی ہے	۱۶۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۱۳۔	معوذتین کی قرات کے بیان میں	۱۷۰
۱۱۴۔	سجدہ تحیت	۱۷۲
۱۱۵۔	طریقہ نماز	۱۷۶
۱۱۶۔	وضو + نماز	۱۷۸
۱۱۷۔	حضرت مجددؒ کی کیفیت نماز	۱۸۰
۱۱۸۔	آپ کا وضو	۱۸۲
۱۱۹۔	حضرت مجددؒ کی نماز تہجد	۱۸۵
۱۲۰۔	آپ کی نماز چاشت + نماز فئی الزوال	۱۹۱
۱۲۱۔	نماز ظہر + نماز عصر	۱۹۱
۱۲۲۔	نماز مغرب واوابین	۱۹۲
۱۲۳۔	نماز عشاء و وتر	۱۹۳
۱۲۴۔	نماز جمعہ 'عیدین وتراویح	۱۹۳
۱۲۵۔	انگلیاں اٹھتی ہیں	۱۹۶
۱۲۶۔	کس وقت ؟	۱۹۷
۱۲۷۔	"کان" استمرار پر دلالت کرتا ہے	۱۹۸
۱۲۸۔	ایک تاریخی حقیقت	۲۰۰
۱۲۹۔	نماز کی بناء سکون پر ہے	۲۰۰
۱۳۰۔	کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں ؟	۲۰۲
۱۳۱۔	صدائے قرب	۲۰۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۳۲۔	فراق کیلئے وصال ضروری ہے	۲۰۹
۱۳۳۔	اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی	۲۱۱
۱۳۴۔	اعتراف حقیقت	۲۱۲
۱۳۵۔	مصطفیٰ ﷺ سے ملے 'خدا ملا	۲۱۳
۱۳۶۔	تیری یاد کھینچ لائی	۲۱۴
۱۳۷۔	گنجینہ معرفت	۲۱۴
۱۳۸۔	یہ نسبت کیسی نسبت ہے؟	۲۱۸
۱۳۹۔	رمضان کے فضائل	۲۱۹
۱۴۰۔	ایک مہینے کی محنت 'ایک سال کی راحت	۲۲۰
۱۴۱۔	آنحضرت ﷺ کا معمول مبارک	۲۲۱
۱۴۲۔	یہ دن اور یہ راتیں	۲۲۱
۱۴۳۔	وقت سحر وافطار + اس کی وجہ	۲۲۲
۱۴۴۔	افطار کس سے کیا جائے؟	۲۲۳
۱۴۵۔	کھجور سے افطاری کی وجہ	۲۲۳
۱۴۶۔	وہ جو روزے میں ہو کر بھی روزے میں نہ رہے	۲۲۶
۱۴۷۔	زکوٰۃ	۲۲۶
۱۴۸۔	زکوٰۃ...... حصول کرم کا ذریعہ	۲۲۸
۱۴۹۔	زکوٰۃ کیسے دی جائے؟	۲۲۹
۱۵۰۔	زکوٰۃ کا حقدار کون؟	۲۳۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۵۱۔	زکوٰۃ سے سوا رزکوٰۃ دی جائے	۲۳۰
۱۵۲۔	حج	۲۳۰
۱۵۳۔	حج کی فضیلت	۲۳۴
۱۵۴۔	اک آرزو سینے میں	۲۳۴
۱۵۵۔	اسے دیکھا تو نہیں پھر بھی دیکھا تو ہے	۲۳۶
۱۵۶۔	کوئی مشکل، مشکل نہیں پر	۲۳۷
۱۵۷۔	رخصتیں ہی رخصتیں	۲۳۸
۱۵۸۔	عبادت کیوں کریں ؟	۲۴۱
۱۵۹۔	عجم کے لالہ زاروں میں کوئی رومی کیوں نہیں اٹھتا ؟	۲۴۱
۱۶۰۔	فکر مر گئی، یقین لٹ گیا	۲۴۳
۱۶۱۔	جادہ پیائی کیسے ہو ؟	۲۴۵
۱۶۲۔	یقین پیدا کر اے غافل !	۲۴۷
۱۶۳۔	ایصال ثواب	۲۴۹
۱۶۴۔	فریادرس محبتیں خریدتا ہے	۲۵۰
۱۶۵۔	جو احسان کر گیا اس پر احسان کرو	۲۵۱
۱۶۶۔	جو گذر گئے ان کو تحفے دو	۲۵۲
۱۶۷۔	جو مر کر امر ہو گئے انہیں یاد کرو	۲۵۳
۱۶۸۔	ایصال ثواب کا طریقہ	۲۵۶
۱۶۹۔	ایصال ثواب کا ایک اور طریقہ	۲۵۹

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۷۰۔	حضرت مجددؒ اور موسیقی	۲۶۰
۱۷۱۔	کیا موسیقی انسان کی فطرت ہے؟	۲۶۱
۱۷۲۔	مظاہر فطرت سے موسیقی کی دلیل	۲۶۲
۱۷۳۔	موسیقی ایک علاج	۲۶۳
۱۷۴۔	مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ	۲۶۴
۱۷۵۔	مغربی سائنسی تحقیق تعصب پر مبنی ہے	۲۶۵
۱۷۶۔	اس گرمی نے ہمیں ٹھنڈا کر ڈالا	۲۶۶
۱۷۷۔	قرآن کو قرآن کی نظر سے پڑھو	۲۶۸
۱۷۸۔	لھوالحدیث سے مراد	۲۶۹
۱۷۹۔	ایک اور سوال	۲۷۲
۱۸۰۔	عبارت کیا؟ اشارت کیا؟	۲۷۲
۱۸۱۔	یہ ہوا اجاڑ گئی گلشن سارا	۲۷۳
۱۸۲۔	یہ منافقت نہیں تو پھر اور کیا ہے؟	۲۷۴
۱۸۳۔	یہ بے خبری کہیں مار نہ ڈالے تم کو	۲۷۵
۱۸۴۔	کچھ تم ہی کہو ناں	۲۷۶
۱۸۵۔	احادیث مبارکہ کی رو سے	۲۷۸
۱۸۶۔	سماع کی حقیقت	۲۷۹
۱۸۷۔	دوام حال جن کے حق میں محال ہے	۲۷۹
۱۸۸۔	جو مقلب قلب تک پہنچے	۲۸۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۸۹۔	بے دل' اہل دل کے راز کیا جانیں ؟	۲۸۱
۱۹۰۔	سلسلہ فقر ہو ابد	۲۸۲
۱۹۱۔	موسیقی کا متبادل	۲۸۳
۱۹۲۔	ایک اشکال کا جواب	۲۸۵
۱۹۳۔	ایک سوال	۲۸۶
۱۹۴۔	حقیقت کی تلاش میں افسانے تک	۲۸۷
۱۹۵۔	لباس	۲۹۰
۱۹۶۔	ایک رنگ' روپ ہزار	۲۹۱
۱۹۷۔	لباس کی صفات	۲۹۲
۱۹۸۔	لباس میں بے لباس	۲۹۳
۱۹۹۔	سر بزم لٹ گئے ہم	۲۹۴
۲۰۰۔	عادت اور عبادت کے طریق	۲۹۶
۲۰۱۔	زمانے نے یہ زمانہ بھی دکھایا	۲۹۷
۲۰۲۔	عرف کا اعتبار	۲۹۸
۲۰۳۔	سود	۳۰۱
۲۰۴۔	یہ بھی سود ہے	۳۰۳
۲۰۵۔	بلا سود بینکاری اور اسلامی معیشت	۳۰۴
۲۰۶۔	ضرورت کا دامن بڑا وسیع ہے	۳۰۵
۲۰۷۔	ضرورت وجہ حلت نہیں	۳۰۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۰۸۔	پس چہ باید کرد؟	۳۰۸
۲۰۹۔	چند متفرق مسائل	۳۰۹
۲۱۰۔	برتنوں کا استعمال	۳۱۰
۲۱۱۔	مشرکین کا جھوٹا کھانے کا حکم	۳۱۰
۲۱۲۔	کفن کے بارے میں	۳۱۵
۲۱۳۔	عیادت' جنازہ' جمعہ	۳۱۶
۲۱۴۔	کفار کی رسمیں جالانے والے مسلمانوں کی نماز جنازہ کا حکم	۳۱۶
۲۱۵۔	نماز سے قبل صفیں درست کرنا	۳۱۷
۲۱۶۔	جہاد	۳۱۹
۲۱۷۔	کھانے میں احتیاط	۳۲۰
۲۱۸۔	مستعمل پانی کا استعمال	۳۲۱
۲۱۹۔	مرید کا پیر کو سجدہ کرنا	۳۲۱
۲۲۰۔	عورتوں کیلئے ہدایات	۳۲۲
۲۲۱۔	شرط اول	۳۲۲
۲۲۲۔	شرط دوم	۳۲۲
۲۲۳۔	چوری سے اجتناب	۳۲۲
۲۲۴۔	شرط سوئم	۳۲۳
۲۲۵۔	مخالفت زنا	۳۲۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۲۶۔	شرط چہارم	۳۲۴
۲۲۷۔	قتل اولاد کا امتناع	۳۲۴
۲۲۸۔	شرط پنجم	۳۲۴
۲۲۹۔	امتناع بہتان	۳۲۴
۲۳۰۔	شرط ششم	۳۲۵
۲۳۱۔	معروف کی نافرمانی سے اعراض	۳۲۵
۲۳۲۔	کیا ہر دعوت قبول کرلی جائے؟	۳۲۵
۲۳۳۔	وہ کتابیں جن سے یہ کتاب بنی	i

☆☆☆☆☆

Marfat.com

حسن کائنات کے جلوے

ستارے ڈوب جائیں تو چاند بھی گہنا جاتا ہے' چاند کی چمک ستاروں سے تو نہیں اور نہ ہی ستارے چاند سے روشن ہیں۔ اسے اتفاق کہیے یا استعجاب کہ ایک دوسرے سے جدا ہیں لیکن پھر بھی ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ جب تک ستارے دکھائی دیتے ہیں تب تک چاند بھی دکھائی دیتا ہے۔ جونہی یہ مطلع سے اوجھل ہوتے ہیں۔ وہ بھی نظروں سے پردہ کرلیتا ہے۔ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر جب چاند ابھرتا ہے تو سورج ڈوب جاتا ہے' اور جب سورج کا رخ زیبا جلوہ فرما ہوتا ہے تو چاند کہیں پردوں میں جا چھپتا ہے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا زاویہ ہے' ہر ایک کا اپنا اپنا دائرہ ہے' ہر ایک کی اپنی اپنی جہت' ہر ایک کی اپنی اپنی سمت۔ جہتیں جدا' سمتیں مختلف' زاویے علیحدہ' دائرے الگ۔ لیکن پھر بھی ایک دوسرے سے متعلق' ایک دوسرے سے جڑے ہوئے۔ عجب شان یکتائی ہے۔ علیحدہ علیحدہ مداروں میں گھومنے والے ایک ہی مدار میں گھوم رہے ہیں۔ اور ایک ہی مدار میں گردش کرنے والے مختلف مداروں میں گردش کر رہے ہیں۔ سورج آرہا ہے' چاند جارہا ہے' چاند ابھر رہا ہے' سورج اتر رہا ہے۔ دیکھیں تو دونوں میں مقابلہ دکھائی دے رہا ہے۔ اور دیکھیں تو دونوں میں کوئی مقابلہ نہیں......

لاالشمس ینبغی لھا ان	سورج کی یہ مجال نہیں کہ وہ چاند
تدرك القمر......الخ	کو جا پکڑے

جب سورج کی مجال نہیں کہ وہ چاند کو پکڑ پائے حالانکہ چاند کو روشنی سورج سے ملتی ہے' حرارت سورج سے ملتی ہے۔ حتیٰ کہ زندگی' سورج سے ملتی ہے۔ اگر وہ سورج' چاند کو نہیں پہنچ سکتا' چاند کو نہیں پکڑ سکتا' تو پھر جان لینا چاہئے

کہ جو چاند ہوتے ہیں' پکڑا یا نہیں کرتے۔ جو ان چاندوں کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں چاند پکڑنے کی دُھن میں' چاند پکڑنے کی آس میں۔ چاند تو ان کے ہاتھ نہیں آتا' لیکن اتنا ضرور ہوتا ہے کہ چاند پکڑتے پکڑتے 'لوگ اپنوں سے بہت دور ہو جاتے ہیں' بہت دور نکل جاتے ہیں پھر پلٹنا بھی چاہیں' تو نہیں پلٹ سکتے' مڑنا بھی چاہیں' تو نہیں مڑ سکتے۔

قرب کی وادیاں

کیسا انوکھا ذوق ہے؟ کیسا عجب شوق ہے؟ کیسی عجب کہانی' کیسا عجب فوک (Folk) ہے کہ جو کسی کے قریب ہوتا ہے وہی دور ہو جاتا ہے۔ قرب کے راستوں پہ دوڑتے دوڑتے لوگ' بعد کی وادیوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ رفاقتوں کے سفر' مفارقتوں کی منزل دے جاتے ہیں۔ وصال کی تمنا' فراق کا در دکھا دیتی ہے۔ اور یہ وہ در ہے کہ جو بھی اس در کے اندر گیا پھر اسے کوئی در نہ ملا' اسے دربدری ملی' غریب الوطنی ملی۔ ایک بار کے بچھڑے' ہمیشہ تلاش کے سفر پر نکل پڑے۔ یہی رسم ہے زمانے کی' یہی دستور ہے وقت کا' کہ پاس رہ کر بھی پاس رہ نہ سکے' قرب میں ہوتے ہوئے بھی قرب سے محروم رہے......

جو بھی آوے ہے تیرے پہلو میں بیٹھا جاوے ہے
ہم کہاں تک تیرے پہلو سے سرکتے جاویں

دھوپ سورج کے کتنے قریب ہے؟ لیکن یہی دھوپ سورج سے کتنی دور بھی ہے؟ قرب کی تمنا کا اسے کوئی ثمر ملا یا نہ ملا لیکن اتنا ضرور ہوا ہے کہ قرب کی آس میں اسے تپش ملی ہے' جلن ملی ہے۔ ہاں قرب کے تمنائیوں کو آگ ملتی ہے آگ......

عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

تپش ہی تپش' حدت ہی حدت' حرارت ہی حرارت' جلن ہی جلن۔ لیکن اس تپش میں بھی ٹھنڈک ہے۔ اس حدت میں بھی برودت ہے۔ اس حرارت میں بھی لطافت ہے۔ اس جلن میں بھی پھبن ہے' جو کسی کی لگن ہے' اور جو کسی کی لگن میں ہے۔ وہی امن میں ہے۔ فنا میں بقا ہے۔

ستاروں کی ضوافشانیاں

چاند دیکھو' چاندنی دیکھو۔ چاند نے قرب پایا سورج کا' چاند قریب ہوا سورج کے۔ سورج کی فیاضی دیکھو' اپنے قرب میں بیٹھنے والے پر دھوپ کے دریا بہا دیئے۔ سورج کی دریا دلی بھی اپنی جگہ' لیکن چاند کا ظرف بھی دیکھو۔ اس کا جذبہ جذب بھی دیکھو کہ دریاؤں کے دریا پی گیا پھر بھی خاموش' پھر بھی پر سکون' لیکن کمال یہ کہ دھوپ کی حدت پی رہا ہے' اور چاندنی کی ٹھنڈک انڈیل رہا ہے۔ چاندنی کا تعارف ہی چاند' چاندنی کی پہچان ہی چاند' بلکہ چاندنی کا وجود بھی چاند۔ اتنا قرب' کہ اس کے آگے قرب کا تصور نہیں۔ فنائیت ہی فنائیت لیکن چاندنی کو چاندنی کا تشخص' چاند سے دور رہ کر ملتا ہے۔ جہاں چاند ہے' وہاں چاندنی نہیں' جہاں چاندنی ہے' وہاں چاند نہیں۔ اس قرب کی خاطر ہی بعد پالنے پڑتے ہیں۔

یہ چاند' ستاروں کے جلو میں چمکتا ہے' انہیں کے درمیان رہتا ہے۔ لیکن کتنی روح فرسا حقیقت ہے' کہ یہ ان میں رہ کر بھی ان کا نہیں اور یہ شاید اس لئے نہیں' کہ ستاروں کو اس کی ضرورت نہیں۔ ستاروں کی دنیا' ان کی اپنی دنیا ہے' ان کے مدار ان کے اپنے ہیں' ان کی سمتیں ان کی اپنی ہیں' ان کی قسمیں ان کی اپنی

Marfat.com

ہیں' ان کے راستے ان کے اپنے ہیں' ان کی منزلیں ان کی اپنی ہیں' ان کی کہکشائیں ان کی اپنی ہیں' ان کی فضائیں ان کی اپنی ہیں۔ یہ بہت دور لگتے ہیں' بہت دور چمکتے ہیں لیکن پھر بھی بہت قریب قریب دکھائی دیتے ہیں۔ یہ بہت دور رہ کر اتنے قریب ہیں' کہ جو اس زمین پر چلتے چلتے کہیں راہ کھو دے' گمراہ ہو جائے' اسے اُس فلک سے راہ دکھا دیتے ہیں۔ صحرا میں بھٹکنے والے دشت نورد ہوں یا سمندروں میں چلنے والے مسافر۔ جب کہیں راستہ بھول جائیں' منزل کی سمت گم کر بیٹھیں تو یہی ستارے نشان منزل کا کام دیتے ہیں۔

وھوالذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمٰت البر والبحر......الخ
(الانعام:۹۸)

اللہ پاک وہی ہیں جنہوں نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راہ معلوم کر سکو۔

کائنات' تخلیق کے سفر پر

اُس فلک پر چمکیں' اور اِس زمین کے باسیوں کی راہوں کو منور کر دیں۔ تو جس فلک پر یہ چمکتے ہوں گے اس چمک کی کیا لہک ہو گی؟ آسمانوں کی دنیا میں اگر ستارے نہ ہوتے تو رعنائی وزیبائی کی کہانیاں فقط تخیلات کی کارستانیاں ہوتیں۔ آسمان کائنات جب تخلیق ہوئی تو دھواں ہی دھواں تھا......

ثم استوٰی إلی السمآء وھی دخان......الخ
(حٰمٓ السجدۃ:۱۱)

پھر جب اللہ پاک بلندیوں کی طرف متوجہ ہوا تو دھواں ہی دھواں تھا۔

Marfat.com

تخلیق کا خالق کہتا ہے کہ جب آسمانوں کی جانب توجہ کی گئی تو دھواں ہی دھواں تھا۔ بنانے والا ہی جانے کہ یہ دھواں کیسا دھواں تھا؟ کس کا دھواں تھا' کس کی آگ تھی؟ کون جلاتا تھا؟ کچھ بھی تھا بس دھواں تھا۔ دھواں ہو تو دکھائی کیا دے؟ سجھائی کیا دے؟ اس حال میں خالق کائنات کا فرمان جاری ہوا......

فقال لھا و للارض ائتیا طوعاً او کرھاً ......الخ (حٰمٓ السجدۃ: ۱۱)	اللہ پاک نے آسمان وزمین کو فرمایا میری طرف' خوشی سے یا نہ چاہتے ہوئے' آؤ۔

بنانے والے نے بنا کر فرمایا......اے زمین و آسمان! تم میری تخلیق ہو' تم میری ایجاد ہو' ادھر آؤ میرے پاس آؤ' میرے قریب آؤ۔ یہ تمہاری مرضی ہے چاہو تو ہنستے بستے آؤ یا جبر کی زنجیروں میں جکڑے آؤ۔ وہ بلائے' اور کوئی نہ آئے' یہ کیسے ہو؟ وہ' جو سب کی چاہتوں کا مرکز ہے۔ سب کی تمناؤں کا محور ہے۔ سب کی امیدوں کی آماجگاہ ہے۔ سب کی آسوں کی آرام گاہ ہے۔ ہر نظر' اس کی مشتاق۔ ہر دل' اس کیلئے بے تاب۔ نگاہیں اس کی جانب لگی رہتی ہیں۔ ہاتھ اس کی طرف اٹھے رہتے ہیں۔ دل اس کی جانب جھکے رہتے ہیں۔ روح کے دریچے اس کیلئے کھلے رہتے ہیں' پکارتے رہتے ہیں' صدائیں لگاتے رہتے ہیں کہ کبھی آن بسو اس من میں۔ نظریں چمک چمک کر اٹھتی ہیں۔ اور سسک سسک کر پلٹ آتی ہیں کہ ان ویرانیوں میں اپنے جلووں کی بہار اتار۔ ذہنوں میں طوفان اٹھتے ہیں۔ کہ ہمارے نہاں خانے بھی اسی کے خیالوں کی روشنی سے منور ہو جائیں۔ بے تاب تمناؤں سے دھک دھک کرتا دل' دلبر کا تمنائی دکھائی دیتا ہے۔ ازل سے دردو فراق کا حشر بپا کیے ہوئے روح' مسیحائی چاہتی ہے۔ لیکن جواب کسی کسی کو آتا ہے۔ نظاروں کے

Marfat.com

طالب بہت' لیکن نظارے کسی کسی کو ہوتے ہیں۔ جلووں کے عاشق بہت' لیکن جلوے کسی کسی کا مقدر بنتے ہیں۔ اور خوش بختی کا اس سے بڑھ کر کیا عالم ؟ کیا مقام ؟ جب رب ذوالاکرام خود ہی بلالے' کرم فرمادے۔ تو ایسے میں کون ہے جو اس کی طرف نہ دوڑے۔ اس وقت تو حالت یہ ہوتی ہے کہ جی چاہتا ہے کہ فاصلے سمٹ جائیں۔ وقت کی نبضیں رک جائیں۔ اور جو فاصلے لمحوں میں طے ہونے ہیں وہ پل بھر میں طے ہو جائیں۔

تیرے عباد چلے آتے ہیں

چنانچہ جب زمین و آسمان کو بلایا گیا تو عرض کرنے لگے......

قالتا اتینا طآئعین O — ہم تو کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔

(حٰمٓ السجدۃ: ۱۱)

ہمارے مالک! ہمارے مالک! ہم تیری بارگاہ میں تیرے لئے کر دامن پھیلائے ہوئے' سر جھکائے ہوئے آرہے ہیں۔ جب یہ پہنچے......

فقضٰھن سبع سمٰوٰت فی یومین واوحٰی فی کل سمآءٍ امرھا و زینا السمآء الدنیا بمصابیح...... الخ

تو اس کے سات آسمان بنا ڈالے۔ ہر آسمان کا جو کام تھا اس کے مطابق احکام دے دیئے اور نچلے آسمان کو چراغوں سے سجا دیا گیا۔

یہ چراغ ستارے تھے۔ ان ستاروں سے بزم آسمان سجائی گئی۔ آسمان کا حسن' آسمان کی خوبصورتی' آسمان کی رعنائی' آسمان کی زیبائی' انہیں ستاروں سے ہے۔ قدرت کے حسین شاہکار' یہ ستارے۔ رنگ و نور کی بہار' یہ ستارے۔

Marfat.com

آسمانی کائنات ان ستاروں سے سجا دی گئی۔ تو رب کائنات، جو ساری کائنات کا خالق ہے۔ ساری کائنات کا مالک ہے۔ زمین کی طرف متوجہ ہوا تو زمین و آسمان جڑے ہوئے تھے......

اولم یر الذین کفروا ان السمٰوات والارض کانتا رتقاً ففتقنٰھما......الخ	کیا کفار نے دیکھا نہیں کہ زمین وآسمان جڑے ہوئے تھے۔ ہم نے انہیں جدا کر دیا۔
(الانبیاء: ۳۰)	

زمین و آسمان ملے ہوئے تھے۔ ایک زور دار دھماکہ (Big Bang) ہوا اور یہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ ہاں قدرت جب چاہتی ہے تو بڑے بڑے مضبوط ساتھ ٹوٹ جاتے ہیں، چھوٹ جاتے ہیں......

وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم وجعلنا فیھا فجاجاً سبلاً لعلکم تھتدونO	پھر اس زمین پر پہاڑ بنا دیئے تاکہ زمین کی حرکت کی وجہ سے یہ ڈولنے نہ لگ جائے پھر ان میں بڑی کشادہ راہیں بنا دیں تاکہ تم راہ پا سکو۔
(الانبیاء: ۳۰)	

بنانے والے نے راہیں بنا دیں۔ اور بڑی کشادہ راہیں بنا دیں۔ جہاں راستے کشادہ ہوں، جہاں سڑکیں آرام دہ ہوں وہاں سفر زیادہ ہونے لگتا ہے، مسافر بڑھنے لگتے ہیں، آمد و رفت زیادہ ہونے لگتی ہے۔ ایسے میں کچھ چور، کچھ ڈاکو، کچھ راہزن، ان راہوں میں آ بیٹھتے ہیں۔ کچھ راہزنوں کے روپ میں راہزن ہوتے ہیں۔ اور کچھ راہبری کے پردے میں راہزنی کرتے ہیں۔ راہزنی نام ہے ظلمت کا،

اندھیر نگری کا۔ جس دن سے انسان بنا ہے اس کو چاق و چوبند رکھنے کیلئے ایک مہربان ساتھ لگا ہوا ہے۔ اس کا اعلان ہے "رب نے راستے بڑے کشادہ بنا دیئے لیکن مجھ کو میری قسم ....

لاقعدن لھم صراطك المستقیم0 ثم لاتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم...... الخ (الاعراف:۱۷)

میں ضرور بالضرور تیری سیدھی راہ میں بیٹھ جاؤں گا۔ پھر ان پر آگے اور پیچھے سے' دائیں اور بائیں سے حملہ کروں گا۔

کہ میں اسی کشادہ راستے میں گھات لگا کے بیٹھوں گا۔ اس راہ پر چلنے والوں کو بے راہ کر دوں گا' گمراہ کر دوں گا۔ اگر کہیں یہ سیدھی راہ میں میری گھاتوں سے بچ گئے تو پھر میری وارداتوں کا سلسلہ ان کے دائیں' بائیں' آگے اور پیچھے سے چلے گا۔

ستاروں کی کہکشاں

رب کائنات نے اس ظلمت نگری کو ضو آشنا کرنے کیلئے ستاروں کی بارات زمین پر اتار دی۔ یکبار گی نہیں' یکے بعد دیگرے ستارے ابھرتے رہے' اترتے رہے۔ اور اس ظلمت کدہ عالم کو بقعہ ء نور بناتے رہے۔ کہیں یہ ستارہ حضرت آدم علیہ السلام بن کر چمکا' تو کہیں حضرت شیث علیہ السلام بن کر چمکا۔ کہیں حضرت نوح علیہ السلام بن کر ابھرا' تو کہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام بن کر طلوع ہوا۔ کہیں یہ حضرت اسماعیل و حضرت اسحٰق علیہما السلام بن کر نمودار ہوا تو کہیں حضرت یوسف' زکریا و یحیٰی علیہم السلام بن کر جلوہ آرا ہوا۔ کہیں یہ حضرت لوط' حضرت

ادریس علیہا السلام بن کر ضوفشاں ہوا تو کہیں حضرت ہود و حضرت صالح علیہما السلام بن کر منصۂ آرا ہوا۔ کہیں یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بن کر جلوہ فرما ہوا تو کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن کر منزل نشان ہوا۔ ہر ایک ستارے کا اپنا اپنا دور تھا۔ اپنی اپنی چمک تھی۔ اپنا اپنا علاقہ تھا۔ جہاں جہاں وہ چمکتے رہے روشنیاں دیتے رہے۔ اندھیروں میں گھرے ہوؤں کو ضوفشاں کرتے رہے۔ بھٹکے ہوؤں کو منزل رسا کرتے رہے۔ یہ سب ستارے محدود تھے۔ ان کی روشنیاں محدود تھیں۔ ان کے روشن نشاں علاقے محدود تھے۔ ان کی چمک دمک محدود تھی۔ ان کی چمک لہک محدود تھی۔ یہ سب آئے۔ باری باری آئے۔ مطلع نبوت پر چمکے۔ ضیاپاشیاں کیں۔ ان کا دور ختم ہوا اور یہ اپنی منزل کی جانب گامزن ہو گئے۔ اب باری تھی ایک ایسے ستارے کی، جس نے چمکنا تھا' اور تا قیام قیامت چمکنا تھا' اور کچھ اس طرح چمکنا تھا کہ اس کے بعد پھر کسی کو کسی چمک کی ضرورت نہ پڑے۔

نبوت کی جلوہ سامانیاں

یہ ستارہ کیا تھا؟ ایک ماہتاب تھا۔ ایک آفتاب تھا۔ نہیں بلکہ ماہتاب تو اس کے تبسم کی ہلکی سی خیرات کا نام ہے۔ آفتاب تو اس کے گالوں کی سرخی کا خوشہ چیں ہے۔ ہاں ہاں یہ روشن و رخشاں' یہ نیر تاباں سب انہیں کے وجود سے نکلے' اسی مرکز سے نکلے' اسی خمیر سے مستنیر ہوئے اس لئے مرکز انہیں جدھر جدھر گھماتا رہا' یہ گھومتے رہے۔ جدھر جدھر پلٹاتا رہا' یہ پلٹتے رہے۔ اشارہ ابرو ہوا' ڈوبا آفتاب رقص کرتا نکل آیا۔ انگلی اٹھی اور ماہتاب کا کلیجہ چیر گئی۔ یہ اس لئے ہوا کہ یہ سب اسی کے تھے۔ یہ سب اسی سے تھے۔ یہ اسی کو دیکھتے تھے۔ اسی کی دیکھتے تھے۔ اور اسی کو دیکھتے ہیں۔ اور سب کچھ اسی کا دیکھتے ہیں......

Marfat.com

وہ نہ تھے تو کچھ نہ تھا' وہ نہ ہوں کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی ' جان ہے تو دوجہان ہے

جب سب ستارے ڈوب گئے۔ مطلع نبوت خالی ہو گیا۔ سالوں کی گردشیں 571 چکر کاٹ چکیں۔ اور اس امید پر ہر چکر کٹا کہ جانے کس موڑ پر وہ منزل نشاں ستارہ مل جائے۔ بالآخر وہ ساعت ہمایوں آ پہنچی۔ سماوی کائنات میں غلغلہ بپا ہوا۔ ہاتف سے صدا آئی......

وادبار النجوم0 والنجم 0

(الطور: ٤٩)

اے پردوں میں رہنے والے حسن مطلق کے شاہکار۔ اے حق کے جلووں سے سرشار! کائنات ارضی پر سیاہیوں کی ردائیں تن چکیں۔ ظلمتوں کی آندھیاں چل چکیں۔ اندھیروں کے طوفان اٹھ چکے۔ تاریکیوں کے بادل چھا چکے۔ اے میرے شاہکار' اب تیرے آشکار ہونے کا وقت آ چکا۔ چراغ حق کی روشنی کے علمبردار! اب تیرے نور کی پھوار کا وقت آ چکا۔ سب ستارے تیری راہ تکتے تکتے ڈوب گئے۔ اب انتظار مٹا۔ پردہ اٹھا۔ جلوہ کرا۔ اور اپنے نور سے اس دیس ظلمت کو منور کر دے۔

چنانچہ سرور سروراں' رہبر رہبراں' جان جہاں' تاجدار کائنات حضرت محمد ﷺ جب اس کائنات ہستی میں جلوہ آرا ہوئے تو حق نے صدا دی......

والنجم اذا ھوٰی0

(النجم: ۱)

قسم ہے اے ستارہ محمدی ﷺ تو اس کائنات کی قسمت سنوارنے

آگیا۔ بھٹکے ہوئے آہوؤں کو پھر سوئے حرم چلانے آگیا۔ لکھنے والوں نے لکھا اور خوب لکھا کہ اس ستارہ (النجم) سے مراد تاجدار کائنات ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔

پھر یہ ستارہ اس شان سے چمکا۔ کہ جس جس پر اس کی ایک کرن بھی پڑ گئی وہ بھی نور کا ہالہ بن گیا۔ اور جو بھی اس کے قرب میں آگیا۔ وہی منور ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کے ساگر میں جھلملاتے تاروں کا رقص جس نے بھی دیکھ لیا۔ وہ خود تارا بن گیا۔ وہ جو سب کی آنکھوں کا تارا تھا۔ وہ جو سب کو پیارا تھا۔ وہ جو سب کا سہارا تھا۔ اس کی ضوفشانی میں رہنے والے بھی تارے بن گئے تھے۔ ستارے بن گئے تھے۔

صحبتیں رنگ رکھتی ہیں

اس میں تعجب تو کوئی نہ ہو کہ ستاروں کی صحبت ستارہ کیسے بنا گئی؟ صحبتیں بڑا اثر رکھتی ہیں۔ بڑے بڑے رنگ رکھتی ہیں۔ بڑی ترنگ رکھتی ہیں۔ Nature کے تیسرے اصول Magnetic Force کی رو سے تو یہ سب کچھ ثابت ہو چکا۔ مقناطیس کی صحبت میں رہنے والا لوہا بھی مقناطیس بن جاتا ہے۔ لیکن ذرا سا ٹھہریئے۔ ایک لمحہ توقف۔ لوہا مقناطیس بن گیا۔ فنا ہو گیا۔ بقا پا گیا۔ لیکن پھر بھی لوہا ہی مانا جائیگا۔ مقناطیس کی صفات پالینے کے باوجود بھی فرق رہے گا۔ بات آئینے کے عکس کی نہیں۔ جذب وانجذاب کی ہے۔ چھتے سے براہ راست حاصل کیئے جانے والے اور فارموں سے حاصل کیئے جانے والے شہد میں اصل اور فرع کا فرق ہر حال میں رہے گا۔ کتنی ہی مماثلت پائی جائے؟ کتنی ہی مشابہت پائی جائے؟ پھر بھی اصل 'اصل رہتا ہے اور فرع' فرع رہتی ہے۔ تابع 'اتباع سے متبوع تو نہیں بن جاتا۔

ستارے کی صحبت نے ستارہ بنا دیا۔ ارشاد ہوا......

Marfat.com

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیم اھتدیتم

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کروگے۔ ہدایت پاؤ گے۔

میری سنگت میں رہنے والے۔ میری صحبت میں بیٹھنے والے۔ میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کا دامن بھی تھام لوگے ساحل مراد تک پہنچ جاؤ گے۔ اس لئے کہ یہ کردار محمدی ﷺ سے مستنیر وہ ستارے ہیں کہ یہ جدھر جدھر سے گزرے۔ تاریک راہوں کو منور کر گئے۔ اور جو بھی ان کی روشن راہوں پر چلے۔ وہی راہ پا گئے۔

اور بھلا تجھ سے کیا ہوگا نہاں؟

ایک دن انہی ستاروں کی مجلس سجی ہوئی تھی۔ ان جگمگ جگمگ ستاروں میں آفتاب رسالت ضوفشاں تھا۔ زبان حق ترجمان سے موتی اچھل رہے تھے۔ یاقوتی ہونٹوں سے لعل ومراوید بکھر رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ سماعتوں کے در کھولے۔ دامن دل وا کیئے۔ یہ موتی سمیٹ رہے تھے' یہ لعل ومراوید چن رہے تھے۔ تاجدار کائنات ﷺ کی چشم نبوت بہت دور دیکھ رہی تھی۔ فقط اس وقت کے واقعات نہیں۔ بلکہ بہت بعد آنے والے واقعات ملاحظہ کر رہی تھی۔ فقط سامنے والوں کے حالات نہیں۔ فقط مکے۔ مدینے کے حالات نہیں۔ فقط طائف ویثرب کے واقعات نہیں۔ بلکہ اس روئے زمین پر بسنے والی ساری کائنات کے واقعات۔ ہاں ہاں بہت بعد کے واقعات کو بہت پہلے دیکھ رہی تھی۔ اور اس وسیع کائنات میں جو ابھی ظہور پذیر نہ ہوئے۔ وہ واقعات دیکھ رہی تھی۔ یہ نظر نبی ﷺ کی نظر ہے۔ کسی بے بصر کو کیا خبر ہے کہ نبی ﷺ کی نظر میں نبوت کا اثر ہے۔ نبی ﷺ کی نگاہیں دیکھنے والوں کو فقط

مدینے میں دکھائی دیتی ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دیکھنے والوں کو ہر جا دکھائی دیتی ہیں۔ نبی ﷺ کی نگاہ نے تو وہ کچھ دیکھ لیا۔ جو کسی کو بھی نظر نہ آیا۔ جو کوئی بھی نہ دیکھ سکا۔ کائنات کی سب سے مخفی حقیقت 'جو کائنات کی سب سے زیادہ آشکار حقیقت بھی ہے اس کو تو وہ بھی نہ دیکھ سکے 'جو اس کو سنا کرتے تھے۔ لیکن یہ آنکھ تو مازاغ کے کجلے والی ہے۔ ماطغیٰ کے سہرے والی ہے۔ اس نے "اُس" کو دیکھا ہے اور جی بھر کے دیکھا ہے۔ ٹکٹکی باندھ کے دیکھا ہے۔ یہ اسی نظر کا کرشمہ ہے۔ کہ مدینے میں رہ کر بہت دور کے اور بہت بعد کے واقعات نہ صرف ملاحظہ فرمارہی ہے۔ بلکہ بیان بھی فرمارہی ہے۔ کہ ایک وقت آنے والا ہے میری یہ امت جس کا کردار اس وقت جو رشک ماہتاب ہے۔ کل کو یہی امت بنی اسرائیل جیسی لعنت زدہ قوم کے کردار پالے گی۔ اس کی نقالی کرے گی' اس کی تہذیب اس کی ثقافت میں گندھ جائیگی۔ زوال کے اس موسم میں اسے یہ خبر بھی نہ رہے گی کہ باد صبا کیا ہے؟ اور باد سموم کس کو کہتے ہیں؟ بنی اسرائیل حرام کاری کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں یہ بھی اس عالم کو پہنچ جائیں گے۔ وہ 72 فرقوں میں بکھرے ہیں اور یہ 73 فرقوں میں بٹ جائیں گے...... (اس حدیث کی حقیقت کی تفصیل "**سفیر اہلسنت**" میں ملاحظہ فرمائیں)۔ 72 کے 72 فرقے جہنم کے مسافر ہوں گے۔ صرف ایک گروہ جنتی ہو گا۔ اور وہ گروہ وہ ہو گا...... "ما انا علیہ واصحابی"۔

جو میرے اور میرے صحابہ کرامؓ کے راستے پر چلے گا۔ سو یہ صحابہ کرامؓ وہ ستارے ہیں ان میں سے جس کے نقش قدم پر چلا جائیگا۔ ہدایت کی منزل نصیب ہو گی۔

ستاروں کے اس جھرمٹ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ

Marfat.com

ارباب ولایت و طریقت ٹھہرے۔ حضرت عثمان غنیؓ و حضرت عمر فاروقؓ حکومت وسلطنت کی پہچان بنے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ رموز قرآن کے شناور ٹھہرے۔ حضرت ابو ھریرہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ حدیث کے بحر ذخار ثابت ہوئے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فقہ وتفقہ کے مطلع پر ماہتاب بن کر چمکے۔ پھر ستاروں کی یہ کہکشاں پھیلنے لگی تو کہیں امام اعظم ابو حنیفہؒ ابھرے' کہیں امام مالکؒ چمکے' کہیں امام احمد بن حنبلؒ مہکے اور کہیں امام شافعیؒ چمکے۔

وھوالذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمٰت البر والبحر......الخ (الانعام:۹۸)

اللہ پاک وہی ہیں جنہوں نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راہ معلوم کر سکو۔

یہ ستارے بنانے والے نے بنائے ہی اس لئے ہیں کہ ان کے ذریعے بھولے بھٹکے مسافر منزلوں کے نشان دیکھ سکیں۔ ان میں سے ہر ایک ستارہ اپنے اپنے وقت میں اپنے اپنے افق پر چمکتا رہا۔ زندگی کی تاریک راہوں کو منور کرتا رہا۔ ہر ستارے کی اپنی منفرد روشنی تھی۔ اور ان ستاروں میں بدر کامل بن کر چمکنے والی ذات حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی تھی۔ جو اس شان سے آسمان فقہ پر جلوہ گر ہوئے کہ ہر ایک ستارے نے آپ سے روشنی پائی۔

Marfat.com

مناقب حضرت امام اعظمؒ

ایک شخص ایک قبر کے پاس بیٹھا ہے۔ اور صاحب قبر کی ہڈیاں چن رہا ہے۔ اور ان میں سے بعض کو پسند کر رہا ہے۔ اور بعض کو چھوڑ رہا ہے۔ یہ سارا منظر جاگتی نہیں' بلکہ سوتی آنکھوں کا ہے۔

سوتی آنکھوں' یہ منظر دیکھنے والے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ ہیں۔ اور وہ قبر انور' روضہ مصطفوی ﷺ ہے۔ اور آپؒ تاجدار کائنات ﷺ کے جسد اقدس سے ہڈیاں مبارک چن رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کو ترجیح دے رہے ہیں۔ اور بعض کو چھوڑ رہے ہیں۔ آنکھوں نے خواب کیا دیکھا؟ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا' دل مضطرب ہو گیا۔ کہ یہ کیا ہو گیا؟ میں تو سب سے کٹ کر رب کی طرف چلا تھا۔ مخلوق سے کٹ کر خدا کا ہونا چاہتا تھا۔ اور یہ ابتدائی منزل ہی کیا حادثہ دے گئی؟ اسی سوچ میں حیراں وگریاں حضرت امام ابن سیرینؒ کے پاس پہنچے۔ حالِ دل کہہ سنایا۔ حضرت امام ابن سیرینؒ بولے ...... گھبراؤ نہیں بڑا مبارک خواب دیکھا ہے۔ آپ تو چاہتے ہیں کہ مخلوق سے رشتہ توڑ لیں۔ اور ہر طرف سے کٹ کر صرف اسی کے ہو رہیں۔ لیکن اس ذات کو کچھ اور ہی منظور ہے۔ وہ آپؒ کو بلند مقام تک لے جانا چاہتا ہے اور یقیناً تم وہاں تک پہنچو گے۔ آپؒ حضور ﷺ کے علم اور سنت کی حفاظت میں اس بلند درجہ تک پہنچو گے کہ ان میں تصرف کرو گے اور صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے علیحدہ کرو گے۔

یہ شان ہے امام اعظمؒ کی۔ یہ مقام ہے امام اعظمؒ کا۔ یہ خواب اس وقت آپ کو دکھایا گیا۔ جب آپ خلوت گزینی کا ارادہ کر چکے تھے۔ اور خواب کیا دکھایا۔ کہ آپؒ صحیح احادیث شریف کو ضعیف احادیث سے علیحدہ کر رہے ہیں۔ گویا

Marfat.com

مسلک حنفی کا طرہ امتیاز دکھایا گیا۔ کہ اس کے طور اطوار۔ احادیث صحیحہ۔ اور سنت مبارکہ کا عکس ہوں گے۔

چنانچہ آپؒ اِس خواب کو تعبیر کا راستہ دکھانے میدان میں نکلے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے ناں کہ خواب تو خواب ہوتے ہیں۔ اور خوابوں کو کبھی تعبیر کا رستہ نہیں ملتا۔ تو ان کا کہنا بھی بجا۔ لیکن جو خواب دیکھے جاتے ہیں۔ وہ اور ہوتے ہیں۔ اور جو خواب دکھائے جاتے ہیں۔ وہ اور ہوتے ہیں۔ خود دیکھنے اور کسی کے دکھانے میں بڑا فرق ہے۔ جو خواب خود دیکھے جاتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ تعبیر کی راہیں دیکھیں لیکن جو خواب دکھائے جاتے ہیں۔ انہیں ضرور تعبیر کی منزل دکھائی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ جو خواب حضرت امام اعظمؒ کو دکھایا گیا۔ اس سے بہت پہلے ان کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ اور یہ بتانے والے بھی جان جہاں ﷺ تھے۔

شان امام بزبان خیر الانام ﷺ

وقت کے افق سے دور پرے۔ اور بہت پرے دیکھنے والی اور خبر رکھنے والی نظر نے دیکھا۔ جسے زبان نے الفاظ کے پیکر میں ڈھال لیا۔ تاجدار کائنات ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہوئے۔ فرمایا......

لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس. او قال من ابناء الفارس حتى يتناوله.
(صحيح مسلم، ج ٢، ص ٣١٢)

اگر دین ثریا پر بھی ہوتا تو تب بھی فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کرلیتا یا فرمایا کہ فارس کی اولاد میں سے ایک شخص اس کو حاصل کرلیتا۔

Marfat.com

یہ فارس کے بیٹے امام اعظمؒ ہیں ۔ان کے دادا فارس کے رہنے والے تھے۔ ہجرت کر کے کوفہ آبسے تھے۔ چنانچہ تاجدار کائنات ﷺ کی اس پیش گوئی کی تفسیر بنے' آپؒ میدان علم میں کود پڑے۔ پھر گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا۔ خم کے خم نوش کیے۔400 سے زائد مخازن علم سے خزائن علم حاصل کئے۔اور علماء و فقہاء میں اس قدر بلند مرتبہ پایا کہ وقت کے مجتہد' محدث حضرت امام شافعیؒ بول اٹھے......

الفقهاء كلهم عيال ابى حنيفة سارے فقہا ابو حنیفہؒ کی اولاد ہیں۔

امام شافعیؒ بہت بڑے محدث' بہت بڑے مجتہد' بہت بڑے فقیہہ اور عبقری زمانہ ہیں۔ان جیسا نابغہ روزگار حضرت امام اعظمؒ کی شان میں ایسی مدح سرائی کرے۔ تو پھر شان امام سمجھ جانی چاہئے۔ حضرت امام شافعیؒ کو جب کوئی مشکل پیش آئے تو حضرت امام اعظمؒ کی روح کی طرف توجہ کریں۔جب قبر انور پر حاضر ہوں' تو زمانے کا مجتہد اپنا اجتہاد چھوڑ دے۔اور یہ کہتے ہوئے چھوڑ دے۔کہ مجھے ان کے حضور ایسا عمل کرنے سے شرم آتی ہے' جو ان کی رائے کے خلاف ہو۔اگر امام شافعیؒ جیسے محقق دین ان کے اجتہاد کو' ان کے استنباط کو سلام کرتے نظر آتے ہیں۔ تو ماوشا کس قطار میں؟ جو آج یہ کہتے نہیں تھکتے۔کہ ہمارے لئے قرآن وحدیث ہی کافی ہے۔ ہمیں کسی تقلید کی ضرورت نہیں۔ ہم کسی امام کو نہیں مانتے۔لوگ قرآن کو چھوڑ کر امام کے پیچھے پڑ گئے۔اور یہ امام کتاب و سنت چھوڑ کر اپنی رائے قائم کر گئے۔

شراب کہن در جام نو

جس نے تقلید سے انکار کرنا ہے۔کرے۔بے شک کرے۔لیکن اس انکار

Marfat.com

کا سبب امام صاحب کی ذات کو نہ بنائے۔ امام صاحب نے اپنی طرف سے کوئی نیا دین نہیں گھڑ لیا۔ کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ بلکہ اس پرانے دین کو نتھارا ہے۔ نکھارا ہے۔ میں ایک دن اپنے استاد محترم کی زبان سے سن رہا تھا۔ فرما رہے تھے۔ کہ حضرت امام اعظمؒ نے کوئی نیا علم' نیا دین اور نئی شریعت نہیں دی۔ بلکہ ان کا کارنامہ یہ ہے کہ پرانے علم کو نیا رنگ و روپ دیا۔ ایک صدی سے علم لیا۔ اور آنے والی صدیوں کا علم بنا دیا۔ امام اعظمؒ نے پرانی شراب نئے جام میں پیش کی......

''شراب کہن در جام نو''

امام اعظمؒ' مجدد اعظمؒ کی نظر میں

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اس اعتراض کی حقیقت واضح فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں......

''حضرت امام اعظمؒ نے ورع و تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد و استنباط میں وہ بلند درجہ حاصل کیا ہے' جس کو لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ اور ان کے مجتہدات کو دقتِ معانی کے باعث کتاب و سنت کے مخالف جانتے ہیں۔ ان کو اور ان کے اصحاب کو 'اصحاب رائے خیال کرتے ہیں اور یہ سب کچھ ان کی حقیقت و روایت تک نہ پہنچنے اور ان کے فہم و فراست پر اطلاع نہ پانے کا نتیجہ ہے۔''

حضرت امام شافعیؒ نے جنہوں نے ان کی فقاہت کی باریکی سے تھوڑا سا حصہ حاصل کیا ہے' وہ فرماتے ہیں......

الفقهاء كلهم عيال ابى حنيفة	سارے فقہا حضرت ابو حنیفہؒ کی اولاد ہیں

Marfat.com

ان کم ہمتوں کی جرأت پر افسوس ہے۔ کہ اپنا قصور دوسروں کے ذمے لگاتے ہیں......

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن و قصور
ماشاء اللہ کہ برآرم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیراں جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ...... اگر کوئی قاصر لگائے طعن ان کے حال پر
توبہ توبہ! اگر زباں پر لاؤں میں اس کا گلہ
شیر ہیں باندھے ہوئے اس سلسلہ میں سب کے سب
لومڑی حیلہ سے توڑے کس طرح یہ سلسلہ
(مکتوب ۵۵' دفتر دوم)

معلوم ہوا کہ جنہیں یہ معلوم ہے کہ انہیں بہت کچھ معلوم ہے۔ انہیں کچھ بھی معلوم نہیں۔ جنہیں یہ خبر ہے کہ وہ بڑے باخبر ہیں۔ وہ بڑے ہی بے خبر ہیں' جو یہ جانتے ہیں کہ وہ سب کچھ جانتے ہیں' وہ کچھ بھی نہیں جانتے۔ اور یقیناً نہیں جانتے۔ اگر جانتے ہوتے تو امام ہمامؒ کا مقام جانتے۔ اگر خبر ہوتی تو امام اعظمؒ کی شان علم کی خبر ہوتی۔ لیکن بے خبر' بے خبر جانتے ہیں۔ ورنہ کہنے کو تاریخ نے اپنے دامن میں کیا کچھ نہیں سمیٹ رکھا۔ تاریخ کا دامن پکڑیئے۔ اور دیکھئے کہ یہ کیا حقیقت دکھاتی ہے؟

"ایک انکشاف"

حضرت یحییٰ بن نصرؒ فرماتے ہیں......

Marfat.com

دخلت علیه فی بیت مملو کتبافقلت له ماھذا؟! فقال ھٰذه الاحادیث ماحدثت بھا الا الیسیر الذی ینتفع به
(مقدمه کتاب الآثار)

میں ایک دفعہ حضرت امام اعظمؒ کے پاس گیا تو دیکھا کہ گھر کتابوں سے بھرا پڑا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ آپؒ نے فرمایا یہ کتب احادیث ہیں۔ میں نے ان سے صرف وہی حصے روایت کئے ہیں جن پر عمل کر کے نفع حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان احادیث سے جو فقہی مسائل کے متعلق تھیں' صرف انہی کو روایت کیا' اور ان سے مسائل مستنبط کئے۔

"ایک اور اظہاریہ"

لم یصنف الاما م الاعظمؒ کتاباً فی الاخبار والآثار وانما کان یملی فروع الفقه علیٰ تلامذہ فاذا احتاج الیٰ دلیل مسئلة حدثھم عن شیوخه من الاحادیث.
(مقدمة کتاب الآثار)

حضرت امام اعظمؒ نے احادیث وآثار پر باقاعدہ کوئی تصنیف نہیں فرمائی۔ لیکن آپؒ کا طریقہ کار یہ تھا کہ شاگردوں کو فقہی مسائل لکھواتے تھے۔ جب کسی مسئلہ پر دلیل کی ضرورت پڑتی تو اپنے اساتذہ سے جو احادیث سنی ہوتیں وہ بیان فرمادیتے تھے۔

Marfat.com

"ایک بدیہی حقیقت"

چنانچہ آپ کے لکھے ہوئے مسائل کا مجموعہ، حضرت امام ابو یوسفؒ نے مرتب فرمایا۔ جسے کتاب الآثار اور مسند ابو یوسف بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے شاگردوں مثلاً حضرت حماد بن نعمانؒ حضرت امام محمدؒ اور حضرت حسین بن زیادؒ نے جو نسخے اور مجموعے تیار کیے۔ وہ بھی دراصل آپؒ ہی کی تصانیف کہی جاسکتی ہیں۔ اور ان میں موجود احادیث آپ کی حدیث دانی اور حافظ الحدیث ہونے پر دلالت کر رہی ہیں۔

بعد میں آنے والے لوگوں نے ان احادیث کی تخریج کی۔ اور ثابت کیا۔ کہ امام اعظمؒ کی بیان کردہ احادیث دوسری کتب احادیث میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ان میں محمد عابد سندی مدنی ہیں۔ جنہوں نے فقہی ابواب پر مرتب کر کے اس کا نام "مسند امام اعظم" رکھا۔ سید مرتضیٰ زبیدی نے ان احادیث کو صحاح ستہ کی کتب سے ڈھونڈ نکالا۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ امام اعظمؒ کی روایت کردہ احادیث صحاح ستہ میں بھی موجود ہیں۔ اس تحقیقی کام کو آپ نے "**عقود الجواهر المنيفة في ادلة مذهب الامام ابی حنيفة**" کے نام سے متعارف کروایا۔

اسی طرح تاریخ کی جبین پر یہ انمٹ حقیقت نقش ہے......

كتب عن اربعة آلاف من ائمة الحديث احاديث كثيرة	آپؒ نے چار ہزار ائمہ حدیث سے احادیث لکھی ہیں۔

(كتاب الآثار ص ٦٠)

استاذی المکرم شیخ الحدیث حضرت العلام محمد معراج الاسلام صاحب

Marfat.com

مد ظلہ العالی نے اس سے ایک لطیف نکتہ نکالا ہے۔ فرماتے ہیں......

"یہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کے شیوخ و اساتذہ چار ہزار تھے۔ اگر فرض کریں کہ آپ نے ہر استاذ سے دس دس احادیث سنی ہوں تو مسموع (سنی جانے والی) احادیث کی مجموعی تعداد چالیس ہزار بن جاتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اپنے اساتذہ سے آپؒ کی مسموعات دس سے کہیں زیادہ تھیں اور آپ مسلمہ حافظ الحدیث تھے"

(منہاج البخاری' جلد ا' ص ۲۰۸)

(حضرت امام اعظمؒ کی حدیث فہمی کے متعلق اکثر مواد اسی منہاج البخاری سے ماخوذ ہے۔ تفصیلات کیلئے اسی کی طرف رجوع کیا جائے۔)

"چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں"

ان سارے واقعات کے ہوتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ جب معترضین کے اعتراض دیکھتے ہیں۔ ان کی علمی حالت دیکھتے ہیں۔ ان کی فقہی بصیرت دیکھتے ہیں تو بڑے متعجب ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں......

"بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں حتیٰ کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے ہیں۔ اور اپنی رائے پر مقدم جانتے ہیں۔ اور ایسے ہی صحابہ کرامؓ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم جانتے ہیں۔ جبکہ دوسروں کا ایسا حال نہیں۔ (حیرت ہے) پھر بھی مخالف' ان کو صاحب رائے کہتے ہیں۔ اور سخت بے ادبی کے لفظ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ سب لوگ ان کے کمال علم اور ورع و تقویٰ کا اقرار کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو توفیق

Marfat.com

دیں۔ کہ دین کے سردار اور اہل اسلام کے رئیس کو بیزار نہ کریں۔ اور اسلام کے سواد اعظم کو ایذا نہ دیں۔"

یریدون ان یطفئوا نور الله (التوبة: ۳۲) یہ لوگ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔

؎ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

وہ لوگ جو دین کے ان بزرگواروں کو صاحب رائے جانتے ہیں۔ اگر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بزرگوار صرف اپنی رائے پر حکم کرتے تھے۔ اور کتاب و سنت کی متابعت چھوڑ دیتے تھے۔ توان کے فاسد خیال کے مطابق اسلام کا ایک سواد اعظم گمراہ بدعتی بلکہ گروہ اسلام سے باہر ہے۔ اس قسم کا اعتقاد بے وقوف جاہل کرتا ہے' جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے۔ یا وہ زندیق ہے جس کا مقصود یہ ہے کہ اسلام کا نصف حصہ باطل ہو جائے۔ ان ناقصوں نے چند حدیثیں یاد کر رکھی ہیں اور شریعت کے احکام کو انہیں پر موقوف کر رکھا ہے۔ اور اپنے معلوم کے ماسوا سب کی نفی کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ان کے نزدیک ثابت نہیں ہوا اس کا انکار کر دیتے ہیں......

؎ چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں است
زمین و آسماں او ہماں است

ترجمہ...... (وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے
وہی اس کی زمین وہی اس کا آسماں ہے)

ان کے بے ہودہ تعصبوں اور فاسد نظروں پر ہزار ہا افسوس ہے۔ فقہ کے بانی حضرت ابو حنیفہؒ ہیں۔ فقہ کے تین حصے ان کو مسلم ہیں۔ باقی چوتھے حصے میں سب شریک ہیں۔ فقہ میں صاحب خانہ وہی ہیں اور دوسرے سب ان کے عیال ہیں۔

مذہب کے اس التزام کے باوجود مجھے امام شافعیؒ سے ذاتی محبت ہے۔ میں ان کو بزرگ جانتا ہوں۔ اور بعض اعمال نافلہ میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں۔ لیکن کیا کروں؟ دوسرے لوگ علم و تقویٰ کے کمال کے باوجود امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مقابلے میں بچوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

آئمہ کرام کے نزدیک امام اعظمؒ کا مقام (حضرت مجددؒ کے قلم سے)

حضرت امام مالکؒ کو چھوڑ کر باقی سارے آئمہ کرام کسی نہ کسی طرح حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔ اور حضرت امام مالکؒ بھی آپؒ کے بارے میں اعلیٰ رائے رکھتے تھے۔ ان کی تفصیلات کتب میں درج ہیں۔ یہاں صرف اس تذکرے کا ذکر مقصود ہے جو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنی کتب و مکتوبات میں کیا ہے۔ آپؒ تحریر فرماتے ہیں......

"(تمام آئمہ و محدثین بزرگ ہیں لیکن) ان بزرگوں میں سب سے بڑے بزرگ حضرت امام اعظمؒ ہیں۔ ان کے بارے میں کیا حضرت شافعیؒ کیا حضرت مالکؒ اور کیا حضرت احمد بن حنبلؒ سبھی اعلیٰ رائے رکھتے ہیں۔ چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں......

الفقهاء كلهم عيال ابی حنيفة	تمام فقہاء حضرت ابو حنیفہؒ کی اولاد ہیں۔

منقول ہے کہ جب حضرت امام شافعیؒ حضرت امام اعظمؒ کی قبر کی زیارت کرنے جاتے تو اپنے اجتہاد کو ترک کر دیتے۔ اور فرماتے' مجھے شرم آتی ہے کہ ان کے حضور ایسا عمل کروں جو ان کی رائے کے خلاف ہو۔ چنانچہ آپؒ نہ ہی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھا کرتے۔ اور نہ ہی فجر کے وقت قنوت۔ واقعی امام اعظمؒ کی شان کو امام

Marfat.com

شافعیؒ ہی اچھی طرح جانتے ہیں۔

ہمارے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ فرماتے تھے کہ میں کچھ عرصہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھا کرتا تھا۔ایک رات خواب میں امام اعظمؒ کو دیکھا۔کہ اپنی مدح میں نہایت اعلیٰ درجے کا قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔جس کے مضمون سے ظاہر ہوتا تھا۔کہ بہت سے اولیاء میرے مذہب کے پابند ہوئے ہیں۔تب سے میں نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی ترک کردی۔

آخری زمانے میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائینگے تو مذہب حنفی کے مطابق عمل کریں گے۔چنانچہ حضرت خواجہ محمد پارساؒ "فصول ستہ" میں فرماتے ہیں کہ ...... "ان کی (امام اعظمؒ) بزرگی کیلئے یہی کافی ہے کہ ایک اولوالعزم پیغمبر ان کے مذہب پر عمل کرے گا۔کسی اور کی سینکڑوں بزرگیاں بھی ان کی ایک نیکی کے برابر نہیں ہوسکتیں۔"

(مبداومعاد، ص ۳۱)

امتی کی پیروی کی توجیہہ

ایک وقت کا پیغمبر ایک وقت کے امتی کے مذہب کے مطابق عمل کرے۔یہ کیسے ممکن ہے؟اس سوال کا جواب حضرت مجددؒ نے ایک جگہ دیا ہے۔فرماتے ہیں......

"یہ جو حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے فصول ستہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام اعظمؒ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔ممکن ہے اس مناسبت کے باعث جو امام ابو حنیفہؒ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے' لکھا ہو یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد حضرت امام اعظمؒ کے اجتہاد کے موافق ہو

Marfat.com

گا نہ یہ کہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے کیونکہ حضرت روح اللہ کی شان اس سے برتر ہے کہ علمائے امت کی تقلید کریں۔"

(مکتوب ۵۵' دفتر دوم)

فقہ حنفی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی نظر میں

عبقری زمانہ کو عبقری زمانہ مل گئے۔ ذھانتیں امام اعظمؒ کے گرد سمٹ آئیں۔ فطانتوں نے لاڈیرے جمائے۔ منتخب زمانہ امام اعظمؒ کے ہاں کھچے کھچے آئے۔ تعداد ہزاروں میں تھی۔ ان جگمگ تاروں سے چالیس شمعیں منتخب فرمائیں جو قرآن وحدیث کی روشنی' فقہ وبصیرت کی ضوفشانی اور لغت وبیان کی تابانی میں اپنی مثال آپ تھیں۔ چالیس افراد کے اس بورڈ کی حیثیت ایک قانون ساز ادارے (پارلیمنٹ) کی تھی اور قانون سازی کا طریقہ یہ تھا......

ایک مسئلہ اس اجلاس میں پیش کیا جاتا۔ ہر شخص باری باری قرآن وحدیث سے دلائل دیتا۔ اگر قرآن وحدیث سے جواب نہ پاتے تو آثار صحابہؓ میں ڈھونڈتے۔ آثار صحابہؓ میں بھی نہ پاتے تو پھر مثالوں' تشبیہات اور قیاس کی روشنی میں اس کا حل ڈھونڈا جاتا اور اسے قرآن وحدیث میں موجود علت' اشارات یا اقتضاء کی روشنی میں حل کیا جاتا۔ بحث ومباحثہ کا یہ عمل سطحی نوعیت کا نہ تھا بلکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ ایک ہی مسئلہ پر ایک ایک ماہ بحث ہوتی رہتی تب کسی نتیجے تک پہنچتے۔ اس قانون ساز ادارے کا چرچا ہر خاص وعام میں تھا۔ چنانچہ مشہور محدث حضرت امام اعمشؒ کا یہ قول دیکھئے جو اس ادارے کی مقبولیت کا بیّن ثبوت ہے......

جاء رجل فساله عن مسئلة فقال عليك باهل	ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کوئی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا یہ جو

Marfat.com

تلك الحلقة فانهم اذا وقعت لهم مسئلة لایزالون یدیرونها حتی یصیبونها یعنی حلقة ابی حنیفة.
(جامع المسانید' ۱ :۳۸ بحواله منهاج البخاری)

اہل حلقہ ہیں ان سے مسائل پوچھا کرو کیونکہ جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بحث کرتے ہیں یہاں تک کہ اس کا حل ڈھونڈھ نکالتے ہیں۔ حلقے سے مراد حضرت امام اعظمؒ کا بنایا ہوا علمی بورڈ تھا۔

چنانچہ اس طریق سے جو قانون واحکام مرتب ہوئے۔ انہیں فقہ حنفی کا نام دیا گیا۔ فقہ حنفی قرآن وسنت کی اساس۔ دور رسالت کے قریب ترین ہونے۔ صحابہ وتابعین سے براہ راست استفادہ کرنے اور ہر مسئلہ پر بحث وتمحیص کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچنے اور اپنے منفرد طرز استدلال کے باعث ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت فقہ حنفی سے استفادہ کرتی ہے۔ بلاد عرب میں وہ ممالک جن میں فقہ شافعی' مالکی یا فقہ حنبلی رائج ہے' وہاں بھی عدالتوں کے فیصلے فقہ حنفی کی روشنی میں کیے جاتے ہیں' جو اس کی وسعت' عالمگیریت اور جامعیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اس کے متعلق رقمطراز ہیں......

''بلا تکلف وتعصب کہا جاتا ہے کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذہب حوضوں اور نہروں کی طرح نظر آتے ہیں اور ظاہر میں جب بھی ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اہل اسلام

Marfat.com

سے سواد اعظم امام ابو حنیفہؒ کے تابعدار ہیں۔ یہ مذہب باوجود بہت سے تابعداروں کے اصول و فروع میں تمام مذہبوں سے الگ ہے۔ استنباط میں اس کا طریقہ منفرد ہے اور یہ معنی اس کی حقیقت یعنی حق ہونے کا پتہ دیتے ہیں“

(مکتوب ۵۵، دفتر دوم)

ایک موقع پر آپؒ کی ملاقات حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام سے ہوگئی اور حضرت خضر علیہ السلام سے گفتگو ہوئی۔ اس ملاقات کا احوال لکھتے ہوئے لکھتے ہیں......

اختلافی مسائل میں ترجیح

”اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالات نبوت کی نسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے۔ اگر بالفرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا“

(مکتوب ۲۸۲، دفتر اول)

کئی مسائل میں مختلف مسالک کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہر ایک کے پاس دلیل ہوتی ہے اور دلیل بھی قرآن و حدیث کی ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔ اس مشکل کا حل بھی حضرت مجددؒ نے یوں فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں......

”اکثر مسائل حنفی و شافعی جن میں اختلاف ہے اس قسم کے ہیں کہ ظاہر میں شافعی مذہب کو ترجیح حاصل ہوتی ہے لیکن باطن و حقیقت میں حنفی مذہب کا پہلو زبردست ہوتا ہے۔ مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ کلام حق میں جہاں جہاں فریقین کا اختلاف ہے اس میں حنفی حق بجانب ہیں کہ تکوین ایک علیحدہ صفت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس فقہی خلافیات میں اکثر مسائل میں یقیناً حنفی حق بجانب ہیں۔ بہت کم

ایسے ہیں جن میں فریق ثانی کو ترجیح حاصل ہے۔ مجھے توسط حال ایک رات سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ تم علم کلام کے ایک مجتہد ہو اس وقت سے لے کر مسائل کلامیہ میں میری رائے خاص اور میرا علم مخصوص ہے۔ اکثر اختلافی مسائل جن میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کا اختلاف ہے۔ شروع مسئلہ میں اشاعرہ حق بجانب نظر آتے ہیں۔ لیکن جب نور فراست سے دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ماتریدیہ حق بجانب ہیں۔ علم کلام کے متعلق تمام اختلافی مسائل میں میری رائے علمائے ماتریدیہ کی رائے کے موافق ہے۔ واقعی ان بزرگوں کی شان سنت مصطفوی ﷺ کی پیروی کے باعث نہایت عظیم ہے۔ ان کے مخالفوں کو فلسفی مسائل میں مشغول ہونے کے سبب وہ شان حاصل نہیں۔ گو کہ دونوں فریق اہل حق ہیں۔"

(مبدا و معاد ص ۳۰)

Marfat.com

ضرورت تقلید

بحر و بر میں 'خشک و تر میں بڑا اندھیرا ہے۔ بڑی تاریکی ہے۔ دیکھنے سے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ ڈھونڈنے سے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ ایسے میں خطرہ ہے اور سخت خطرہ ہے۔ کہ جس کے ہاتھ میں جو کچھ آئے۔ وہ اسے ہی اپنی تلاش کی منزل نہ سمجھ بیٹھے۔ ہیرے کی طلب میں کہیں سنگریزے نہ خرید لے۔ تلاش کی منزلوں میں بارہا ایسا ہوا کہ تلاش کرنے والے تلاش کی دھن میں ہوش و حواس ہی گم کر بیٹھے۔ عقل کی دولت ساتھ چھوڑ گئی۔ بڑی حقیقتوں کے متلاشیوں کے اکیلے سفر انہیں ایسی ہی ویرانیوں سے دوچار کر گئے۔

کتنے ہی لوگ ہیں جو خدا ڈھونڈنے نکلے اور پھر ان کا پتہ بھی نہ ملا۔ کتنا عظیم مقصد؟ کتنی عظیم تلاش؟ لیکن حاصل' لاحاصل ٹھہرا۔ کسی پر جو ذرا سی تجلی ہوئی۔ ذرا سا جلوہ ہوا۔ تاب نظارہ نہ رہا۔ قلب و ذہن برداشت نہ کر پائے۔ بڑے بڑے ہوش گنوا بیٹھے۔ کسی نے دیکھنا ہو' تو وادی محبت' وادی طور کے منظر دیکھے۔ طور کے سنگریزوں سے پوچھے۔ سینا کے ذروں سے دریافت کرے۔ کہ تم دیکھتے تھے کہ خدا دیکھنے والوں نے کیا دیکھا تھا؟ ان ذروں کو گویائی ملے تو پکار اٹھیں۔ اوروں کا کیا کہنا؟ خدا کے قرب والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حالت یہ تھی......

موسیٰ زہوش رفت بہ یک تجلی صفات

ایسا بھی ہوتا ہے

کچھ ایسے بھی تلاش کے راستوں کی طرف بڑھے۔ ان انجانی راہوں پر چلے۔ جن کا اس سے قبل ان راہوں سے کبھی گذر بھی نہیں ہوا تھا۔ جنہیں اس سیدھی راہ کے اندر آنے والے پیچ و خم کا اندازہ ہی نہ تھا۔ راہ ٹیڑھی ہو تو قدم قدم

Marfat.com

احتیاط ہوتی ہے۔ لیکن جب راہ ہی سیدھی ہو تو پھر احتیاط کی طنابیں اٹھ جاتی ہیں۔ بے فکریاں آدھمکتی ہیں۔ ذوقِ وجد میں سرپٹ دوڑنے والے 'ذراسی ٹھوکر سے یوں قلابازیاں کھاتے۔ گردنیں مڑواتے اور منکے تڑواتے گرتے ہیں کہ اٹھائے سے نہیں اٹھتے۔ سنبھالے سے نہیں سنبھلتے۔

کچھ ایسے بھی ہوا تلاش کرنے والوں کے ساتھ کہ انہیں بھی خبر نہ ہوئی کہ ان کی تلاش کے ساتھ کیا ہو گیا؟ کہاں سے چلے تھے ؟ کہاں پہنچ گئے ؟ بڑے ذوق سے۔ بڑے تپاک سے۔ بڑے انہماک سے۔ کوئی آدھمکتا ہے۔ ہم سفر بن جاتا ہے۔ ہم خیال بن جاتا ہے۔ پھر بڑھتے بڑھتے ہم رنگ ہو جاتا ہے۔ ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔ تلاش کے مسافر اکثر بڑے سادہ ہوتے ہیں۔ اسی لئے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ یہ دنیا کمینی نہیں' لیکن یہ سچ ہے کہ اس میں بہت سے کمینے رہتے ہیں۔ یہ دنیا بری نہیں' لیکن اس میں بہت سے برے بستے ہیں۔ یہ دنیا دوغلی نہیں' لیکن اس میں بہت سے منافق رہتے ہیں۔ اس دور میں تو اتنا نفاق ہے کہ آنکھیں کسی مخلص انسان کو دیکھنے کیلئے ترس ترس جاتی ہیں۔ اور تلاش بسیار کے بعد بھی جب منافقت کے خار چھبتے ہیں تو یہی آنکھیں برس برس جاتی ہیں۔ اور دل تڑپ تڑپ جاتے ہیں۔

ہیں کواکب کچھ' نظر آتے ہیں کچھ ؎
دیتے ہیں یہ بازی گر دھوکہ کھلا

منافقت کی اس فضا میں تلاش کے مسافر کا ہم سفر بننے والے اسے اپنا خلوص جتاتے ہیں۔ خود کو اس کا مونس و غمخوار گردانتے ہیں۔ لیکن ان کے خلوص کے چلمن میں ریا چھلک رہا ہوتا ہے۔ ان کی غم خواری کے پیچھے دغا شعاری ٹپک رہی ہوتی ہے۔ اور ان کی وفاداری کے پیچھے غداری جھلک رہی ہوتی ہے۔ تلاش کے

Marfat.com

سادہ دل۔ سادہ لوح مسافران کی چکنی چپڑی باتوں میں آجاتے ہیں۔ انہیں کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ جب شکنجہ کس جاتا ہے تب ان تلاش کے راہیوں کو خبر ہوتی ہے کہ ہم کن تاریک راہوں میں مارے گئے؟ یہ مکار کسی کا گلشن اجاڑ کر۔ کسی کی نیاّ ڈبو کر بھی مقدس رہتے ہیں۔

فریب بیٹھ جاتا ہے راہوں میں صورت اعتبار بن کر

ان کی صفائیاں۔ ان کی وضاحتیں۔ خود ان کے مجرم ہونے کا ثبوت ہوتی ہیں لیکن منافقت کے یہ پنڈاری اپنی منافقت کا خراج بطور تکریم وصول کرتے ہیں۔

سو لبوں پر ہمارے لبوں سے پرے
تیرے ہونٹوں کی لالی لپکتی رہی

اور

ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے

راہ' شریعت کی ہو یا طریقت کی۔ سب راہیں حقیقت کی راہیں ہیں۔ سب کی منزل وہی۔ سب کا مقصد وہی۔ سب کا مطلب وہی۔ یہ طے ہے کہ جس راہ پر چلنا ہے۔ اس راہ کی خبر ہونا چاہئے۔ اور اگر خبر نہیں ہے۔ تو پھر کسی باخبر کا ہم سفر بنتا چاہئے۔ سفر سے پہلے ہم سفر ڈھونڈنا چاہئے۔ اور ہم سفر وہ' جو باخبر ہو۔

۶ اطلبوا الصدیق قبل الطریق راہ سے پہلے ہمراہ تلاش کرو۔

راہ پر چلنے سے پہلے کوئی راہ نورد ڈھونڈا جائے۔ طریق سے پہلے کوئی صدیق تلاش کیا جائے۔ کوئی دوست ڈھونڈا جائے۔ وہ دوست جو منزل منزل کا دوست ہو' تاکہ منزل تک انگلی پکڑ کر لے جائے۔ راہوں میں نہ چھوڑ دے۔ اور وہ دوست ڈھونڈا جائے۔ جو سچ سے آراستہ کردے۔ اور سچائی کا مسافر کر

Marfat.com

دے۔ طریقت میں رہبر' شیخ ہوتا ہے اور شریعت میں رہبر' مجتہد ہوتا ہے' امام ہوتا ہے۔ شیخ کا پیروکار مرید کہلاتا ہے اور مجتہد و مقلّد کا پیروکار مقلّد کہلاتا ہے۔ ان راہبروں کی راہبری کے بغیر منزل تک رسائی ممکن نہیں۔ فقہ تو وہ بے کنار سمندر ہے جس کا کوئی ساحل ہی نہیں۔ اس میں ہیرے بھی ہیں۔ زرو جواہر بھی ہیں۔ اور سنگریزے بھی۔ ان سنگریزوں اور ہیروں میں فرق وہی کر سکتا ہے جو ماہر غواص ہو۔ یا جوہری ہو۔ اور فقہ کے غواص اور جوہری امام' مقلّد اور مجتہد ہیں۔ یہ لوگ فقہ کے سمندر میں غوطہ زن ہوئے۔ اور مسائل کے ہیروں کو سنگریزوں سے جدا کر کے ہمارے سامنے ڈال دیا۔ دریا میں ہر کوئی داخل نہیں ہوتا۔ سمندر میں ہر کوئی غوطہ زن نہیں ہوتا۔ وہی غوطہ زن ہوتے ہیں جو پیراکی کے ماہر ہوتے ہیں۔ لیکن ہم نے اسلام کو ایک دریا سے بھی کم تر حیثیت دے رکھی ہے۔ خاکم بدہن' ہم نے اپنے رویوں سے اسے جوہڑ سے زیادہ محدود کر دیا ہے۔ جو اس کے حدود اربعہ سے بھی واقف نہیں۔ وہ لب دریا کھڑے تماشہ کر رہے ہیں اور اسلام کو تماشہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور دوسروں سے تلاشے ہوئے ہیروں کو اپنا گردان رہے ہیں اور ڈھٹائی کا عالم یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ ہمیں کسی ماہر پیراک اور امام کی ضرورت نہیں' ہم خود ہی یہ موتی نکال سکتے ہیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ایسے ہی لوگوں کی نشاندہی فرما رہے ہیں......

"اے سعادتمند! جو کچھ ہم پر اور آپ پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ اول اپنے عقائد کو کتاب و سنت کے موافق درست کریں۔ جس طرح کے علمائے حق نے (خدا ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے) ان عقائد کو کتاب و سنت سے سمجھا ہے۔ اور وہاں (قرآن و سنت) سے اخذ کیا ہے۔ کیونکہ ہمارا اور آپ کا سمجھنا اگر ان بزرگواروں

کے فہم کے موافق نہیں ہے' تو وہ معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو قرآن و سنت ہی سے سمجھتا ہے۔ اور وہیں سے اخذ کرتا ہے۔ حالانکہ ان سے کسی چیز کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ دوسرے احکام شرعی از قسم حلال و حرام' فرض و واجب کا علم حاصل کرنا ہے۔ تیسرے اس علم کے موافق عمل کرنا۔ چوتھے تصفیہ و تزکیہ کا طریق' جو صوفیاء کرام قدس سرہم سے مخصوص ہے۔ جب تک عقائد درست نہ کریں۔ احکام شرعیہ کا علم کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ اور جب تک یہ دونوں متحقق نہ ہوں' عمل نفع نہیں دیتا۔ اور جب تک یہ تینوں حاصل نہ ہوں' تصفیہ و تزکیہ کا حاصل ہونا محال ہے۔ ان چار ارکان اور ان کے متممات اور مکملات (جیسے سنت' نفل کہ سنت فرض کو کامل کرتی ہے) کے بعد جو کچھ ہے سب فضول ہے اور لایعنی کے دائرے میں داخل ہے۔"

(مکتوب ۱۵۷' دفتر اول)

راہ حق کا مسافر کس سے راہنمائی چاہے؟

حل و حرمت کے معاملہ میں ہمیشہ علمائے دیندار کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور انہیں سے پوچھنا چاہئے اور انہیں کے فتویٰ کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ کیونکہ نجات کا راستہ شریعت ہی ہے اور شریعت کے بعد جو کچھ ہے سب باطل و بے اعتبار ہے......

فماذا بعد الحق الا الضلال — حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں

(مکتوب نمبر ۱۶۳' دفتر اول)

Marfat.com

تقلید کیوں کریں؟

"سالک کو چاہئے کہ حقیقت حال تک پہنچنے سے پہلے اپنے کشف والہام کے بر خلاف علمائے اہل حق کی تقلید لازم جانے۔ علماء کو حق پر اور اپنے آپ کو خطا پر خیال کرے۔ کیونکہ علماء کی مسند انبیاء علیہم السلام کی تقلید ہے۔ جن کی تائید وحی قطعی سے کی گئی ہے۔ وہ خطاو غلطی سے معصوم ہیں۔ اور کشف والہام' وحی کے ثابت شدہ احکام کے مخالف ہونے کی صورت میں سراسر خطاو غلط ہیں۔ پس اپنے کشف کو علماء کے قول پر مقدم کرنا' درحقیقت احکام قطعیہ منزلہ پر مقدم کرنا ہے۔ اور یہ عین گمراہی اور خسارہ ہے۔ اسی طرح ان کے موافق جیسے علمائے مجتہدین نے کتاب وسنت سے استنباط فرمایا ہے' اور حرام و حلال' فرض وواجب' مستحب' مکروہ اور مشتبہ کے احکام ان سے نکالے ہیں' ان کا علم و عمل بھی ضروری ہے۔ مقلد کو لائق نہیں کہ مجتہد کی رائے کے بر خلاف کتاب وسنت سے احکام اخذ کرے' اور عمل کرے۔ اور عمل کرنے میں اس مجتہد کے مذہب سے' جس کا وہ تابع ہے' قول مختار کو اختیار کرے۔ اور رخصت سے اجتناب کر کے عزیمت پر عمل کرے۔ اور جہاں تک ہو سکے' مجتہدین کے اقوال جمع کرنے کی کوشش کرے تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔"

(مکتوب نمبر ۲۸۶' دفتر اول)

ایک وجہ یہ بھی ہے

"ہمیں آئمہ احناف ؒ کا ممنون احسان ہونا چاہئے۔ جنہوں نے مسلمانوں کیلئے بہت سی نجات کی راہیں نکالیں۔ اور انہیں حرام کے ارتکاب سے بچالیا۔ نہ یہ کہ ان پر طعن لگائیں۔ اور ان کے ہنر کو عیب خیال کریں۔ مجتہد پر اعتراض کی مجال ہی

Marfat.com

کیا ہے؟ جبکہ اس کی خطا پر بھی ایک درجے کا ثواب ہے۔ اور اس کی تقلید اگرچہ خطا پر ہو پھر بھی نجات کا سبب ہے۔"

(مکتوب ۲۲ دفتر سوئم)

تقلید اس لئے بھی ضروری ہے

"حل و حرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے۔ اس بارے میں مجتہد کا ظن معتبر ہے۔ مجتہدین کے دلائل کو عنکبوت یعنی مکڑی کے تار سے زیادہ سست کہنا بڑی جرأت و دلیری کا کام ہے اور اپنے علم کو ان بزرگواروں کے علم پر ترجیح دینا' حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل کرنا اور روایات معتبرہ مفتی بہا کو درہم برہم کرنا اور شاذونادر کہنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ یہ بزرگوار عہد نبوی ﷺ کے قریب ہونے کے باعث' احادیث کو ہم دور افتادوں کی نسبت بہتر جانتے تھے اور ان کی صحت و سقم' نسخ اور عدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔"

کم فہم تقلید پر تنقید کرتے ہیں

"حضرت امام اعظمؒ نے ورع و تقویٰ کی برکت سے اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط میں وہ بلند مقام حاصل کیا ہے۔ جس کو دوسرے لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ اور ان کے مجتہدات کو دقت معانی کے باعث کتاب و سنت کے مخالف جانتے ہیں۔ اور ان کو اور ان کے اصحاب کو اصحاب رائے خیال کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ان کی حقیقت و درایت تک نہ پہنچنے' اور ان کے فہم و فراست پر اطلاع نہ پانے کا نتیجہ ہے۔"

(مکتوب نمبر ۵۵' دفتر دوم)

Marfat.com

تعلیم فقہ

صد شکر کہ ہم نے زندگی میں زندگی پائی۔ اور زیست میں زیست کو ہی حاصل کیا۔ موت نہ پائی۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اسی زندگی میں موت سے ہمکنار ہو جاؤ' اور مرنے سے پہلے ہی مر جاؤ۔ کوئی مرا نہیں' تو مرے کیسے؟ اور جب مر گیا تو پھر جیئے کیسے؟ اور جو ان بکھیڑوں میں الجھ جائے' اسے پھر جینے مرنے کا ہوش کہاں؟ زندگی کوئی کھیل نہیں۔ لیکن زندگی ایک کھیل ہی تو ہے۔ کہیں انسان زندگی سے کھیلتا ہے۔ اور کہیں زندگی انسان سے کھیلتی ہے۔ اور کھیل جاری رہتا ہے۔

جن کیلئے یہ کہا جاتا ہے ناں! کہ مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ وہ مرنے سے پہلے مر نہیں جاتے۔ بلکہ وہ تو مر کر بھی نہیں مرتے' بلکہ امر ہو جاتے ہیں۔ اور امر ہونے والے کہاں مرتے ہیں؟ زندگی میں بڑا حسن ہے۔ بڑا نکھار ہے۔ بڑی تازگی ہے۔ بڑی دلکشی ہے۔ بڑی رعنائی ہے۔ بڑی دلربائی ہے۔ زندگی کا حسن نہ ہوتا تو کوئی شخص لحہ بھر کیلئے زندہ رہنے کو تیار نہ ہوتا۔ اس دلربائی کا' اس زیبائی کا سر عنوان انسان ہے۔ یہ ساری کائنات بڑی حسین ہے' بڑی دلنشین ہے۔ یہ اڑتے پرندے' یہ چلتے جانور' یہ تیرتی کشتیاں' ڈوبتی مچھلیاں' چمن کی راحتیں' صحرا کی وسعتیں' کہکشاؤں کی تابانیاں' شمس و قمر کی نورافشانیاں...... یہ سب قدرت کا شاہکار ہیں۔ لیکن ان سب سے حسین' ان سب سے اشرف' ان سب سے برتر ''انسان'' ہے۔ بنانے والے نے بنایا اور بہت خوب بنایا......

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

ہم نے انسان کو انتہائی خوبصورت حالت میں پیدا فرمایا۔

(التین: ٤)

حسن کا Climax ہے انسان۔ حسن کی انتہا ہے انسان۔ لیکن یہ حسن کیا ہے؟

حسن کیا ہے؟

کیا حسن چہرے کی خوبصورتی کا نام ہے؟ نہیں! اگر حسن صرف چہرے کی خوبصورتی کا نام ہوتا، تو گلوں کی پتیاں کتنی حسین ہیں؟ کیا حسن آنکھوں کی دلکشی کا نام ہے؟ نہیں! اگر حسن آنکھوں کی دلکشی کا نام ہوتا، تو مرغ کی آنکھوں جیسے مے خانے کس کے ہیں؟ کیا حسن نازوادا کا نام ہے؟ نہیں! اگر ایسا ہوتا تو مور کی چال کی مستیوں کے آگے کس کی مستی ہے؟ کیا حسن، حسین نقش ونگار کا نام ہے؟ نہیں! ایسا ہوتا تو سانپ سے حسین نقش ونگار کس کے ہیں؟ حسن فقط چہرے کی بناوٹ کا نام نہیں۔ حسن فقط آہو چشمی کا نام نہیں۔ حسن فقد کشیدہ قامتی کا نام نہیں...... حسن تو بس حسن ہے۔ ہر رنگ میں حسن۔ ہر ڈھنگ میں حسن۔ ہر نوا میں حسن۔ ہر ادا میں حسن۔ سوال یہ ہے کہ......

انسان کے اندر یہ حسن کیسے آتا ہے؟

انسان کے اندر حسن کے آنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ایک واسطہ ہے۔ اس ذریعے اور واسطے کو علم کہتے ہیں۔ علم، انسانی زندگی کے نشیب و فراز کو توازن دیتا ہے۔ علم انسان کے اندر کے انسان کو بیدار کرتا ہے۔ اس کی صلاحیتوں کو جگاتا ہے۔ اس کی قابلیتوں کو جلا بخشتا ہے۔ انسان کے عزم کی۔ ارادہ کی۔ ضمیر کی تعمیر کرتا ہے۔ عقل کو نمو اور فکر کو نشوونما دیتا ہے۔ اخلاق سنوارتا ہے۔ گفتار بناتا ہے۔ اور کردار سجاتا ہے۔ اگر کوئی علم ایسے نتائج نہیں دے رہا، تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ علم نہیں، محض ایک رسم ہے، جو پڑھائی جارہی ہے۔ ادا کرائی جارہی ہے۔ محض ایک

رواج ہے جسے رواج دیا جارہا ہے۔ اور ہمیں دیکھنا ہے کہ ہم اپنے تعلیمی ماحول میں کیا دیکھ رہے ہیں ؟ اور ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہم کیا سوچ دے رہے ہیں ؟

جو بھی انسان ہے اس کے خمیر میں ہے' کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے۔ جو اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان لیتا ہے' عارف بن جاتا ہے۔ جانِ عروس البلاد حضرت داتا گنج بخشؒ نے لکھا ہے جو عارف ہوتا ہے وہ عالم ضرور ہوتا ہے لیکن جو عالم ہوتا ہے ضروری نہیں کہ وہ عارف بھی ہو۔ جو باطن کے اسرار جانے' وہ عارف۔ جو ظاہر کے احوال جانے وہ عالم۔ عارف کا میدان طریقت ہے اور عالم کا میدان شریعت ہے۔ جو علم' طریقت کے اسرار سمجھاتا ہے' اسے تصوف کہتے ہیں اور جو علم' شریعت کی تفصیلات بتاتا ہے' اسے فقہ کہتے ہیں۔

فقہ کا علم بھی بڑا ضروری ہے اور تصوف کا علم بھی بڑا ضروری ہے۔ ایک پڑھا۔ دوسرے کو نہ پایا تو کچھ بھی نہ پایا۔ ایک کو پایا۔ دوسرے کو گنوایا' تو سب کچھ گنوایا۔ اور حقیقت کو اسی نے پایا جس نے ان دونوں کو پایا۔

حضرت امام مالکؒ کا قول ہے......

من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق.

(مرقاۃ المفاتیح' ج ۱' ص ۲۵۶)

جس نے فقہ پڑھی اور تصوف نہ پڑھا۔ وہ فاسق ہو گیا۔ اور جس نے تصوف پڑھا اور فقہ نہ پڑھی۔ وہ زندیق ہو گیا۔ اور جس نے یہ دونوں پڑھے وہ حقیقت پا گیا۔

مسائل فقہ بڑی تفصیل سے لکھ دیئے گئے۔ جو حلال تھے' وہ بھی بتا دیئے

Marfat.com

گئے۔ اور جو حرام تھے۔ وہ بھی سمجھا دیئے گئے۔ اور جو ان کے درمیان مشتبہ تھے ان کی بھی وضاحت کر دی گئی۔ فرمایا......

ان الحلال بیّن وان الحرام بیّن وبینھما امور مشتبھات — حلال بھی ظاہر۔ حرام بھی ظاہر۔ اور ان کے درمیان مشتبہ امور ہیں

ان سب کا جاننا بہت ضروری ہے۔ اس کے سوا چارہ نہیں۔ اس کے بنا گزارہ نہیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اسی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں......

"میرے فرزند! جوانی کے موسم کو غنیمت جان کر علوم شرعی حاصل کرنے اور ان علوم کے مطابق عمل کرنے میں مشغول رہیں۔ اور کوشش کریں کہ یہ قیمتی عمر بے ہودہ باتوں میں صرف نہ ہو اور کھیل کود میں برباد نہ ہو جائے۔"

(مکتوب نمبر ۱۷۹، دفتر اول)

باعث نجات

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فقہ کی تعلیم اور عمل کو باعث نجات گردانتے ہیں اور لکھتے ہیں......

"ضروری بات یہ ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کے عقائد کے موافق اپنے عقائد کو درست رکھیں اور پھر احکام فقہیہ فرض، واجب، سنت، مستحب، حلال، حرام، مکروہ و مشتبہ جاننے کے بعد ان کے موافق عمل بجا لائیں۔ جب یہ اعتقادی اور عملی دو پر حاصل ہو گئے اور خداوند تعالیٰ کی توفیق نے مدد کی تو عالمِ حقیقت کی طرف پرواز کر سکتے ہیں۔ ورنہ ان دو بازوؤں کے حاصل ہوئے بغیر عالم حقیقت تک پہنچنا محال ہے۔"

Marfat.com

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پے مصطفیٰ ﷺ

ترجمہ...... (کبھی حاصل نہ ہو دولت صفا کی
اطاعت جب تک نہ ہو مصطفیٰ ﷺ کی)

(مکتوب ۹۴' دفتر اول)

اسی مضمون سے ملتے جلتے مضامین بہت سارے دوسرے مکتوبات شریفہ میں بھی آتے ہیں۔ (مثلاً دفتر اول میں مکتوب نمبر ۷۵' ۱۷۹' ۱۹۰' ۱۹۳' ۲۷۸' ۲۷۵ اور ۲۶۶ اور دفتر دوم میں مکتوب نمبر ۶۰ اور ۶۱ اور دفتر سوم میں مکتوب نمبر ۱۷) ان میں یہی مضمون انہیں الفاظ کے ساتھ دھرایا گیا۔ اس لئے دھرانے کی ضرورت نہیں۔

علم تفصیلی یا اجمالی

اسی مضمون کے ضمن میں ایک بات کہ کیا ضروری مسائل کا علم ضروری ہے یا مسائل کا تفصیلی علم؟ تو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا نظریہ یہ ہے کہ تفصیلی علم حاصل کرنا چاہئے چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں......

''اس گروہ کے علوم' احوال کے علوم ہیں۔ اور احوال' اعمال کا نتیجہ اور ثمرہ ہیں۔ اور احوال کے علوم سے اس شخص کو ہی وراثت ملتی ہے' جس نے اعمال کو درست کیا ہو۔ اور ان کے اچھی طرح ادا کرنے پر قائم ہو۔ اور اعمال کا صحیح اور درست طریق پر ادا کرنا اس وقت میسر ہوتا ہے جب کہ اعمال کو پہچانے۔ اور ہر عمل کی کیفیت جانے۔ اور وہ احکام شرعی مثلاً نماز' روزہ اور باقی فرائض و معاملات' نکاح و طلاق' بیع و شرئی اور ہر اس چیز کا علم ہے' جو حق تعالیٰ نے اس پر واجب کیا

Marfat.com

ہے۔ اور اس کی طرف اس کو بلایا ہے۔ یہ علوم کسبی ہیں' ان کو سیکھے بنا کسی کو چارہ نہیں۔" (کاش! اس حقیقت کو کچھ "لوگ" سمجھیں۔)

(مکتوب نمبر ۲۹' دفتر اول)

علم فقہ اور علم تصوف میں زیادہ اہم کیا ہے؟

علم فقہ بھی بہت ضروری ہے اور علم تصوف بھی بہت ضروری ہے۔ تصوف نام ہے کیفیات کا' روحانیات کا۔ اور فقہ نام ہے کمیات کا' جسمانیات کا۔ جسم کا بیرونی ڈھانچہ پہلے آتا ہے۔ لہٰذا اس کی تعمیر کی نوبت بھی پہلے آتی ہے۔ اعمال جتنے بھی ادا ہوتے ہیں۔ ان کا زیادہ تر تعلق جسم کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ اعمال سے ہی احوال جنم لیتے ہیں۔ سو پہلے اعمال کا علم یعنی فقہ کا علم ہے۔ اگر اعمال کی درستگی ہو جائے تو احوال کی درستگی بھی ہو جاتی ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں......

"پس چاہئے کہ جس طرح آپ کی مجلس مبارک میں کتب تصوف کا ذکر ہوتا رہتا ہے اسی طرح فقہ کی کتابوں کا ذکر بھی ہونا چاہئے اور فقہ کی کتابیں فارسی میں بہت ہیں۔ مثلاً مجموعہ خانی' عمدۃ الاسلام اور کنز فارسی بلکہ اگر کتب تصوف نہ بھی مذکور ہوں تو کچھ خوف نہیں۔ کیونکہ وہ احوال سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور قال میں نہیں آتیں۔ اور کتب فقہ کے مذکور نہ ہونے میں ضرر کا احتمال ہے۔ زیادہ کیا طول کلامی کی جائے......

القلیل یدل علی الکثیر — تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے

(مکتوب نمبر ۲۹' دفتر اول)

دوسری جگہ اسی مضمون کو یوں بیان کرتے ہیں......

"بندہ مقبول وہی ہے جو مولیٰ کے امر ہوتے ہی اس کا امر بجالائے۔ امر

Marfat.com

کے بجالانے میں دیر کرنا بے ادبی اور سرکشی ہے۔ فقہ کی فارسی کتابیں ترغیب الصلوٰۃ اور تیسیر الاحکام وغیرہ ہر وقت اپنے پاس رکھیں۔ اور مسائل شرعیہ کو ان میں سے دیکھ کر ان پر عمل کریں۔ کتاب گلستان وغیرہ فقہ کی فارسی کتابوں کے مقابلے میں فضول وبے کار ہیں۔ بلکہ ضروری امر کے سامنے لایعنی ہیں۔ دین میں جس امر کی حاجت اور ضرورت ہے۔ اس کو جاننا چاہئے' اور اس کے سوا کی طرف التفات نہ کرنی چاہئے۔"

(مکتوب ۷۱' دفتر سوم)

صوفی فقیہہ بھی ہو

پہچاننے والا جاننے والا بھی ہے۔ لیکن جاننے والا پہچاننے والا بھی ہو' یہ ضروری تو نہیں۔ ایک فقیہہ کیلئے عارف ہونا ضروری نہیں۔ لیکن ایک عارف کیلئے فقیہہ ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ معرفت کی منزل فقہ کے راستوں سے گزر کر آتی ہے۔ معرفت کی منزل پانے والے فقاہت کے راستوں سے گزر کر ہی جاتے ہیں۔ اسی حقیقت کی طرف حضرت مجدد علیہ الرحمۃ متوجہ کر رہے ہیں......

"جس طرح کتاب وسنت کے موافق اعتقاد کا درست کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح ان کے موافق جیسے کہ علمائے مجتہدین نے کتاب وسنت سے استنباط فرمایا ہے۔ اور حرام وحلال' فرض وواجب' مستحب' مکروہ اور مشتبہ کے احکام ان سے نکالے ہیں ان کا علم وعمل بھی ضروری ہے۔ مقلد کو لائق نہیں کہ مجتہد کی رائے کے برخلاف کتاب وسنت سے احکام اخذ کرے۔ اور عمل کرے۔ اور عمل کرنے میں اس مجتہد کے مذہب سے جس کا وہ تابع ہے قول مختار کو اختیار کرے۔ اور رخصت سے اجتناب کر کے عزیمت پر عمل کرے۔ اور جہاں تک ہو سکے' مجتہدین کے

Marfat.com

اقوال جمع کرنے کی کوشش کرے تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔

مثلاً امام شافعیؒ وضو میں نیت کو فرض کہتے ہیں' تو سالک نیت کے بغیر وضو نہ کرے۔ اسی طرح امام شافعیؒ اعضاء کے دھونے میں ترتیب اور تواتر کو بھی لازم جانتے ہیں۔ سو ترتیب و تواتر کی بھی رعائت کرنی چاہئے۔ امام مالکؒ اعضاء کے دھونے میں دلک یعنی ملنے کو فرض کہتے ہیں چنانچہ اعضاء کو ملنا بھی چاہئے۔

ایسے ہی لمس نساء اور مس ذکر کو وضو کا ناقض یعنی توڑنے والا کہتے ہیں۔ چنانچہ لمس نساء اور مس ذکر کے واقع ہونے کی صورت میں از سر نو وضو کرے...... علیٰ ہذا القیاس

ان دو اعتقادی و عملی پروں کے حاصل ہونے کے بعد قرب ایزدی جل شانہ کے مدارج عروج کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اور منازل ظلمانی اور سالک نورانی کے قطع کرنے کا طالب ہونا چاہئے''

(مکتوب نمبر ۲۸۶' دفتر اول)

طالب علم اور عالم

علم کا راہی بڑی قدر والا ہے۔ علم کا راہبر بڑی قدر والا ہے۔ یہ سب اس لئے قدر والے ہیں۔ کہ ان کی نسبت قدر والے کے ساتھ ہے۔ اور وہ قابل قدر چیز علم ہے۔ جو اس قابل قدر کی قدر کرتے ہیں۔ وہ خود قابل قدر بن جاتے ہیں۔ اور جو اس کی قدر نہیں کرتے۔ ان کی بھی کوئی قدر نہیں کرتا۔

ہم علم کی تو قدر کرتے ہیں' لیکن طالب علم کی نہیں۔ ہم علم کی تو قدر کرتے ہیں' لیکن عالم کی نہیں۔ تو یہ کیسی قدر ہے؟ یہ کیسا ادب ہے؟ یہ کیسی تعظیم ہے؟ کہ صفت کی توصیف ہو رہی ہے۔ اور موصوف کی توہین ہو رہی ہے۔ صفت کو

Marfat.com

سراہا جارہا ہے۔اور موصوف کو دبایا جارہا ہے۔حالانکہ صفت کا وجود تو موصوف کے وجود پر منحصر ہوتا ہے۔اور صفت' موصوف سے کمزور ہوتی ہے۔ہم طاقتور کو کمزور کررہے ہیں۔اور کمزور کو شہ زور بنارہے ہیں۔اور کمزور شہ زور بن جائے' تو بڑے بڑے زور ٹوٹ جاتے ہیں۔بڑوں بڑوں کے زور ٹوٹ جاتے ہیں۔اور کچھ اس طرح ٹوٹتے ہیں کہ نہ گردن پر سر رہتا ہے۔اور نہ ٹانگوں پر دھڑ۔اس لئے علم کی قدر کیلئے طالب علم کی قدر بڑی ضروری ہے۔ معلم کی قدر بہت ضروری ہے۔یہی بات حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرمارہے ہیں۔آپؒ کی خدمت میں شیخ فریدؒ نے طالب علموں اور صوفیاء کے خرچ کو کچھ رقم روانہ کی۔اس خط میں شیخ فریدؒ نے ذکر کرتے وقت طالب علموں کا ذکر پہلے کیا ہے اور صوفیاء کا بعد میں۔اس ترتیب پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ بڑے خوش ہوئے پھر ان کے اوصاف اور فضیلتیں بیان فرمائیں کہ یہی لوگ علم ظاہر (فقہ) پڑھانے والے اور شریعت کے مبلغ ہیں' انہی سے اسلام کی اشاعت ہے۔اس تگ ودو کے باعث (مختلف بیماریوں میں) گرفتار طالبعلم کو ان بیماریوں سے آزاد صوفی پر ترجیح دیتے ہیں۔حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تصریح ملاحظہ ہو......

''آپ نے مولانا قلیچ کے خط میں لکھا تھا کہ طالب علموں اور صوفیوں کیلئے کچھ خرچ بھیجا گیا ہے۔صوفیوں پر طالب علموں کے ذکر کا مقدم کرنا۔آپ کی بلند ہمت نظر میں بہت ہی اچھا معلوم ہوا۔اور اس مضمون کے موافق 'الظاھر عنوان الباطن (ظاہر باطن کا نمونہ ہے)'امید ہے آپ کے باطن شریف میں بھی اس بزرگ جماعت کا صوفیوں پر مقدم رکھنا ظاہر ہوگا کیونکہ......

Marfat.com

کل اناء یترشح بما فیہ   برتن سے وہی چھلکتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے

اور طالب علموں کے مقدم سمجھنے میں شریعت کی ترویج ہے۔ شریعت کے اٹھانے والے یہی لوگ ہیں اور مذہب مصطفوی ﷺ انہی کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ پاک قیامت کے دن شریعت کے بارے میں پوچھیں گے۔ اور تصوف کی بابت کچھ بھی نہیں پوچھیں گے۔ جنت میں داخل ہونا' اور دوزخ سے بچنا' شریعت کے حکم بجالانے پر منحصر ہے۔

انبیاء علیہم السلام نے جو تمام مخلوقات سے بہتر ہیں۔ شرائع کی طرف دعوت دی ہے۔ اور اپنی تمام زندگی اسی پر رہے ہیں۔ اور ان بزرگواروں کی پیدائش سے مقصود ہی احکام شریعت کا لوگوں تک پہنچانا ہے۔ پس سب سے بڑی بھاری نیکی یہ ہے۔ کہ شریعت کو رواج دینے' اور اس کے حکموں میں سے کسی حکم کو زندہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ بالخصوص اس زمانے میں جب کہ اسلام کے نشان مٹ گئے ہوں۔ کروڑہا روپیہ خرچ کرنا اس کے برابر نہیں۔ کہ شرعی مسائل میں ایک مسئلے کو رواج دیا جائے۔ کیونکہ اس فعل میں انبیاء کی اقتدا ہے۔ جو بزرگ ترین مخلوقات ہیں۔ اور اس فعل میں ان بزرگواروں (علماء و طلباء) کے ساتھ شریک ہونا ہے۔ اور یہ بات ثابت ہے۔ کہ سب سے بڑھ کر نیکیاں انہیں لوگوں کو عطا ہوئی ہیں۔ ورنہ کروڑہا روپیہ خرچ کرنا' ان بزرگواروں کے سوا اوروں کو بھی میسر ہے۔ نیز شریعت کے بجالانے میں نفس کی کمال مخالفت ہے۔ کیونکہ شریعت نفس کے خلاف واقع ہوئی ہے۔ اور مال خرچ کرنے میں کبھی نفس بھی موافقت کر جاتا ہے۔ ہاں اس مال کے خرچ کرنے میں جو شریعت کی تائید' اور مذہب کی ترویج کیلئے ہو۔ بہت

Marfat.com

درجہ ہے۔ اور اس نیت سے ایک روپیہ خرچ کرنا کسی دوسری نیت سے کئی لاکھ خرچ کرنے کے برابر ہے۔

گرفتار طالب علم، صوفی آزاد سے بہتر ہے

یہاں کوئی یہ سوال نہ کرے کہ طالب علم گرفتار کو صوفی آزاد سے کیوں مقدم کیا ہے؟

یہ اس لئے کیا ہے۔ کہ طالب علم نے ابھی بات کی حقیقت کو معلوم نہیں کیا۔ یہ گرفتاری کے باوجود خلقت کی نجات کا باعث ہے۔ کیونکہ احکام شرعی کی تبلیغ اس سے حاصل ہے۔ اگرچہ خود اس کو اس سے نفع نہیں ہے۔ اور صوفی نے آزادی کے باوجود اپنے نفس کو خلاص کیا ہے۔ جس کا خلقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس شخص سے بہت سے لوگوں کی نجات وابستہ ہو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو صرف اپنی نجات کے خیال میں ہے۔

ہاں وہ صوفی جو فنا و بقا اور سیر عن اللہ اور سیر باللہ کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور مخلوق کو دعوت دینے میں مشغول ہوا۔ وہ مقام نبوت سے حصہ رکھتا ہے۔ شریعت کے حکم پہنچانے والوں میں داخل ہے۔ اور علمائے شریعت کا حکم رکھتا ہے۔"

(ہم طالب علم، طالب کرم بن کر "کسی" سے کرم کی عطا مانگتے ہیں، اپنے کرم سے کرم عطا ہو۔)

دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں......

مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ہے......

"قیامت کے دن شہیدوں کے خون کو علماء کی (کتابت کی) سیاہی سے

تولیں گے۔ اور سیاہی والا پلڑہ غالب آجائے گا۔ سبحان اللہ وبحمدہ"

یہی سیاہی وروسیاہی ان کی عزت وسرخروئی کا باعث ہوئی۔ اور ان کے مرتبہ کو پستی سے بلندی تک پہنچادیا۔

؎ بتاریکی دروں آب حیات است

ترجمہ...... "ظلمت میں چھپا ہوا ہے آب حیات"

اور

؎ غلام خویشتم خواند لالہ رخسارے
سیاہ روئی من کرد عاقبت کارے

ترجمہ...... "میرے محبوب نے مجھ کو اپنا بنا لیا
اور سیاہ روئی نے میرا کام بنادیا"

(مکتوب ۷۴، دفتر سوئم)

اسی لئے شیخ فریدؒ کو لکھتے ہیں......

"پس لازم ہے کہ اپنی ساری ہمتیں احکام شرعی بجالانے میں صرف کرنی چاہییں۔ اور اہل شریعت علماء وصلحاء کی تعظیم وعزت بجالانی چاہیے۔ اور شریعت کو رواج دینے میں کوشش کرنی چاہیے۔"

(مکتوب ۱۶۵، دفتر اول)

Marfat.com

رفتارِ زمانہ پابند ہے کسی کی

آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔ غروب ہو رہا ہے۔ ماہتاب نکل رہا ہے۔ چھپ رہا ہے۔ دن آ رہے ہیں۔ جا رہے ہیں۔ راتیں شروع ہو رہی ہیں۔ ختم ہو رہی ہیں۔ انسان پیدا ہو رہا ہے۔ مر رہا ہے۔ اپنی جان سے گذر رہا ہے۔ گیتی کے سینے پر بہاروں کا سماں چھا رہا ہے۔ خزاؤں کا طوفان آ رہا ہے۔ یہ سوچنے کی بات نہیں کہ بہار پہلے ہے کہ خزاں۔ جسم پہلے ہے کہ جاں۔ رات کے اندھیرے پہلے ہیں یا صبح کے سویرے۔ آفتاب پہلے ابھرتا ہے کہ ماہتاب؟ بلکہ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ سب مقررہ وقت پر ہی کیوں آ رہے ہیں؟ ایسا کہیں نہیں ہے کہ دن آئے اور رات رہ جائے۔ یا بہار آ جائے اور خزاں چھپ جائے۔ انسان زندہ ہو اور مر نہ پائے۔ ہاں یہ ہوتا ہے' سچ! یہ ہوتا ہے اور اس لئے ہوتا ہے کہ یہ جس نظام کے تحت ہو رہا ہے۔ وہ نظام یکتا ہے۔ یکتا کا ہے۔ نظام ایک ہے۔ ایک کا ہے۔ نظام وحدت ہے۔ واحد کا ہے۔ اس کے اصول اٹل۔ اس کے قانون اٹل۔ وہ جو کرنے پر آئے' اس سے نہ ٹلنے والا۔ اور یہ اصول بھی نہ ٹلنے والے......

فطرة الله التی فطرالناس

علیها لاتبدیل لخلق

الله...... الخ

(الروم: ۳۰)

اللہ کی عادتیں بدلتی نہیں۔ اللہ کے اصول بدلتے نہیں۔ اللہ کے قانون بدلتے نہیں۔ اس نے رات کی تاریکیاں بنائیں' تو دن کی ضیاپاشیاں بھی دکھائیں۔ صبح کی صباحتیں بنائیں' تو شام کی ملاحتیں بھی۔ ہر ایک کے ساتھ اس کا الٹ رکھ

Marfat.com

دیا۔ یہ سلسلہ ہے شب وروز کا۔ یہ زنجیر ہے حیات وممات کی۔ یہ دور ہیں آفتاب وماہتاب کے......

لاالشمس ینبغی لھا ان تدرك القمر ولاالليل سابق النهار وكل في فلك يسبحونO (یٰسین: ٤٠)	سورج کی یہ مجال نہیں کہ وہ چاند کو جا پکڑے۔ اور نہ ہی رات' دن سے پہلے آسکتی ہے۔ اور ہر ایک اپنے اپنے طبق میں تیر رہے ہیں۔

سورج کا اپنا وقت۔ چاند کا اپنا وقت۔ رات کا اپنا وقت۔ دن کا اپنا وقت۔ سب اپنے اپنے وقت پر آرہے ہیں۔ جارہے ہیں۔

والشمس تجري لمستقرلها ذلك تقدير العزيز العليمO (یٰسین: ٣٨)	سورج اپنے مدار میں دوڑ رہا ہے۔ اور غالب علم والے کا اندازہ ہے۔

سورج' چاند اور ستاروں کا اپنے مداروں میں حرکت کرنا' اور اپنے اپنے وقت پر آنا اور جانا۔ یہ سب' سب سے بڑے علم والے کے اندازے ہیں۔ یہ سب تعین اس کی طرف سے ہیں۔ اس نے ہر ایک کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔

انسان کے آنے کا وقت۔ انسان کے جانے کا وقت۔ اسی کا مقرر کردہ ہے۔ انسان کو جن معاملات سے پالا پڑتا ہے۔ اس کے وقت مقرر۔ کھانے کا وقت۔ کھانے کا عرصہ۔ سونے کا وقت۔ جاگنے کا زمانہ ...... یہ سب مقرر ہیں۔ یوں ہی عبادات کے باب میں بھی ہر عبادت مقصودہ کا وقت مقرر۔

Marfat.com

حج ہے تو ذوالحجہ کے مہینے میں ہوتا ہے۔اور کسی مہینے میں نہیں......

الحج اشھر معلومٰت .الخ — حج معلوم شدہ مہینوں میں ہے

فرض روزے ہیں تو سال کے بعد صرف رمضان کے مہینے میں ہیں۔

یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون O ایامامعدودات ......الخ

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔یہ چند گنے چنے دن ہیں۔

(البقرة:۱۸۳)

زکوٰۃ ہے۔حولان حول ہو گیا۔نصاب پورا ہے۔اور سال بیت گیا ہے۔تو ا تواالزکوٰۃ......اسی طرح رأس العبادات نماز کا معاملہ ہے۔اسکے اوقات بھی مقرر ہیں......

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاO

ماننے والوں پر نمازیں وقت مقررہ پر فرض کی گئی ہیں۔

(النساء:۱۰۳)

ہر نماز کا وقت معین ہے۔کس وقت سے پڑھنی ہے؟ کس وقت میں پڑھنی ہے؟اور کس وقت تک پڑھنی ہے؟ سب کچھ مقرر۔سب کچھ معین......

وکل شیءٍ عندہ بمقدارٍO (الرعد:۸)

اور ہر ایک چیز اس کے ہاں مقرر شدہ ہے

Marfat.com

احکام فقہ کی بڑی تفصیلات ہیں۔ بڑی تشریحات ہیں۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ فقہ وہ سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں۔ دریاؤں میں قطرے سمٹے ہوئے ہیں اور قطروں میں دریا پھیلے ہوئے ہیں......

ہر قطرہ دریا میں ہے دریا کی گہرائی

اللہ پاک نے امت مسلمہ کے فرزندوں کو ایسے زرخیز دماغ عطا فرمائے کہ انہوں نے چھوٹے چھوٹے مسائل سے بڑے بڑے نتائج اخذ کیئے۔ ایک معلوم بات سے ہزاروں نامعلوم باتیں دریافت کیں۔ میدان ایک تھا۔ دوڑ اپنی اپنی تھی۔ فیلڈ ایک تھا۔ سعی اپنی اپنی تھی۔ اس سعی و کاوش میں ان زرخیز دماغوں نے بڑے بڑے اصول بنائے۔ بڑے بڑے پھول کھلائے۔ ہر اک گل کا اپنا ہی رنگ۔ ہر ایک کی اپنی خوشبو۔ اس گلشن فقہ سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے کمال احتیاط سے نشاط مسائل کی جو کلیاں چنیں۔ وہ اپنے رنگ و خوشبو میں بے مثل بھی ہیں۔ اور بے مثال بھی۔ اس سے آپ کی مجتہدانہ بصیرت، فقہی مہارت پر بڑی حد تک روشنی پڑتی ہے۔ آپؒ علوم شریعت کا ایک بحر ذخار تھے۔ ہمارے سامنے زیر بحث صرف وہ مسائل ہیں جو آپ کے قلم سے نکلے اور مکتوبات اور دوسری کتب میں محفوظ ہو گئے ورنہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی نسبت غالبؔ کی زبان میں بہ ترمیم یہی کہا جا سکتا ہے......

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
وہ ''اس'' کے ہیں ان کا پوچھنا کیا

اوقات نماز کے باب میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا مؤقف کیا ہے؟ اس مؤقف کے پیچھے کیا کیا دلائل ہیں؟ اور یہ مؤقف سنت اور شریعت کے کتنے قریب ہے۔ اس پر گفتگو کیلئے آپؒ کے مکتوب شریف کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اس کے

بعد احادیث مبارکہ کی روشنی میں دیکھیں گئے کہ کون سا مؤقف حقیقت سے قریب ترہے۔ آپ نمازوں کے اوقات کی بابت ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں......

"یہ فقیر اپنے موجودہ حال کی نسبت لکھتا ہے' کہ بہت مدت تک علوم ومعارف اوراحوال ومواجید موسلادھار بارش کی طرح برستے رہے۔ اور جو کام کرنا چاہئے تھا اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کردیا۔ اب سوائے اس کے اور کوئی آرزو نہیں رہی۔ کہ نبی کریم ﷺ کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے۔ اور احوال ومواجید اہل ذوق کیلئے مسلم رہیں۔ آپ کو چاہئے کہ باطن کو خواجگان قدس سرہم کی نسبت سے معمور رکھیں۔ اور ظاہر کو نبی کریم ﷺ کی تابعداری سے آراستہ وپیراستہ بنائیں۔

کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ......

(کرنے کا کام بس یہی ہے۔ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے بے کار ہے۔)

نماز پنجگانہ اول وقت میں ادا کیا کریں۔ مگر موسم سرما کی عشاء کی نماز میں رات کے تیسرے حصے تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ فقیر اس امر میں بے اختیار ہے۔ نہیں چاہتا کہ نماز کے ادا کرنے میں سر مُو تاخیر ہو۔ اور بشریت کا عجز اس سے مستثنیٰ ہے۔"

(مکتوب نمبر ۷ ۳' دفتر اول)

اس مکتوب شریف سے ظاہر ہوا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نماز کو اول وقت میں ادا کرنے کے قائل تھے۔ اب ہم بالترتیب ہر نماز کے وقت کا حدیث پاک اور فقہاء کرام کی آراء کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔

Marfat.com

نماز فجر

جیسا کہ اوپر مکتوب میں مذکور ہوا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ہر نماز کو اول وقت میں ادا فرماتے تھے اسی کے مطابق عمل فرماتے تھے۔"جواہر مجددیہ" (از حضرت احمد حسین خان۔ یہ مکتوبات شریف کے مترجم بھی ہیں۔) میں آپ کی نماز فجر کے متعلق لکھا ہے کہ......

"صبح سے قبل بیدار ہوتے۔ تجدید وضو فرما کر سنت گھر میں ادا فرماتے۔ اس کے بعد قبلہ رو ہو کر اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتے۔ لیکن آخر میں یہ اضطجاع ترک کر دیا تھا۔ پھر مسجد جاتے اور فجر اول وقت میں جماعت کثیر ادا فرماتے۔ اور خود امامت فرماتے۔"

(جواہر مجددیہ، صفحہ ۵۵)

آیئے تاجدار کائنات ﷺ کا عمل مبارک دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کس وقت نماز فجر ادا کیا کرتے تھے۔ حدیث شریف ہے......

پہلی دلیل

عن عائشة رضی اللہ عنہا ان نساء المؤمنات كن يصلين الصبح مع النبي ﷺ ثم يرجعن متلفعات بمروطهن لا يعرفهن احد

(صحیح مسلم، جلد ۱، ص ۲۳۰)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مسلمانوں کی عورتیں صبح کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھتی تھیں اور وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی اس حال ہوتی تھیں کہ کوئی انہیں پہچانتا نہ تھا۔

اس حدیث شریف سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نماز اتنی جلدی ہوتی تھی۔

Marfat.com

اور منہ اندھیرے ہوتی تھی۔ کہ عورتیں نماز پڑھ کر جب گھروں کو واپس آتیں' تو اندھیرے کے باعث کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا۔ اگرچہ اس میں اندھیرے کو عدم پہچان کی وجہ نہیں بتایا گیا' لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ وہ پردوں میں ہونے کے باعث پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ کیونکہ عورت پردہ میں ہو تو اجنبی کو دن دیہاڑے بھی پہچان نہیں ہوتی۔ ایک اور حدیث شریف اس امر پر صراحت کر رہی ہے کہ ان صحابیات رضی اللہ عنہن کا نہ پہچانا جانا اندھیرے کے باعث تھا۔ نہ کہ پردے کے باعث۔

دوسری دلیل

ان عائشة زوج النبی ﷺ قالت لقد كان نساء من المؤمنات يشهدن الفجر مع رسول الله ﷺ ملفعات بمروطهن ثم ينقلبن الیٰ بيوتهن وما يعرفن من تغليس رسول الله ﷺ بالصلوٰة
(صحیح مسلم' جلد ۱' ص ۲۳۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مومن عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئیں' رسول اللہ ﷺ کے ساتھ' صبح کی نماز میں حاضر ہوتی تھیں۔ پھر اپنے گھروں کو پلٹ جاتی تھیں۔ آقائے دوعالم ﷺ کے اندھیرے میں نماز پڑھنے کے باعث انہیں کوئی بھی پہچانتا نہ تھا

یہ اور اس طرح کی بہت سی احادیث شریفہ اس بات کی طرف واضح نشان دہی کرتی ہیں کہ تاجدار کائنات ﷺ نماز فجر کو اول وقت میں ادا فرماتے تھے۔ یہ

Marfat.com

تصویر کا ایک رخ ہے۔ اور تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ نماز فجر اسفار کر کے پڑھا کرتے تھے۔

اسفار کیا ہے؟

پہلی دلیل

حدیث شریف ہے......

عن رافع بن خديج قال سمعت رسو ل الله ﷺ يقول اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر (جامع ترمذی، ص ٤٩)

حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کو اسفار کر کے پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد ہوتا ہے......

دوسری دلیل:

ان رسول الله ﷺ قال ما اسفرتم بالصبح فانه اعظم للاجر.

(سنن ابی داؤد ج ا۔ ص ٦١)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبح کی نماز روشن کر کے پڑھنے سے زیادہ اجر ملتا ہے۔

Marfat.com

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہو رہا ہے۔ کہ نماز فجر' صبح کی سفیدی کے بہت زیادہ پھیل جانے پر پڑھنی چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں تاخیر کر کے پڑھنی چاہیئے۔

ان دو احادیث شریف میں تاجدار کائنات ﷺ نے "سفر" کا لفظ ارشاد فرمایا کہ "اسفروا باالفجر" اور دوسری میں "مااسفرتم باالصبح" کے الفاظ میں "اسفار" کا معنی ہے چہرہ کھولنا۔

صبح کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو عرب کہتے ہیں "اسفرالصبح" کہ صبح روشن ہو گئی۔ چہرے کے حسین ہونے یا چمکنے کو بھی "اسفرالوجہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے اسفار کا معنی ہے چمکنا' روشن ہونا' واضح ہونا۔

اب تاجدار کائنات ﷺ کے ارشاد والاشان کی طرف نظر کیجیئے فرمایا۔

"اسفر وابا الفجر"

جب صبح واضح ہو جائے تب فجر پڑھا کرو۔ اور صبحیں دو ہیں۔ ایک صبح کاذب' دوسری صبح صادق۔ صبح کاذب جب تک رہتی ہے نماز کا وقت نہیں ہوتا۔ اور جوں ہی صبح کاذب ختم ہوتی ہے' صبح صادق شروع ہو جاتی ہے۔ نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ کا فرمان اذعان اسی طرف اشارہ ہو کہ جب صبح صادق' صبح کاذب سے ممتاز ہو جائے۔ واضح ہو جائے۔ اس وقت فجر پڑھا کرو۔ اور ظاہر ہے یہ وقت اول وقت ہی ہوتا ہے۔

حقیقت کشائی

اس پر صاحب فتح القدیر کا وہ مشہور اعتراض اگر ذہن میں کھٹکتا ہو' تو دور کر دینا چاہیے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "اگر "اسفار" کا معنی فجر کے وقت کا متحقق ہونا مراد

لیا جائے' تو پھر حدیث پاک کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ فجر کا وقت متحقق ہونے کے بعد نماز پڑھنے سے زیادہ اجر ملتا ہے۔ اور اگر وقت سے پہلے بھی پڑھ لی جائے تو پھر بھی اجر ملے گا۔ حالانکہ ایسا ممکن نہیں۔"

اس کے جواب میں عرض ہے کہ حدیث پاک کے الفاظ دیکھے جائیں تو معاملہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

اسفرو اباالفجر فانه اعظم للاجر	فجر کو روشن کر کے پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔

"اعظم" اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ کثرت و مبالغہ کے معانی پائے جاتے ہیں۔ کسی چیز کی اہمیت جتانا ہو تو اس کیلئے ایسے صیغے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جس شے کی فضیلت بیان کی جارہی ہے۔ اسی سے لازماً اس کے برعکس چیز کی تحقیر کرنا مقصود ہو۔ جس طرح قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

والله ورسوله احق ان یرضوه.	کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس بات کے سب سے زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ جو بھی اللہ پاک اور رسول ﷺ کے سوا ہے۔ اس کی رضا کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کو راضی رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حالانکہ ہمارے ماں باپ' بہن بھائی' عزیز' رشتہ دار' دوست' احباب کتنے ہی ایسے اور افراد ہیں کہ جن کو راضی رکھنے کا اللہ پاک نے حکم دیا ہے۔ تو کیا ہم اس لئے لوگوں سے بگڑتے پھریں۔ کہ ہمیں تو صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی رکھنے کا

Marfat.com

حکم ہے۔ ویسے ایک ضمنی بات ہے کہ ہمارے دینی طبقے کے بہت سے لوگ یہی رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ بدی کے مرتکب لوگوں سے نفرت۔ ان سے دعاو سلام تک کرنا دین دوستی کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یوں وہ خدائی سے رشتے توڑ کر خدا سے رشتہ جوڑنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ نہ قرآن پاک میں آتا ہے اور نہ حدیث شریف کا حکم۔

بات ہو رہی ہے کہ ہم اللہ اور رسول ﷺ کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں کو راضی رکھتے ہیں۔ تو ان کا راضی رکھنا یہ لازم نہیں کرتا کہ ہم خدا کو ناراض کر رہے ہیں۔ بلکہ خدا کی رضا کا اپنی شان کے مطابق مقام ہے۔ اور بندوں کی رضا کا ان کی حیثیت کے مطابق مقام ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ جب ایک شے کی بڑائی بیان کی جارہی ہوتی ہے تو ضروری نہیں کہ اس کے مقابل یا اس کے علاوہ اشیاء کی تحقیر کی جارہی ہے۔

اب آئیں تاجدار کائنات ﷺ کے ارشاد پاک کی طرف۔ فرمایا۔ کہ جب صبح واضح ہو جائے تو فجر پڑھا کرو۔ بے شک یہ بہت بڑے اجر کی بات ہے۔ "اجر کا تعلق "" "اعظم" کے ساتھ ہے۔ اور یہ چیز ادائیگی نماز فجر پر دلالت کر رہی ہے۔ نہ کہ وقت آخر کے ساتھ۔ سو وہ بنیاد ہی اٹھ گئی۔ جس پر یہ اعتراض اٹھا تھا۔ اسی طرح سفیدی پھیل جانے کے بعد نماز فجر کی ادائیگی پر ایک اور حدیث شریف پیش کی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔

تیسری دلیل

کان یصلی الصبح فینصرف الرجل فینظر الیٰ	آپ ﷺ صبح کی نماز ایسے وقت میں ادا فرماتے تھے کہ آدمی اپنے

Marfat.com

وجه جلسه الذی یعرف فیعرفه' (مسلم شریف' صحیح مسلم' ج' ا' ص ۲۳۰)

ساتھ بیٹھے ہوئے اس شخص کو جسے وہ (پہلے سے) پہچانتا ہوتا' جان لیتا۔

یہ حدیث شریف جس مسئلہ کیلئے دلیل بنائی جا رہی ہے' اس کی یہ دلیل ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول وقت میں بھی پڑھی گئی نماز میں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ آدمی اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان سکتا ہے۔ (جہاں کوئی روشنی نہ ہو) "الذی یعرف فیعرفه" کے الفاظ قابل توجہ ہیں کہ وہ شخص جسے جانتا ہوتا۔ وہ اسے پہچان لیتا۔ اس سے خود واضح ہو رہا ہے۔ یعنی اتنا اندھیرا ہوتا تھا کہ اگر اجنبی آدمی ساتھ کھڑا ہو جائے تو اسے پہچاننا مشکل ہو۔

اس پر تیسری دلیل کہ یہ حدیث شریف "اسفار باالفجر" پر دلالت نہیں کر رہی' یہ ہے کہ اسی حدیث شریف کے آگے کا ٹکڑا ہے۔

وکان یقرا فیها من المائة الی الستین.

آپ ﷺ اس (نماز فجر میں ساٹھ آیات سے 100 تک آیات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

ساٹھ سے لیکر سو آیات تک تلاوت فرماتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ رکوع و سجود بھی ادا فرماتے۔ اور تعدیل کے ساتھ ادا فرماتے۔ پھر قعدہ بھی ہوتا۔ ظاہر ہے ان میں بھی وقت لگتا۔ اس کے بعد سلام پھیرتے' تو یہ کیفیت ہوتی تھی کہ جو شخص پہلے سے کسی کا آشنا ہوتا' وہ اس کو پہچان لیتا تھا۔

یہ تلاوت بھی ہماری آپ کی تلاوت نہیں۔ اس زبان حق ترجمان کی

Marfat.com

تلاوت ہے۔ جس کے دل پر یہ کلام مقدس اتر تا تھا۔اور تلاوت بھی اس انداز کی تھی۔کہ حکم تھا......

ورتل القرآن ترتیلاً. کہ قرآن پاک کو خوب ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کیا کرو۔

(المزمل : ۴)

یہ اس ذات بابرکات کی تلاوت تھی جنہیں فرمایا گیا تھا......

لا تحرك به لسانك لتعجل به . جلدی پڑھنے کیلئے زبان کو حرکت نہ دیں۔

(القیمہ : ۱۰)

آپ ﷺ اپنی زبان مبارک کو قرآن پاک کے ساتھ جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں۔ ایسی کیفیت میں جب آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرمایا کرتے۔اور ان کی تعداد بھی ساٹھ سے سو کے درمیان ہوتی۔اور یہ بھی واضح ہے کہ آپ ﷺ صبح کی نماز میں طوال مفصل کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ایسے حالات میں جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے۔ تو راوی کہتے ہیں کہ آدمی دور کے بھی نہیں۔اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شناسا شخص کو پہچان لیا کرتا تھا۔

اسی طرح اول وقت میں نماز فجر ادا کرنے پر حضرت عائشہؓ سے وہ احادیث مبارکہ مروی ہیں جن میں آپؓ فرماتی ہیں کہ عورتیں تاجدار کائنات ﷺ کے ساتھ نماز ادا کیا کرتی تھیں۔وہ چادروں میں لپٹی ہوئی آتیں۔اور اسی طرح واپس جاتیں۔اور اندھیرے کے باعث کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا۔

اس پر اگر یہ شبہ وارد ہو کہ یہ تو عورتوں کے متعلق ہے۔اور عورتوں کیلئے ”غلس“(اندھیرا یعنی اول وقت) میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔

Marfat.com

یہ شبہ سرے سے ہی باطل ہے اس لئے کہ یہ مسئلہ عورتوں کی تنہا نماز کے متعلق ہے نہ کہ جماعت کی نماز کے ساتھ۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں عورتوں کی تنہا نماز کا نہیں بلکہ جماعت کا ذکر ہے اور وہ بھی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کیا کرتی تھیں۔ اور ظاہر ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ مردوں اور عورتوں کو اکٹھے نماز پڑھایا کرتے تھے نہ کہ جدا جدا۔

عقلی دلیل

شرعی اور عقلی حوالے سے بھی یہ بات قرین قیاس ہے۔ کہ نماز اول وقت میں ہو۔ اس لئے کہ اگر سو آیات کی تلاوت کی نماز کے بعد جب آدمی فارغ ہو اور اس نماز میں کوئی خرابی یا فساد ظاہر ہو جائے تو اگر آخر وقت میں پڑھی ہو۔ تو نماز کا اعادہ ممکن نہیں رہتا۔ اور اگر اول وقت میں ادا کی ہو۔ اور کوئی نقص ظاہر ہو جائے۔ تو اعادہ بھی کر سکتا ہے۔

بعض احادیث مبارکہ میں یہ جو آیا ہے کہ ایک دن اول وقت میں نماز ادا کی' دوسرے دن آخر وقت میں ادا فرمائی۔ اور فرمایا کہ اس کے درمیان کا وقت نماز فجر کا وقت ہے تو یہ آخر وقت میں پڑھنا' امت کی بھلائی کیلئے تھا۔ کہ اگر کسی کی نماز رہ جائے تو اتنے وقت تک ادا کر سکتا ہے۔ دیکھئے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا موقف۔ حدیث پاک اور سنت نبوی ﷺ کے کتنے قریب ہے۔

نماز ظہر

حضرت مجدد الف ثانیؒ ظہر کی نماز بھی اول وقت میں ادا فرمانے کے قائل ہیں آپؒ کے معمولات میں لکھا ہے۔

آپؒ کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر بحکم سنت قیلولہ فرماتے' جیسے ہی اذان

ہوتی، اٹھ بیٹھتے۔ فی الفور وضو کر کے مسجد تشریف لاتے۔ پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے۔ بعد ازاں چار رکعت سنت فئی الزول بطولِ قرآت ادا کرتے۔ بعد ازاں چار رکعت سنت موکدہ ظہر پڑھتے۔ تکبیر و اقامت کے بعد خود اقامت فرماتے۔ اور ظہر کے فرض ادا کرتے۔ اور ان میں بھی طویل قرات کرتے۔ (جواہر مجددیہ، ص ۶۱)

اب آیئے، حدیث پاک کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ تاجدار کائنات ﷺ کب نماز ظہر ادا فرمایا کرتے تھے۔

حدیث پاک میں آتا ہے۔

پہلی دلیل

عن جابر بن سمرة رض قال كان النبى ﷺ يصلى الظهر اذا دخضت الشمس.

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ اس وقت ظہر ادا فرماتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔

(مسلم، ج ۱، ص ۲۲۵)

یعنی سورج کے ڈھلنے کے بعد جو نماز کا وقت شروع ہوتا ہے اس ابتدائے وقت میں آپ ﷺ نماز ظہر ادا فرمایا کرتے تھے۔

دوسری دلیل

قال كنا يصلى مع رسول الله ﷺ فى شدة الحر فاذا لم يستطع احدنا ان

ہم آقائے دو عالم ﷺ کی اقتداء میں سخت دھوپ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب ہم میں سے کسی

Marfat.com

يمكن جبهة من الارض بسط ثوبه' فسنجد عليه.
(مسلم' ج ا' ۲۲۵)

کو اپنی پیشانی کو (گرمی کی شدت کے باعث) زمین پر رکھنا دشوار ہوتا تو وہ اپنا کپڑا بچھاتا اور اس پر سجدہ کر لیتا۔

یہ حدیث پاک بھی دلالت کر رہی ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ ظہر کی نماز اول وقت میں ادا کیا کرتے تھے۔ جب کہ زمین تانبے کی طرح تپتی تھی اور سورج شعلے اگل رہا ہوتا تھا۔

اس سے بھی واضح ایک اور حدیث پاک جو نماز ظہر کو اول وقت میں ادا کرنے پر دلالت کر رہی ہے۔ حضرت خبابؓ روایت کرتے ہیں۔

تیسری دلیل

اتينا رسول الله ﷺ فشكونا اليه حرالرضا فلم يشكنا قال زهير قلت لابى اسحٰق افى الظهر ؟ قال نعم قلت افى تعجليها ؟ قال نعم.
(مسلم' ج ا' ص ۲۲۵)

ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور گرمی کی شدت کی شکایت کی اور آپ ﷺ نے اس کو دور نہیں فرمایا۔ زہیر کہتے ہیں کہ میں نے ابی اسحٰق سے پوچھا کیا آپ نے ظہر کی نماز کے بارے میں عرض کی تھی؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے پھر پوچھا' کیا آپ نے ظہر کو جلدی پڑھنے کیلئے عرض کیا تھا؟ فرمایا ہاں۔

دوسرا رخ ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو

یہ احادیث مبارکہ اور اس طرح کی اور بے شمار احادیث مبارکہ اس امر کی تصریح کر رہی ہیں۔ کہ تاجدار کائنات ﷺ کا نماز ظہر کی ادائیگی کا معمول اول وقت کا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی احادیث طیبہ بھی ہیں' جن سے مترشح ہوتا ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ نماز ظہر کو ایک مثل سایہ یا اس کے بعد ادا فرمایا کرتے تھے۔ آیئے ان احادیث مقدسہ پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ......

پہلی دلیل

ان رسول الله ﷺ قال اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰة فان شدة الحر من ريح جهنم.
(مسلم' ج' ۱' ص ۲۲۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث شریف ہے جس کے راوی حضرت ابو ذرؓ ہیں۔

دوسری دلیل

اذن موذن رسول الله ﷺ بالظهر' فقال رسول الله ﷺ ابردوا ابردوا

رسول اللہ ﷺ کے موذن نے ظہر کی اذان دی تو آپ ﷺ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو۔ ٹھنڈا وقت ہونے دو ۔ یا فرمایا انتظار کرو۔

Marfat.com

اوقال انتظر انتظر وقال ان شدة الحر من فيح جهنم فاذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰة ' قال ابوذر حتی راینا فئی التلول.
(مسلم۔ج۔ا۔ص ۲۲۴)

فرمایا گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔ جب گرمی زیادہ ہو تو ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں اتنی دیر کی گئی کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لئے۔

یہ اوراس طرح کی احادیث شریفہ دلالت کرتی ہیں کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت ادا کرنا چاہیے۔

تنقیح متین

ایک طرف گرمی کی شدت میں پڑھی گئی نمازیں۔ دوسری طرف ٹھنڈے وقت میں پڑھی گئی نمازیں۔ دونوں میں سے ارجح صورت کون سی بنتی ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے تپتی دھوپ میں بھی نماز ظہر پڑھی ہے۔ اسی پر بہت سارے فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ ظہر کی نماز گرمیوں کے سوا اول وقت میں ادا کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ حیات مستعار کی کوئی خبر نہیں۔ کہ جانے کس موڑ پر زندگی کی شام ہو جائے۔ اس لئے جو وقت ہاتھ لگا ہے' اسی میں یعنی اول وقت میں ادا کر لینی چاہیے۔

بات اگر گرمی کی ہو کہ گرمی کے باعث ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کہ یہ جہنم کی سانس سے ہے۔ کہ جہنم سانس لیتی ہے اور گرمی میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو پھر کیا سبب ہے' حضور اکرم ﷺ نے جہنم کی سانسوں سے سائیں سائیں کرتی ہواؤں میں اپنے سائیں کے حضور سجدوں کے گوہر لٹائے؟ اور یہ بات واضح ہے کہ

Marfat.com

جہنم کی وادی عذاب کی وادی ہے۔ اس میں سراسر عذاب ہی عذاب ہے۔ دہکتی آگ خدا کے غضب کا اظہار ہے۔ غیض کے یہ اگلتے شعلے جب موسم کو جہنم زار بنا رہے ہوں تو ایسے غضب کے ماحول میں نماز کے دور چلائے گئے۔

اس پر اگر یہ کہا جائے کہ گرمی میں تاخیر کو سب نے مستحب کہا ہے۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اس پر جو حدیثیں دلیل کے طور پر لائے ہیں ان میں سے اکثر حدیثوں کے اندر گرمی کی شدت کا بیان ہے۔ اسی پر ایک سوال کہ جب خدا کا غضب دہک رہا ہو۔ غیض کے شعلے بھڑک رہے ہوں گرمی سے صحرا ابل رہے ہوں۔ تو کیا اس غیض و غضب کی دھکتی آگ کو ٹھنڈا کرنے کا سامان نہیں کیا جائیگا۔ اور نماز سے بڑھ کر اور کون سی چیز ہے؟ جو غیض خدا کے اظہار کو ٹھنڈا کر سکے۔ اور پھر وہ نماز بھی فرض نماز ہو تو کیا کہنا؟

ایک نظر ادھر بھی

اس سے آگے بڑھ کر ایک اور سوال اہل دانش کی دانش کے حضور۔ اگر غلط ہو تو تصحیح کر دی جائے۔

اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ جب علت ختم ہو جائے تو حکم بھی اٹھ جاتا ہے۔ ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کی علت یہ تھی۔ کہ شدید گرمی تھی۔ مسجدیں نیچی تھیں عرب کے ریگستان کی جھلسا دینے والی دھوپ۔ ریت پر چمکنے کے باعث قیامت بپا کر دیا کرتی تھی۔ اس لئے حکم ہوا کہ موسم کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کیا جائے۔ تا کہ سکون سے نماز پڑھی جا سکے۔ اب جبکہ آج کے دور میں گرمی کے سدباب کیلئے ہزارہا طریق نکل آئے ہیں۔ مساجد کے دوہرے چھت۔ مساجد کے تہہ خانے۔ مساجد میں پنکھے۔ روم کولر اور اس سے بھی بڑھ کر ائیر کنڈیشنر موسم گرما میں بہار کا سا سماں

پیدا کر دیتے ہیں۔ اس طرح کی اور بھی جدید سہولیات نے گرمیوں کی شدت اور حدت ہی ختم کر دی ہے۔ تو جو علت تھی (یعنی گرمی کی شدت) وہ تو ختم ہو گئی۔ اس لئے اس علت کا جو حکم تھا (یعنی ایک مثل سایہ کے بعد نماز ظہر پڑھنا) وہ بھی ختم ہو جانا چاہیے اور نماز ظہر اول وقت میں ادا کرنی چاہیے۔

آسانیاں ہی آسانیاں

نماز ظہر کے دیر سے پڑھنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ تاجدار کائنات ﷺ کو امت کا مشقت میں پڑنا بڑا شاق گذرتا تھا۔

"عزیز علیه ماعنتم" کی آقا ﷺ عملی تصویر تھے اور مومنوں پر حد درجہ رحم و کرم فرمانے والے تھے۔ "علیکم بالمومنین روف رحیم" اس لئے آقائے دو عالم ﷺ نے جب ملاحظہ فرمایا کہ میری امت پر سخت گرمی کی حالت میں نماز پڑھنا تنگی کا باعث بن رہا ہے تو حکم دے دیا کہ ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو "یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" اللہ پاک تمہارے لئے آسانیاں چاہتے ہیں اور تم پر تنگیاں نہیں چاہتے اسی طرح حدیث پاک میں تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا۔

یسروا ولا تعسروا آسانیاں کیا کرو، تنگی نہ کرو۔

یہ بات تاجدار کائنات ﷺ نے اس وقت فرمائی تھی جب حضرت معاذؓ کے پیچھے نماز پڑھنے والے ایک صحابیؓ نے عرض کی تھی۔ کہ وہ طویل قرات کرتے ہیں۔ اس وجہ سے میں ان کے پیچھے نماز باجماعت ادا نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

Marfat.com

انتا فتان یا معاذ اے معاذ تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالتے ہو۔

لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرو۔ تنگیاں نہ پیدا کرو۔ انہیں بشارتیں دیا کرو۔ دور نہ بھگایا کرو۔ تاجدار کائنات علیہ‌السلام نے جب ملاحظہ فرمایا کہ صحابہ کرامؓ گرمی کے عالم میں نماز پڑھنے میں مشقت اٹھاتے ہیں۔ تو اسوہ دے دیا۔ کہ جب گرمی میں کچھ کمی ہو جائے تو نماز ادا کر دیا کرو۔ اب چونکہ وہ سہولت ہر حال میں اور ہر وقت میسر ہے۔ اس لئے اتنی دیر تک تاخیر کرنا مناسب نہیں۔

اس تناظر میں ہم حضرت مجددؒ کے موقف اور طرز عمل کو دیکھتے ہیں تو حیرانگی کی حد تک ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خداداد فقہی بصیرت سے نماز ظہر کا وہ وقت منتخب کیا جو سنت نبوی علیہ‌السلام کا منشا تھا۔

صحیح نام' غلط مقام

ظہر کی نماز کا وقت زوال آفتاب سے لے کر دو مثل سایہ تک رہتا ہے۔ اس کے بعد نماز عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ایک ضمنی بات کر کے اپنی بات ختم کرتے ہیں کہ نماز ظہر کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ وقت صحیح وقت ہوتا ہے۔ نماز کا وقت ہوتا ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں زوال کے وقت سے مراد وہ وقت لیا جاتا ہے جو مکروہ ہوتا ہے۔ اور جس میں کوئی نماز نہیں ہوتی۔ زوال' زائل ہونے اور ڈھلنے کو کہتے ہیں۔ سورج جب تک ہمارے سر پر رہتا ہے۔ سیدھا ہوتا ہے۔ وہ وقت استواء کا ہوتا ہے اس وقت نماز' نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہوتا ہے اور جب ذرا سا ڈھل جائے۔ زائل ہو جائے۔ مائل ہو جائے تو اسے زوال کا وقت کہتے ہیں۔ اور یہ وقت نماز کا صحیح' اصلی اور مستحب وقت ہوتا ہے۔ ہم ایک صحیح

Marfat.com

اصطلاح کو ایک غلط مقام پر غلط نام کے ساتھ استعمال کر رہے ہیں۔

نماز عصر

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی نماز عصر کے معمول کے متعلق جواہر مجددیہ میں رقم ہے۔

''ظہر کے بعد ذکر 'فکر' مراقبہ و تلاوت وغیرہ سے فراغت کے بعد ایک دو دینی کتب کے درس فرماتے۔ اور بعد مثلین کے جب عصر کا وقت آجاتا۔ تو تجدید وضو کے واسطے اٹھتے۔ اور چار رکعت سنت ادا کرتے۔ بعد ازاں خود امامت کراتے اور بجماعت کثیر فرض عصر ادا کرتے۔''

(جواہر مجددیہ 'ص ٦١)

اس سے دو چیزیں ظاہر ہو رہی ہیں ایک یہ کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نماز عصر کو اسکے اول وقت میں ادا فرماتے تھے دوسری دو مثل سایہ کے بعد ادا فرماتے تھے۔ آیئے حدیث شریف کی طرف رجوع کریں۔ اور دیکھیں۔ کہ تاجدار کائنات ﷺ نے نماز عصر کس وقت ادا فرمائی اور مختلف اوقات میں پڑھی جانیوالی نماز کے اوقات میں سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے جس وقت نماز عصر پڑھی اس کی وجہ کیا تھی؟

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں......

پہلی دلیل

ان رسول الله ﷺ يصلي العصر والشمس مرتفعة حية فيذهب الذاهب الى	رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز اس حال میں ادا فرماتے کہ سورج بلند اور تابندہ ہوتا کوئی جانے والا

Marfat.com

العوالی فیاتی العوالی والشمس مرتفعة. (مسلم ج ۱ ص ۲۲۵)	بالائی بستیوں میں جاتا اور وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج تابندہ ہوتا تھا۔

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں یہی حضرت انس بن مالکؓ راوی ہیں......

دوسری دلیل

کنا نصلی العصر ثم یخرج الانسان الی بنی عمرو بن عوف فیجدهم یصلون العصر. (مسلم ج ۱ ص ۲۲۵)	ہم عصر کی نماز پڑھتے پھر کوئی آدمی بنو عمرو بن عوف کے محلّہ کی طرف جاتا اور ان لوگوں کو عصر پڑھتے ہوئے پاتا۔

ایک اور حدیث پاک ملاحظہ ہو۔

تیسری دلیل

عن العلاء بن الرحمن انه دخل علی انس ابن مالك فی داره باالبصرة حین انصرف من الظهر وداره بجانب المسجد فلما	علاء بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ وہ ظہر کی نماز پڑھ کر حضرت انس بن مالکؓ کے گھر بصرہ میں گئے ان کا گھر مسجد کے پہلو میں تھا۔ جب ہم حضرت

دخلنا علیه قال اصلیتم العصر؟ فقلنا له انما انصرفنا الساعة من الظهر قال!فصلوا العصر فقمنا فصلینا ' فلما انصرفنا قال سمعت رسول الله ﷺ یقول تلك صلوة المنافق یجلس یرقب الشمس حتیٰ اذا کانت بین قرنی الشیطن قام فنقرها اربعاً لا یذکر الله فیها الا قلیلاً.
(مسلم 'ج ۱'ص ۲۲۵)

انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا! کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا! ہم تو ابھی ظہر سے فارغ ہوئے ہیں انہوں نے فرمایا عصر پڑھ لو' ہم کھڑے ہوئے اور نماز عصر پڑھی' جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت انسؓ فرمانے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ منافق کی نماز ہے جو سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ سورج' شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مارتا ہے اور وہ اللہ پاک کا ذکر بہت ہی تھوڑا کرتا ہے۔

ان احادیث مبارکہ میں نماز عصر جلدی ادا کرنے کے بارے میں بیان ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ جب نماز عصر ادا فرماتے تو سورج بلند بھی ہوتا اور چمک بھی رہا ہوتا۔ یعنی ابھی اس کا رنگ بھی متغیر نہ ہوا ہوتا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ

Marfat.com

آنحضرت ﷺ اول وقت میں نماز عصر ادا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے......

چوتھی دلیل

ان رسول الله ﷺ کان یصلی العصر والشمس فی حجرتها لم یظهر الفئی من حجرتها.

(مسلم، ج ا، ص ۲۲۲)

رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے دھوپ صحن میں ہوتی تھی اور اس وقت تک دیواروں پر نہیں چڑھی ہوتی تھی۔

اس حدیث شریف اور اس طرح کی بہت سی احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ عصر کو اول وقت میں ادا فرمایا کرتے تھے۔

عصر میں تاخیر

اس کے مقابل کچھ ایسی احادیث مبارکہ بھی ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ نے عصر کو مؤخر کر کے بھی پڑھا ہے۔

حضرت علی بن شیبان راویت کرتے ہیں......

دلیل

قدمنا علی رسول الله ﷺ المدینه فکان یوخر العصر مادامت الشمس

ہم مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ اس وقت تک عصر کی نماز

Marfat.com

بیضاء نقیته. موخر کر کے پڑھا کرتے تھے جب
(سنن ابی داؤد' ج ۱' ص ۵۹) تک سورج چمکدار رہتا تھا۔

تاخیر کے دلائل پر ایک نظر

اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ عصر کی نماز تاخیر کر کے پڑھا کرتے تھے جبکہ بہت ساری احادیث شریفہ میں آپ ﷺ کا معمول نماز عصر کو اول وقت میں پڑھنے کا بیان کیا گیا ہے۔

ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے بیان جواز کیلئے کبھی کبھی عصر کو مؤخر کر کے پڑھا ہو۔ تاکہ اگر کوئی اس وقت عصر نہ پڑھ سکا ہو تو اس وقت وہ بھی عصر پڑھ لے۔

قابل غور

اگر اس بناء پر عصر کو مؤخر کیا جائے کہ اس طرح لوگوں کو کثرت نوافل کا موقع مل جاتا ہے اور ظاہر ہے اگر عصر پہلے وقت میں ادا کر لی تو پھر نوافل نہیں ہو سکتے کیونکہ عصر کے بعد نوافل کا ادا کرنا جائز نہیں۔

نتیجہ

اگر یہ دلیل جواز تاخیر کیلئے پیش کی جا سکتی ہے۔ تو جواز تعجیل کیلئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ فرض' نفل سے مقدم ہوتے ہیں۔ ایک فرض کے مقابلے میں ہزار نفل بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔

حضرت عمر فاروقؓ ایک دن نماز فجر کے بعد اپنے احباب کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ایک صاحب کو نہ پایا۔ پوچھا۔ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں ہوا؟ حاضرین نے کہا! کہ وہ ساری رات جاگتا رہتا ہے۔ عبادت الٰہی میں رات گزار دیتا ہے۔ شاید اس وقت سو گیا ہو گا۔ آپؓ نے فرمایا وہ اگر ساری رات سویا رہتا۔ اور صبح کی

Marfat.com

نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا۔ تو یہ اس کیلئے بہتر ہوتا۔ چنانچہ نوافل کی ادائیگی کی خاطر فرائض میں تاخیر مناسب نہیں۔ سونے کی موجودگی میں پیتل کا ہدیہ کون لیتا ہے؟ اور ہیروں کے ہوتے ہوئے سنگریزے کون اٹھاتا ہے؟ کوئی نہیں۔ ہاں ہاں کوئی نہیں۔

ایک خبر یہ بھی ہے

اگر نوافل کی ادائیگی کو تاخیر کی بناء بنایا جاتا ہے۔ تو پھر اس حدیث قدسی کو تعجیل عصر کی بناء بھی بنایا جاسکتا ہے۔ جس میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں...... "فجر اور عصر کے بعد مجھے اپنے بندوں کے ساتھ بیٹھنا اتنا عزیز ہے جتنا کہ بنی اسماعیل کے چار غلام آزاد کروں۔" جو شخص اللہ کے قرب کیلئے نوافل پڑھتا ہے۔ اور اس لئے عصر کو مؤخر کر کے پڑھتا ہے۔ اس کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا موقع ہوگا۔ کہ وہ عصر جلدی پڑھ کر ذکر و فکر میں لگ جائے۔ نوافل کے ذریعے بندہ خدا کے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ جبکہ عصر کے بعد اللہ کا ذکر کرنے والوں کے اللہ قریب ہوتا ہے۔ مخلوق کا خالق کی طرف رجوع کرنا' اور خالق کا مخلوق کی طرف توجہ فرمانا۔ بڑا فرق ہے دونوں میں۔ ہم جس کی خاطر یہ سارا کچھ کرتے ہیں وہ تو کہتا ہے میرے متلاشیو ادھر آؤ! میں ادھر ہوں۔ عصر کی سرحد عبور کرو۔ میرے انتظار میں بیٹھ جاؤ۔ میں خود تمہیں قرب کی دولتوں سے سرشار کرنے آرہا ہوں۔ کون سا شخص ہوگا؟ جسے یہ خبر ہو کہ میرا کریم رب میرے پاس بیٹھا ہے۔ اور وہ جلدی جلدی اٹھ جائے۔ جنہیں اس کا احساس قرب ہوتا ہے۔ وہ لمحے اور گھنٹے نہیں۔ دن اور راتیں لگا دیتے ہیں۔ ساری زندگی اسی پر وار دیتے ہیں۔ اور بیٹھے رہتے ہیں تصور جاناں کئے ہوئے۔

جنہیں احساس قرب ہو جاتا ہے وہ ایک سجدے میں پوری عصر کی نماز گذار دیتے ہیں۔ وہ جو بحر قرب کے شناور بن جائیں ان کی پوری پوری رات ایک ہی سجدے میں بیت جاتی ہے۔ اور صبح کے پھٹنے پر اپنے محبوب حقیقی سے کہتے ہیں۔ تیری رات اتنی چھوٹی سی ہے کہ جی بھر کر اپنی پیشانی بھی تیرے آگے نہ رکھ سکے۔ اگر عصر آخر وقت میں پڑھی جائے تو بہت تھوڑا وقت باقی بچتا ہے۔ اس میں اگر کوئی ذکر کرے گا بھی تو بہت تھوڑا کرے گا۔ اور تھوڑا ذکر کرنا منافق کی علامت قرار دی گئی ہے۔

ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً.
(النساء : ۱۴۲)

وہ منافق اللہ پاک کا ذکر بہت ہی تھوڑا کرتے ہیں۔

اسی طرح حدیث شریف بھی ہے......

تلك صلوة المنافق يجلس يرقب الشمس حتى اذا كانت بين قرني الشيطن قام فنقرها اربعًا لا يذكر الله فيها الا قليلا.
(مسلم، ج ا، ۲۲۵)

یہ منافق کی نماز ہے جو بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ سورج جب شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اللہ کا ذکر بہت تھوڑا کرتا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو آخر وقت میں نماز ادا کرتے ہیں وہ منافق ہیں۔ معاذ اللہ بلکہ اس حدیث شریف اور آیت مبارکہ میں عادی سست لوگوں کی بابت ارشاد فرمایا گیا۔ جو مستحب سے بھی آگے مکروہ وقت میں نماز ادا کرتے ہیں۔

کچھ علاج اس کا بھی

حضرت انس بن مالکؓ والی حدیث شریف کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے اور کوئی بنو عمرو بن عوف کے محلے میں جاتا تو وہاں کے لوگوں کو عصر پڑھتے پاتا۔ اس پر اگر یہ کہیں کہ اس سے عصر کے اول وقت میں ادا کرنے کی بات نہیں۔ اور نہ ہی آخر وقت میں ادا کرنے کے منافی ہے۔ کیونکہ بنو عمرو بن عوف کا محلّہ مدینے پاک سے صرف دو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ تو یہ کوئی بات نہیں۔ اس لئے کہ دو میل کا مطلب ہے ڈھائی کلو میٹر اور ڈھائی تین کلو میٹر چلنے میں کم از کم پون گھنٹہ گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی شخص مدینہ طیبہ سے نماز عصر پڑھ کر نکلا۔ اور پون گھنٹہ بعد بنو عمرو بن عوف کے محلے میں پہنچا۔ اور وہاں عصر کی نماز ہو رہی تھی۔ تو صاف ظاہر ہے کہ اس محلے والوں کے پاس ابھی اتنا وقت اور ہوتا ہوگا کہ اس کے بعد بھی جو نماز سے رہ گیا ہو وہ بھی پڑھ سکے۔ اور آخر وقت میں پڑھنے سے یہ فائدہ تو حاصل نہیں ہو سکتا۔

مختلف آئمہ کے اختلاف اور ہر ایک کے پاس دلیل۔ اور پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنی فقہی بصیرت سے کس طرح حقیقی وقت کا انتخاب فرمایا۔

عصر کا وقت

یہاں تک مسئلے کا ایک رخ مکمل ہو گیا اب دوسرے رخ کی طرف اپنا رخ کرتے ہیں کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ عصر کی نماز دو مثل سایہ کے بعد ادا فرمایا کرتے تھے۔ یہ وضاحت اس لئے کرنا پڑی کہ فقہاء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ عصر کا وقت ایک مثل سایہ کے بعد شروع ہوتا ہے کہ دو مثل سایہ کے بعد۔

Marfat.com

چنانچہ آئمہ ثلاثہ (حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام شافعی) کا موقف یہ ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد شروع ہوتا ہے۔

دلیل

حدیث شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو راوی ہیں......

ان رسول الله ﷺ قال وقت الظهر اذا زالت الشمس وكان ظل الرجل كطوله مالم تحضر العصر (صحیح بخاری، ج ا، ص ۸۸)	تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا کہ وہ وقت ظہر کا وقت ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آجائے۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک مثل سایہ کے بعد ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا، بلکہ باقی رہتا ہے۔ اور جب تک نماز ظہر کا وقت باقی ہے، اس وقت میں تو عصر کا وقت شروع نہیں ہو سکتا۔ یہ اسی وقت شروع ہوگا جب ظہر کا وقت ختم ہو۔ اور ظہر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد ختم ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن رافع بیان کرتے ہیں......

انه سال ابا هريرة عن وقت الصلوة فقال ابوهريرة انا اخبرك صل الظهر اذا كان ظلك مثلك	انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے اوقات نماز کے متعلق سوال کیا حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں جب تیرا سایہ

Marfat.com

والعصر اذا كان ظلك مثليك:	ایک مثل ہو تو ظہر کی نماز پڑھا کرو اور جب تمہارا سایہ دو مثل ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھا کرو۔
(موطا امام مالک' ترجمہ ص ۴۳)	

اس سے واضح ہو گیا کہ عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا عمل مبارک یہی تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعامل بھی یہی تھا۔ اسی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانیؒ دو مثل سائے کے بعد نماز عصر ادا کیا کرتے تھے۔ حالانکہ صاحبین کا فتویٰ بھی اس کے برعکس ہے۔

نماز مغرب

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نماز مغرب بھی اول وقت میں ادا کیا کرتے تھے یعنی جب سورج غروب ہو جاتا تو اس کے بعد فوراً آپ نماز مغرب ادا فرمایا کرتے۔

(جواہر مجددیہ' ص ۶۱)

حدیث شریف میں ہے حضرت رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں......

كنا نصلی المغرب مع رسول الله ﷺ فينصرف احدنا وانه ليبصر مواقع نبله.	ہم رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز مغرب پڑھا کرتے تھے اور نماز کے بعد کوئی بھی شخص جا کر اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا۔
(مسلم' ج ۱' ص ۲۲۸)	

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ نماز مغرب کو اول وقت میں ادا کیا کرتے تھے۔

ایک اور حدیث شریف ہے۔

Marfat.com

لا یزال امتی بخیر مالم یؤخروا المغرب الی ان تشتبك النجوم.
(سنن ابو داؤد' ج ا'ص ۶۰)

میری امت ہمیشہ بھلائی سے رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز میں ستاروں کے جالی دار بننے تک تاخیر نہ کرے۔

نماز عشاء

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نماز عشاء کے وقت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"نماز پنجگانہ اول وقت میں ادا کیا کریں مگر موسم سرما کی عشاء کو رات کے تیسرے حصے تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔ فقیر اس امر میں بے اختیار ہے۔ نہیں چاہتا کہ نماز کے ادا کرنے میں سر مو تاخیر واقع ہو اور بشریت کا عجز اس سے مستثنیٰ ہے۔"
(مکتوب نمبر ۷ ۳' دفتر اول)

ایک اور مکتوب میں رقمطراز ہیں۔

"نماز کو اول وقت میں ادا کریں۔ سستی اور جہالت سے تاخیر کو پسند نہ کریں۔ بندہ مقبول وہی ہے جو مولیٰ کے امر ہوتے ہی اس کا امر بجا لائے۔ امر کے بجا لانے میں دیر کرنا بے ادبی اور سرکشی ہے۔"
(مکتوب نمبر ۷ ا' دفتر سوم)

اسی طرح ایک اور مکتوب میں تحریر کرتے ہیں جو شیخ نظام تھانیسری کے خط کے جواب میں لکھا گیا۔ جس میں انہوں نے اور بہت سے مسائل کے علاوہ ایک مسئلہ یہ بھی پوچھا تھا۔ کہ کوئی شخص عشاء کی نماز آدھی رات کے بعد اس نیت سے پڑھتا ہے کہ اس کے ساتھ وہ نماز تہجد بھی پڑھ لے گا اس کے جواب میں آپؒ فرماتے

ہیں......

''پس نماز عشاء کو آدھی رات کے بعد ادا کرنا اور اس تاخیر کو قیام لیل یعنی نماز تہجد کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے کیونکہ حنفیہؒ کے نزدیک نماز عشاء کا ایسے وقت میں ادا کرنا مکروہ ہے۔ ظاہراً اس کراہت سے ان کی مراد کراہت تحریمہ ہے۔ کیونکہ نماز عشاء کا ادا کرنا آدھی رات تک ان کے نزدیک مباح ہے۔ اور نصف رات کے بعد مکروہ۔ پس وہ مکروہ جو مباح کے مقابل ہے۔ مکروہ تحریمی ہی ہے۔ اور شافعیہؒ کے نزدیک نماز عشاء کا اس وقت ادا کرنا جائز ہی نہیں۔''

(مکتوب ۲۹' دفتر اول)

آپؒ کے معمولات کے تحت لکھا ہوا ہے......

''بعد زوال بیاض اُفق کہ امام اعظمؒ کے نزدیک شفق سے یہی مراد ہے اور وقت عشاء متفق علیہ ہے۔ مسجد میں تشریف لاتے اول دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے بعد ازاں دو یا چار رکعت سنت ادا کرتے اور پھر فرض ادا کرتے۔''

(جواہر مجددیہ' ص ٦١)

دلیل

حضرت ابن جریجؒ کہتے ہیں......

قلت لعطاءٍ ای حین احب الیك ان تصلی العشاء (التی یقولها الناس ''العتمة'') اماماً وخلواً.	میں نے عطا سے کہا تمھارے نزدیک عشاء کی نماز (جسے لوگ عتمہ کہتے ہیں) پڑھنے کیلئے کون سا وقت بہتر ہے چاہے جماعت

Marfat.com

قال سمعت ابن عباسؓ
عنهما يقول اعتم نبی اللہ
ﷺ ذات ليلة
العشاء.قال حتی رقد
الناس واستيقظوا ورقدوا
واستيقظوا. فقام عمر ابن
الخطابؓ فقال الصلوة
فقال عطاء قال ابن عباسؓ
فخرج نبی ﷺ كانی
انظر اليه يقطر راسه ماء
واضعاً يده علی شق راسه
قال لولا ان يشق علی امتی
لامرتهم ان يصلوها
كذالك قال فاستثبت عطا
كيف وضع النبیﷺ
علی راسه يده كما انباه
ابن عباسؓ فبددلی عطاء
بين اصابعه شياء من تبديد
ثم وضع اطراف

ب کے ساتھ یا اکیلے۔ عطاؒ نے کہا کہ
میں نے حضرت عباسؓ سے سنا وہ
فرما رہے تھے کہ ایک رات
رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی
نماز میں تاخیر کی۔ حتی کہ لوگ سو
گئے۔ پھر بیدار ہوئے پھر سو گئے
پھر جاگے تو حضرت عمر بن
الخطابؓ نے کھڑے ہو کر کہا
"الصلوٰۃ" عطا کہتے ہیں کہ
حضرت عباسؓ نے بتایا کہ پھر
رسول اللہ ﷺ اس ادا سے جلوہ
گر ہوئے کہ آپ ﷺ کے
سر اقدس سے پانی کے قطرے
ٹپک رہے تھے اور آپ ﷺ
سر اقدس (بالوں) میں ہاتھ پھیر
رہے تھے اور فرما رہے تھے
"اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا
تو میں اس کو اسی وقت نماز پڑھنے
کا حکم دیتا" میں نے عطا سے پوچھا
کہ حضرت ابن عباسؓ نے آپ کو

Marfat.com

اصابعه علی قرن الراس ثم صبها یمرها کذالك علی الراس حتی مسنت ابهامه طرف الاذن مما یلی الوجه ثم علی الصدغ وناحیة اللحیة لا یقصر ولایبطش بشئی الاکذالك (مسلم، ج ۱، ص ۲۲۹)

بتایا ہو گا کہ تاجدار کائنات اپنی زلفوں میں ہاتھ پھیرتے کس طرح جلوہ فرما ہوئے تھے؟ عطا نے اپنی انگلیاں تھوڑی سی کھولیں۔ اور پھر اپنی انگلیوں کے کنارے اپنے سر پر رکھے پھر ان کو سر سے جھکا دیا اور سر پر پھیرا حتی کہ آپ ﷺ کا انگوٹھا کان کے اس کنارے کی جانب پہنچا جو منہ کی طرف ہے۔ پھر ان کا انگوٹھا کنپٹی تک اور ہاتھ داڑھی مبارک تک کسی چیز کو چھوتا تھا نہ کسی چیز کو پکڑتا تھا۔

خوشبو خوشبو جن کا پسینہ

یہ ایک طویل حدیث مبارکہ ہے۔ اس میں آگے اور بھی بیان ہے۔ لیکن ہم جو کچھ کہنا چاہ رہے ہیں' وہ یہیں تک ہے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ پہلے ہمارا مدعا پورا ہو جاتا ہے۔ کہ جہاں یہ ذکر آتا ہے۔ کہ بہت دیر ہو گئی۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے آواز لگائی اتنے میں سرور دوجہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اسی وقت انہیں نماز عشاء پڑھنے کا حکم دیتا۔

قربان جائیں تاجدار کائنات ﷺ کی امت کی غم گستری پر' غریب

پروری پر بلکہ کرم فرمائی پر۔ کہ ایک نماز جو رات گئے پڑھنا تھی' وہ پھیر کر ابتدائے وقت میں لے آئے۔ تاکہ امت مشقتوں کے چنگل میں نہ پھنس جائے۔

یہ حکم فرماتے ہوئے جس خرام ناز سے آپ ﷺ تشریف لائے۔ وہ آج لفظوں کے روپ میں دیکھ کر بھی دل مچل مچل جاتے ہیں۔ روح تڑپ تڑپ جاتی ہے۔ تو ان بادہ گساروں کا عالم کیا ہو گا؟ جو نگاہوں کے جام سے رخ زیبا سے برستے انوار پی رہے تھے۔ اور ان کی نگاہیں۔ یہ ادائیں۔ دل کے صفحوں پر نقش کر رہی تھیں یہ آگے کا حصہ محض اس لئے لکھا ہے کہ......

جن کی ہر اک بات قرینہ آؤ ان کی بات کریں
خوشبو خوشبو جن کا پسینہ آؤ ان کی بات کریں

یہ وقت ہے عشاء کا

جہاں تک عشاء کے وقت کی بات ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اور آپ ﷺ سے اس نے نمازوں کے اوقات دریافت کئے۔ آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر آپ ﷺ نے بالترتیب 'فجر 'ظہر 'عصر اور مغرب کی نمازیں پڑھائیں۔

فاقام العشاء حين غاب الشفق.	جب شفق غائب ہو گیا تو آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔

دوسرے دن

ثم اخر العشاء حتى كان ثلث الليل الاول.	پھر نماز عشاء میں تاخیر کی یہاں تک کہ تہائی رات کے اول میں

Marfat.com

ثم اصبح فدعا السائل فقال الوقت مابين هذين. (مسلم ج۔ا ص ۲۲۳)	ادا فرمائی ۔پھر صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے سائل کو بلایا اور فرمایا ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

چنانچہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ جب شفق ہو جاتا یعنی سفیدی غائب ہو جاتی اور مکمل اندھیرا چھا جاتا تو نماز عشاء ادا کیا کرتے تھے اور یہی سنت سے مستفاد ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہؓ کا موقف ہے۔

جہاں تک تاخیر کا تعلق ہے تو مرور زمانہ کے ساتھ شخصی احوال و کیفیات بھی بدل چکے ہیں۔ طبیعتوں میں ذوق و شوق کی بجائے سستیوں اور کاہلیوں نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں اس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ تاخیر کے نام پر نماز ہی چھوٹ جائے۔ اسی لئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔ کہ عشاء کی نماز کی تاخیر مستحب تو ہے لیکن فقیر اس امر میں بے اختیار ہے کہ نہیں چاہتا کہ نماز کے ادا کرنے میں سر مو تاخیر واقع ہو۔

؎ سردار بھی کسی نے پکارا تو لبیک کہا ہم نے

اول اول کیوں ؟

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ہر نماز کو اول وقت میں ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور خود اس پر عمل بھی کر دکھایا ہے۔ نہ صرف یہ نماز بلکہ ہر مامور بہ کیلئے آپ کی کوشش ہوتی کہ اسے اول وقت میں ہی ادا کر دیا جائے۔ تاخیر نہ ہونے پائے۔ آخر کیوں؟ بڑی وجوہات ہوں گی۔ بڑے اسباب ہوں گے۔ یہ جو کرتے تھے۔ وہی جانتے تھے۔ کہ کس لئے کرتے تھے۔ مگر بادی النظر جو دکھائی دیتا ہے۔ وہ یہی سنائی

Marfat.com

دیتا ہے۔ کہ جس نے ان کو پیدا کیا وہ سب سے اول۔ وہ سب کا اول۔ بلکہ اول ہی اول......

هو الاول

جن سے آپؐ منسوب ہیں وہ مخلوق میں سے اول۔

اول ما خلق الله نوری — اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔

انہوں نے جن سے سر جھکانے کا طریقہ سیکھا وہ سر تسلیم خم کرنے میں سب سے اول۔

لا شريك له بذالك امرت وانا اول المسلمين.
(الانعام' ۱۶۴) — اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا امر دیا گیا اور میں سب سے پہلے سر جھکانے والا ہوں۔

جن کا غلامی کا سہرا ان کے سر ہے۔ وہ مخلوق میں سب سے اول۔ انبیاء میں سب سے اول۔ کل قیامت کو اٹھنے والوں میں سب سے اول۔

وہ تڑپتی سسکتی انسانیت کو سہارا دینے والوں میں سب سے اول۔ وہ لوگوں کو خدا کی بارگاہ کی طرف لے جانے والوں میں سب سے اول۔ وہ گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوؤں کی شفاعت کرنے والوں میں سب سے اول۔ سب اولوں سے زیادہ مکرم' سب آخروں سے زیادہ معظم......

انا اكرم الاولين والاخرين.
(مسند دارمی' ص ۱۶) — میں سب پہلوں اور پچھلوں سے زیادہ معزز و مکرم ہوں۔

Marfat.com

؎ نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

پھر آپؐ جس کتاب کے پیروکار ہیں۔وہ کتاب بتاتی ہے۔کہ جو پہلے آتے ہیں۔وہی پہلے (نمبر پر) آتے ہیں اور جو پہلے آتے ہیں۔وہی پہلے پاتے ہیں۔

السابقون الاولون من المهاجرين والانصار. (التوبہ، ۱۰۰)	اول اول ایمان لانے والے مہاجرین وانصار سبقت لے گئے۔

پھر وہ نیکیوں میں اول ہوئے جہنم انہیں سے دور ہوئی ہے۔

ان الذين سبقت لهم منا الحسنى اولئك عنها مبعدون. (الانبیاء ۱۰۱)	ہاں وہ لوگ جن سے ہم نے پہلے (اول) ہی بھلائی کا وعدہ کر لیا ہے وہ جہنم سے دور کر دیئے گئے۔

پھر خالق کائنات نے جب انسانوں کی درجہ بندی کی تو ان میں بھی خدا کے فضل کے حقدار نیکیوں کے میدان میں اول آنے والے شہسوار ہی نکلے۔

فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات باذن الله ذالك هو الفضل الكبيرO (فاطر ۳۲)	ان خدا کے بندوں میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے۔کوئی نیکی اور بدی کی درمیانی راہ پر ہے۔اور کوئی ان میں سے ہے جو نیکیوں کی دوڑ میں اول رہا۔اور یہ بہت بڑا فضل ہے۔

Marfat.com

پھر اس کتاب والے نے حکم بھی دے دیا......

فاستبقوا الخیرات۔ نیکیوں میں آگے بڑھو۔

(البقرة' ۱۴۸)

تم نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جاؤ۔ اور دیکھتے رہیں اور تم محمل جا پکڑو۔ کوئی سورج کو دیکھتا رہے کہ کب ڈھلتا ہے۔ کب ٹھنڈ کرتا ہے۔ کب ڈوبتا ہے۔ کب چڑھتا ہے۔ اور تم مجھے دیکھتے رہو کہ میری طرف سے صدا آ رہی ہے۔ پس جب بھی آواز ابھرے تو تم ذرا بھی تامل نہ کرنا۔ کمر ہمت باندھ لینا۔ میدان عمل میں کود پڑنا کہ......

آ رہی ہے دمادم صدائے فاستبقوا الخیرات۔

بہ ترمیم شاعر

اے محبوب تو نے جب بھی پکارا لہو کھول اٹھا
تیرے عاشق تیرے جانباز چلے آتے ہیں

Marfat.com

ملتا ہے کیا نماز میں ؟

نعمتیں ہی نعمتیں۔ رحمتیں ہی رحمتیں۔ انعام ہی انعام۔ اکرام ہی اکرام۔ خواہش اٹھتی نہیں کہ پوری ہو جاتی ہے۔ تمنا ابھرتی نہیں کہ بر جاتی ہے۔ ہر خوشی میسر۔ ہر آرام حاصل۔ لیکن پھر بھی کچھ لوگ بے قرار۔ کچھ دلوں میں اضطراب۔ ان کی نظریں کچھ ڈھونڈ رہی ہیں۔ ان کی نگاہیں کسی کو تلاش کر رہی ہیں۔ ہاں! کیا چاہیے ؟ یہ نعمتیں نہیں۔ یہ باغات نہیں۔ یہ انعامات نہیں۔ ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ بس خدا چاہیے۔ وہ جس کو دیکھنے کی مشق کرتے رہے۔ آج اسی کو دیکھنے کی تمنا ہے۔ وہ جس کو نمازوں میں دیکھتے رہے۔ لیکن حجابوں میں دیکھتے رہے۔ آج چاہتے ہیں کہ حجاب' حجاب نہ رہے۔ نقاب' نقاب نہ رہے۔ یہ تڑپ ہے ان کی۔ جو نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو "ان تعبدالله كانك تراه" کے خیالوں میں کھو جاتے تھے۔ اسے دیکھا تو نہیں۔ لیکن سوچا تو تھا۔ بس جسے سوچتے رہے۔ اسے قیامت کو دیکھنے کی تمنا کریں گے۔

کتنی عظیم تمنا؟ کتنی عظیم خواہش ؟ لیکن یہ تمنا انہیں کی بنتی ہے جو اس دنیا میں نماز کے ذریعے تمنا پاتے رہتے ہیں۔ یہ خواہشیں انہیں کا مقدر بنتی ہیں۔ جو نماز میں کھڑے ہو کر اپنے رب کی خواہش میں باقی ساری خواہشوں کو اس کی محبت کی آگ میں پھونک دیتے ہیں' جھونک دیتے ہیں۔ ایسے دیدار کے پیاسوں کو مولائے کائنات' جام دید سے بہرہ ور کرے گا۔ جن کا دل اس نماز میں لگ گیا۔ پھر اس دل میں کوئی اس دلبر کے سوا کوئی دلربا نہ سما سکا۔ یہی ایک بنیاد ہے۔ جس پر دین کی ساری عمارت استوار ہوتی ہے۔ یہی ایک پہچان ہے۔ جس سے مسلم و غیر مسلم کی پہچان ہوتی ہے۔ یہی ایک ذریعہ ہے۔ کہ بندہ خدائی سے کٹ کر اس لمحے

صرف خدا کا ہو جاتا ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے بھی آخرت کے مزے لوٹتا ہے۔ اس کے سوا بھی اس میں بہت کچھ ہے۔

ملتا ہے کیا نماز میں سجدے میں جا کے دیکھ
اللہ کے حضور میں سر کو جھکا کے دیکھ

صورت، حقیقت کا ذریعہ ہے

اسی حقیقت کی طرف حضرت مجددؒ ایک مکتوب میں جو مرزا فتح اللہ حکیم کی طرف لکھا گیا ہے، لکھتے ہیں......

وفقکم اللّٰہ سبحانہ لمرضیاتہ۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنی مرضیات کی توفیق دے۔ آدمی کیلئے جس طرح اعتقادوں کا درست کرنا ضروری ہے۔ ویسے ہی اعمال صالحہ کا بجالانا بھی ضروری ہے۔ اور سب عبادتوں سے جامع اور سب اطاعتوں سے زیادہ مقرب نماز کا ادا کرنا ہے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔

الصلوٰۃ عماد الدین فمن اقامها فقد اقام الدین ومن ترکها فقد هدم الدین .

نماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو قائم کیا۔ اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اس کو ترک کیا اس نے دین کو گرادیا۔

اور جس کو ہمیشہ کیلئے (اللہ پاک) نماز کے ادا کرنے کی توفیق بخشیں اس کو برائیوں اور بے حیائیوں سے ہٹا کر رکھتے ہیں۔

ان الصلوٰۃ تنہٰی عن الفحشاء والمنکر.

بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے

Marfat.com

اسی بات کی موید ہے۔ اور جو نماز ایسی نہیں۔ وہ صرف نماز کی صورت ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ لیکن حقیقت کے حاصل ہونے تک صورت کو بھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔

مالا یدرك كله لایترك كله — اگر پورا پا نہ سکو تو پھر پورا چھوڑا بھی نہ کرو۔

وہ اکرم الاکرمین اگر صورت کو حقیقت کا روپ دے دے' تو اس سے کچھ بھی دور نہیں۔

آپ پر واجب ہے کہ نماز کو جماعت کے ساتھ اور خشوع و خضوع سے ادا کریں۔ کیونکہ نجات اور خلاصی کا یہی سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قد افلح المومنون الذین هم فی صلوٰتهم خاشعون. — وہ لوگ فلاح پا گئے جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرنے والے ہیں۔

(مکتوب نمبر ۸۵' دفتر اول)

Marfat.com

بڑا احسن ہے، حسنِ تعدیل میں

مکان بڑا خوبصورت لگتا اگر اس کی دیواریں کچھ ٹیڑھی نہ ہوتیں۔ وہ انسان بڑا اچھا ہوتا اگر اس کی چال ٹیڑھی نہ ہوتی۔ وہ زمین بڑی اچھی ہوتی اگر ڈھلوان میں نہ ہوتی۔ یہ روزمرہ زندگی کی باتیں ہیں۔ کہ جس چیز میں تناسب واعتدال نہ ہو اس چیز کو کوئی بھی اچھا تصور نہیں کرتا۔ اس لئے اللہ پاک نے امت مسلمہ کو ''امة وسط'' کا لقب دیا ہے۔ اس کا ہر کام تناسب واعتدال کا ہوتا ہے۔ ''منهم امة مقتصدة'' ان میں سے ایک گروہ میانہ روی پر ہے۔ اس طرح تاجدار کائنات ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا وہ جلدی جلدی نماز پڑھ رہا تھا۔ جب پڑھ کے جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ پھر نماز پڑھو۔ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ دوسری مرتبہ بھی ایسے ہی ہوا۔ تیسری مرتبہ پھر ایسے ہوا تو اس شخص نے عرض کیا۔ کیسے پڑھوں؟ اس پر آپ ﷺ نے اسے نماز کا طریقہ بمعہ تعدیل ارکان سکھایا۔

اسی جانب حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اپنے مکتوب شریف میں جو مولانا محمد طاہر بدخشی کی طرف لکھا، لکھتے ہیں......

''اے محبت کے نشان والے! چونکہ یہ دار عمل ہے۔ اور دار جزا۔ دارِ آخرت ہے۔ اس لئے اعمال صالح کے بجالانے میں بڑی کوشش کرنی چاہیے۔ سب اعمال سے بہترین اور سب عبادات سے افضل ترین نماز کا قائم کرنا ہے۔ جو دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔

پس اس کے ادا کرنے میں بڑی کوشش بجالانا چاہیے۔ اور احتیاط کرنی چاہیے کہ اس کے ارکان و شرائط، سنن وآداب کماحقہ ادا ہوں۔ تعدیل اور طمانیت کے بارے میں بار بار مبالغہ کیا جاتا ہے۔ اس کی اچھی طرح محافظت کریں۔ اکثر

Marfat.com

لوگ نماز کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اور طمانیت اور تعدیل ارکان کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے حق میں بہت ہی وعید آئی ہے۔ جب نماز درست ہو جائے' تو نجات کی بڑی بھاری امید ہے۔ کیونکہ نماز کے قائم ہونے سے دین قائم ہو جاتا ہے۔ اور مراتب کی بلندی کا معراج پورا ہو جاتا ہے۔

؎ بر شکر غلطید اے صفرائیاں
از برائے کورے سودائیاں

ترجمہ...... پل پڑو شکر پر تم صفرائیو
کور سودائی ہیں مارے' مت ڈرو
(مکتوب نمبر ۲۰' دفتر دوم)

کار ایں است

ایسا ایک مضمون خواجہ محمد شرف الدین حسین کی جانب لکھے گئے مکتوب میں بھیجا گیا' لکھتے ہیں......

میرے فرزند عزیز! فرصت کو غنیمت جانیں اور خیال رکھیں کہ عمر بے ہودہ کاموں میں صرف نہ ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی میں بسر ہو۔ نماز پنجگانہ کو جمیعت و جماعت اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔ نماز تہجد کو ترک نہ کریں۔ اور صبح کے استغفار کو رائیگاں نہ چھوڑیں۔ اور خواب خرگوش سے محظوظ نہ ہوں۔ دنیا کی فانی لذتوں پر فریفتہ و حریص نہ ہوں۔ موت کو یاد رکھیں۔ اور آخرت کے احوال کو مد نظر رکھیں۔ غرض دنیا کی طرف سے منہ پھیر لیں۔ اور آخرت کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ بقدر ضرورت دنیا کے کاموں میں مشغول ہوں۔ اور باقی اوقات کو

Marfat.com

امور آخرت کے اشغال میں بسر کریں۔ حاصل کلام یہ کہ دل کو ماسوی اللہ کی گرفتاری سے آزاد کریں۔اور ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ و پیراستہ رکھیں۔

کار ایں است وغیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ...... کرنے کا کام بس یہی ہے اس کے سوا جو کچھ ہے عبث ہے

(مکتوب نمبر ۳۱، دفتر اول)

عمل کیلئے تحمل چاہیے

نماز کے فضائل جو قرآن و حدیث و کتب فقہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ وہ بے حد ہیں۔ بے شمار ہیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اسی گلشن فقہ سے کلیاں چن کر اہل ایمان کی طرف پھینکیں۔ جس سے ان کی مشام ایمان معطر ہو گئی۔ تعدیل ارکان کے بارے میں آپ اپنے ایک اور مکتوب میں جو محمد مراد بدخشی کی جانب لکھا گیا ہے' تحریر فرماتے ہیں......

تعدیل ارکان

"آپ نے لکھا تھا کہ خادم جس امر کے بجالانے پر مامور ہے۔ سلسلہ عالیہ کے احباب کے ہمراہ ان کو ہمیشہ بجالاتا ہے۔ اور پانچ وقت کی نماز پچاس ساٹھ آدمیوں کی جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے کہ باطن ذکر الٰہی سے معمور ہو۔ اور ظاہر احکام شرعیہ سے آراستہ ہو۔ چونکہ اکثر لوگ اس زمانے میں نماز ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ اور طمانیت اور تعدیل ارکان میں کوشش نہیں کرتے۔ اس لئے اس بارے میں بڑی تاکید اور مبالغے کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ غور سے سنیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ چوروں میں سے بڑا چور وہ ہے۔ جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔ حاضرین نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ نماز میں کس

طرح چوری ہوتی ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع و سجود کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا۔ جو رکوع و سجود میں اپنی پیٹھ کو ثابت نہیں رکھتا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز ادا کرتے دیکھا۔ کہ رکوع و سجود پورا نہیں کرتا۔ تو فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو دینِ محمد ﷺ پر تیری موت نہ ہو گی۔ یعنی تو دین محمدی ﷺ کے بر خلاف مرے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......

"تم میں سے کسی کی نماز پوری نہ ہو گی جب تک رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو۔ اور اپنی پیٹھ کو ثابت نہ رکھے۔ اور اس کا ہر عضو اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......

"جو شخص دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے وقت اپنی پشت کو درست نہیں کرتا۔ اور ثابت نہیں رکھتا۔ اس کی نماز تمام نہیں ہوتی۔" حضرت رسالت مآب ﷺ ایک نمازی کے پاس سے گزرے۔ اسے دیکھا۔ کہ وہ احکام وارکان قومہ و جلسہ بخوبی ادا نہیں کرتا۔ تو فرمایا اگر تو ایسی عادت پر مر گیا تو قیامت کے دن تو میری امت سے نہیں اٹھے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص ساٹھ سال تک نماز پڑھتا رہتا ہے۔ اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ ایسا وہ شخص ہے جو رکوع و سجود کو بخوبی ادا نہیں کرتا۔

حضرت زید بن وہبؓ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ اور دیکھا کہ وہ

Marfat.com

رکوع و سجود بخوبی ادا نہیں کرتا۔ اس مرد کو بلایا۔ اور اس سے پوچھا۔ کہ تو کب سے اس طرح نماز پڑھ رہا ہے ؟ اس نے کہا چالیس سال سے۔ فرمایا اس چالیس سال کے عرصے میں تیری کوئی نماز نہیں ہوئی اگر تو اس حالت میں مرگیا تو نبی ﷺ کی سنت پر نہ مرے گا۔

منقول ہے کہ جب بندہ مومن نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے۔ اس کے رکوع و سجود کو بخوبی ادا کرتا ہے۔ تو اس کی نماز ہشاش بشاش اور نورانی ہوتی ہے۔ فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ اور وہ نماز اپنے نمازی پر دعا کرتی ہے۔ اور کہتی ہے......

حفظك الله سبحانه كما حفظتني. — اللہ پاک تیری حفاظت کریں جس طرح تو نے میری حفاظت کی۔

اور اگر نماز کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا تو وہ نماز سیاہ رہتی ہے۔ فرشتوں کو اس نماز سے کراہت آتی ہے۔ اور وہ اس کو آسمان پر بھی نہیں لے جاتے۔ اور وہ نماز اس نمازی پر بددعا کرتی اور کہتی ہے......

ضيعك الله تعالیٰ كما ضيعتني. — اللہ پاک تجھے ضائع کریں جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔

پس نماز کو اچھی طرح ادا کرنا چاہیے۔ تعدیل ارکان' رکوع' سجود' قومہ اور جلسہ اچھی طرح بجالانا چاہیے۔ اور دوسروں کو بھی یہی تعلیم دینا چاہیے۔ کہ نماز کو کامل طور پر ادا کریں۔ طمانیت اور تعدیل ارکان میں کوشش کریں۔ کیونکہ اکثر لوگ اس دولت سے محروم ہیں۔ اور یہ عمل متروک ہو رہا ہے۔ اس عمل کو زندہ

Marfat.com

کرنا دین کی ضروریات میں سے ہے۔

(مکتوب ٦٩، دفتر دوم)

تعدیل ارکان کا فقہ میں مقام

تعدیل ارکان کو فقہ میں کیا حیثیت حاصل ہے۔ اس پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا قلم فقہی گوہر لٹاتا ہے۔ آپ اپنے مکتوب شریف میں جو فتح خان افغان کی طرف لکھا گیا ہے، لکھتے ہیں......

سب سے اعلیٰ نصیحت جو دوستان سعادتمند کے لائق ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ وسلم والتحیہ کی متابعت کریں۔ اور ناپسندیدہ بدعت سے بچیں۔ جو شخص سنتوں میں سے کسی سنت کو، جو متروک ہو چکی ہو، زندہ کرے۔ تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ تو پھر معلوم ہونا چاہیے کہ جب کوئی فرض یا واجب کو زندہ کرے گا تو اس کو کس قدر ثواب ملے گا؟ نماز میں ارکان کا برابر کرنا (تعدیل) جو اکثر علماء حنفیہ کے نزدیک واجب ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے۔ اور بعض علمائے حنفیہ کے نزدیک سنت۔ اکثر لوگوں نے اس امر کو ترک کر دیا ہوا ہے۔ اس ایک عمل کا زندہ کرنا۔ اور جاری کرنا۔ فی سبیل اللہ سو شہیدوں کے ثواب سے زیادہ ہو گا۔ احکام شرعیہ یعنی حلال و حرام اور مکروہ کا بھی یہی حال ہے۔

علماء نے فرمایا ہے کہ نیم وانگ اس شخص کو واپس دے دینا جس سے خلاف شرع اور ظلم سے لیا ہو۔ دو سو درھم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ علماء کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے۔ کہ اگر ایک شخص کے نیک عمل پیغمبر کے نیک عملوں کی طرح ہوں اور اس پر نیم وانگ جتنا کسی کا حق باقی رہا ہو، تو اس شخص کو بہشت میں نہیں لے

جائینگے' جب تک اس نیم وانگ کو ادا نہیں کرے گا۔

غرض ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کر کے باطن کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ تاکہ غفلت کے ساتھ آلودہ نہ رہے۔ کیونکہ باطن کی امداد کے بغیر احکام شرعی سے آراستہ ہونا مشکل ہے۔ علماء صرف فتوی دیتے ہیں۔ اور اہل اللہ کام کرتے ہیں۔ باطن میں کوشش کرنا ظاہر کی کوشش کو مستلزم ہے۔ جو کوئی باطن کی درستگی میں ہو اور ظاہر کی پرواہ نہ کرے۔ وہ ملحد ہے۔ اور اس کے باطنی احوال' استدراج ہیں۔ باطنی حالات کے درست ہونے کی علامت ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کرنا ہے۔ استقامت کا طریق یہی ہے۔

(مکتوب نمبر ۷۸' دفتر دوم)

Marfat.com

حقیقت نماز

نماز نام ہے خدا کے قرب کا۔ خدا سے راز و نیاز کا۔ خدا سے محبت۔ خدا سے پیار کا۔ اور نماز نام ہے خدا کے مشاہدے کا۔ اور جنہیں مشاہدہ ہوا ہو' وہ مشاہدے کی بات کریں۔ جنہیں خدا ملا ہو' وہ خدا کی بات کریں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ حقیقت نماز سے پردہ کشائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

''نماز مومن کی معراج ہے۔ اور اس معراج میں گویا وہ دنیا سے نکل کر آخرت میں چلا جاتا ہے اس حظ میں سے' جو آخرت کو میسر ہو گا' کچھ حصہ حاصل ہو جاتا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ نماز میں اس دولت کے حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ کعبہ کی طرف' جو حقائق الٰہی جل شانہ کے ظہورات کا مقام ہے' نمازی کا توجہ کرنا ہے۔ پس کعبہ دنیا میں ایک عجوبہ ہے۔ جو صورت میں دنیا سے ہے۔ لیکن حقیقت میں آخرت سے ہے۔ اور نماز نے بھی اس وسیلے سے یہ نسبت پیدا کر لی ہے۔ اور صورت و حقیقت میں دنیا و آخرت کی جامع ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ حالت جو نماز کے ادا کرنے کے وقت میسر ہوتی ہے۔ ان تمام حالات سے جو نماز کے سوا حاصل ہوں' برتر ہے کیونکہ وہ حالات اگرچہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں' پھر بھی وہ ظل سے باہر نہیں ہیں۔ اور یہ حالت اصل سے تعلق رکھتی ہے۔ پس جس قدر اصل اور ظل کے درمیان فرق ہے' اسی قدر ان حالات اور اس حالت کے درمیان فرق ہے۔ اور مشاہدہ میں آتا ہے۔ کہ وہ حالت جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے موت کے وقت ظاہر ہو گی۔ وہ نماز کی حالت سے برتر ہو گی۔ کیونکہ موت' احوال آخرت کے مقدمات میں سے ہے۔ اور جو حالت آخرت کے زیادہ نزدیک ہے۔ وہ زیادہ اتم و اکمل ہے۔

Marfat.com

کیونکہ اس جگہ صورت کا ظہور ہے اور وہاں حقیقت کا ظہور۔ پس دونوں میں کس قدر فرق ہے؟

اوز ایسے ہی وہ حالت 'جو اللہ جل شانہ' کے فضل و کرم سے برزخ صغریٰ یعنی قبر میں میسر ہو گی۔ اس حالت سے جو حالت مرگ کے وقت میسر ہوئی بڑھ کر ہو گی۔ اور برزخ کبریٰ 'یعنی روز قیامت کہ جہاں کا مشہود اتم و اکمل ہے کو برزخ صغریٰ کیساتھ یہی نسبت ہے۔ اسی طرح برزخ کبریٰ کے مشہود کی نسبت جنات النعیم کا مشہود اتم و اکمل ہے اور تمام مقامات سے بڑھ کر وہ مقام ہے جس کی نسبت مخبر صادق علیہ‌السلام نے خبر دی ہے اور فرمایا ہے......

ان لله جنة ليس فيها حور ولا قصور يتجلى فيها ربنا ضاحكا.	اللہ تعالیٰ کی ایک جنت ہے جس میں نہ کوئی حور نہ کوئی قصور۔ اس میں بس اللہ پاک مسکراتے ہوئے تجلی فرمائیں گے۔

پس تمام ظہورات میں سے ادنیٰ ظہور دنیا و مافیھا ہے۔ اور ان ظہورات سے اعلیٰ جنت' دنیا بالکل ظہور کا مقام نہیں۔ وہ ظلی ظہورات اور مثالی نمائش جو دنیا کے ساتھ مخصوص ہیں۔ فقیر کے نزدیک سب امور دنیا میں شامل ہیں۔ اور حقیقت وہ ظہورات خواہ تجلیات صفات سے ہوں یا تجلیات ذات سے۔ سب دائرہ امکان میں داخل ہیں۔

تعالىٰ الله عما يقول الظالمون علوا كبيراً.	اللہ پاک اس بات سے 'جو ظالم کہتے ہیں بہت بلند ہے۔

فقیر جب دنیا کو پورے طور پر ملاحظہ کرتا ہے تو بالکل خالی پاتا ہے۔ اور

Marfat.com

مطلوب کی ذرا سی بو اس کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس جگہ مطلوب کو ڈھونڈنا اپنے آپ کو پریشان کرنا ہے۔ یا مطلوب کے غیر کو مطلوب جاننا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ اس میں گرفتار ہیں۔ اور خواب وخیال میں آرام کئے ہوئے ہیں۔ اس مقام میں صرف نماز ہی ہے۔ جو اصل سے کچھ حصہ رکھتی ہے۔ اور مطلوب کی بو لاتی ہے۔

اس کے سوا سب بے فائدہ رنج ہیں۔ دونہ' خرط القتاد.

(مکتوب ۲۶۳' دفتر اول)

نماز کی حقیقت کے بارے میں لوگوں نے کتابوں کے انبار لگا دیئے۔ صفحے بھر دیئے' ورق سیاہ کر دیئے۔ لیکن اتنا کچھ ہونے کے باوجود وہ اتنا کچھ نہ کہہ سکے' جو وہ کہنا چاہتے تھے۔ وہ کچھ نہ کر سکے' جو وہ کرنا چاہتے تھے۔ ایک حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ہیں کہ جس مضمون پر قلم اٹھایا ہے حق یہ کہ حق ادا کر دیا ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو مسلم

جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں۔

میرے جیسا کوز نظر' کور فکر' کور علم کس شمار میں؟ کس قطار میں؟ کلام مجددؒ کی عظمت و رفعت و معرفت کے سامنے بڑے بڑے خواصانِ حقیقت دم سادھے' اور ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔

کلام الٰہی کی گہرائیوں میں ڈوب کر حکمت و معرفت کے موتی نکالنے والے ڈاکٹر اقبالؒ یہ کہتے ہوئے ان کے مفہومات کی تشریحات سے قاصر نظر آئیں تو ہم کیا؟ اور ہماری اوقات کیا؟ ڈاکٹر اقبالؒ نے ایک جگہ کہا تھا کہ جو کچھ اسرار و رموز

Marfat.com

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے بیان کئے ہیں' وہ میں نہ سمجھ سکا۔ لیکن جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں' یہ وہ ہے' جسے میں نے سمجھا ہے۔ ظاہر ہے قائل کے مفہوم اور مخاطب کے مفہوم میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ڈاکٹر صاحب کے الفاظ ہیں......

''جہاں تک شیخ موصوف کی عبارت کا تعلق ہے مجھے ڈر ہے کہ میں نفسیات حاضرہ کی زبان میں اس کے حقیقی معنی شاید ہی بیان کر سکوں۔ کیونکہ اس قسم کی زبان موجود ہی نہیں۔''

(تشکیل جدید الہیات' ص ۲۹۹'۲۹۸)

Marfat.com

کعبہ ہی مسجود الیہ کیوں ؟

ہر سوچنے والے ذہن میں سوال ابھرتے رہتے ہیں۔ کہیں خیالوں کی وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔ اور کہیں منزل پا لیتے ہیں۔ جن کے پاس ذہن ہی نہیں، دماغ ہی نہیں۔ وہ بھٹکنے اور منزلیں پانے کی حقیقتیں کیا جانیں؟ ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا رہتا ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ نے اپنی زبان اقدس سے اپنی بعض خصوصیات و امتیازات بیان فرمائے۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ قوموں کیلئے یہ ضروری تھا کہ ان کی عبادت گاہیں مخصوص ہوتی تھیں۔ عبادت کے وقت انہیں ان مراکز کی طرف ہی جانا پڑتا تھا۔ چاہے کوئی سفر میں ہوتا یا حضر میں۔ اسے معبد جاتے ہی بنتی۔ لیکن میرے مالک جل شانہ کا مجھ پر کرم ہے کہ میرے لئے ساری زمین سجدہ گاہ بنادی گئی۔ اب میرے امتی کو کسی مقام پر بھی نماز کا وقت آجائے، اسے کوئی روک نہیں کہ وہ سر جھکادے۔

تو سوال یہ ابھرتا تھا کہ جب ساری زمین سجدہ گاہ ہے۔ اور یہ بالکل بجا ہے اور جو اللہ اس ساری روئے زمین کا خالق ہے۔ وہ بے چوں بھی ہے اور بے چگون بھی۔ وہ این وآں کی حدوں سے ورا ہے۔ وہ چنیں وچناں کے تخیلات سے سوا ہے۔ یہ علیحدہ بات کہ ہر گھر اس کا ہے۔ ہر منزل اس کی ہے۔ ہر مقام اس کا ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے میں ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا ہے۔ پھولوں میں اسی کی تجلیات مسکراتی ہیں۔ چاند سورج میں اسی کے جلوے بستے ہیں۔ غنچوں میں اسی کی رحمتیں چٹکتی ہیں۔ اور خوشبو میں اسی کی محبتیں ملتی ہیں۔ ساری کائنات اس کی۔ وہ ساری کائنات کا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اس کی ذات میں نہیں سما سکتیں۔ سب گھر اس کے۔ لیکن اس کا کوئی بھی گھر نہیں (دل مسلم کی بات نہیں، دل کی تو بات ہے

کیا؟) سب منزلیں اسکی، لیکن اسکی کوئی منزل نہیں۔ سب رنگ اس کے لیکن اس کا کوئی بھی رنگ نہیں۔ جب وہ سمتوں سے ورا ہے۔ مکاں سے سوا ہے۔ تو کعبہ کو مرکز بنانے کی کیا ضرورت؟ کہ اس گھر کی طرف سب منہ پھیر کر دست بستہ کھڑے ہو جائیں؟ حالانکہ ہم نماز خدا کی پڑھتے ہیں۔ اور خدا کیلئے پڑھتے ہیں۔ لیکن جہاں کہیں بھی ہوں اپنا رخ اسی کعبہ کیطرف ہی کرنا ہوتا ہے۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ دیکھنے کو یہ بھی پتھروں سے بنا ہوا' اور کہنے کو بت بھی پتھر سے بنے ہوئے۔ ان پتھروں کے آگے ماتھا رگڑو تو شرک۔ اور اس پتھر سے بنے کوٹھے کی طرف جھکو تو عین توحید' ایک ہی عمل۔ ایک ہی جگہ۔ ایک ہی جنس۔ لیکن نتیجہ مختلف۔ اس سے بھی بڑھ کر تعجب والی بات۔ کہ جب اپنے ہاتھوں سے تراشیدہ صنم ہٹانے کی باری آئی۔ تو سارے پتھر ہٹا دیئے گئے لیکن ایک پتھر پھر بھی باقی رہا بلکہ حکم دیا گیا کہ اسے باقی رکھا جائے' نہ صرف باقی رکھا جائے' بلکہ اس کو سجدہ گاہ بنایا۔ ایک پتھر سے رسوائی مل رہی ہے۔ اور دوسرے پتھر سے خدائی مل رہی ہے۔ ان اصنام کے فناء ہونے میں بھی حکمت تھی۔ اور اس پتھر کی بقاء میں بھی کوئی راز ہے۔

بہر کیف سوال یہ ہے کہ ہم فقط کعبہ ہی کی طرف منہ کر کے کیوں نماز ادا کریں؟ کسی اور طرف کیوں نہیں؟ حالانکہ نماز خدا کی ہے تو خدا تو ہر جگہ موجود ہے۔ تو چاہیے کہ جس سمت چاہا۔ منہ کیا۔ ہاتھ باندھے۔ اور سر جھکا دیا۔ لیکن ایسا نہیں بلکہ حکم ہے......

وحیث ماکنتم فولوا وجوھکم شطرہ. (البقرۃ: ۱۴۴)	کہ تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے مسجد حرام (کعبہ) کیطرف کرلو۔

توایسا کیوں ہے؟

اسی کا جواب حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اس مکتوب میں ارشاد فرمایا ہے کہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کی بے شمار جہتیں اور وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ نماز جو مومن کی معراج ہے۔ اس معراج کے کمال کو پانے کیلئے اپنے آپ سے نکلنا پڑتا ہے۔ اپنی حدود سے' اپنی قیود سے' اپنے خیالات سے' اپنے تخیلات سے بلکہ اس حیات سے گذرنا پڑتا ہے۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے اس دنیا سے گذر جانا بڑی مشکل بات ہے۔ لیکن بہت بڑی بات ہے۔ کیونکہ تاجدار کائنات ﷺ کو جب معراج عطا ہوئی تو آپ ﷺ اس دنیا سے نکل کر دوسری دنیا میں گئے تھے۔ اب جس نے بھی معراج پانی ہے' اسے بھی اس دنیا سے نکلنا ہو گا۔ ہم کم نظروں کو یہاں ہیولے بھی حقیقت دکھائی دیتے ہیں۔ ہم سب کچھ دیکھنے کے تمنائی۔ پھر اس کے بعد ماننے کے شیدائی۔ اس دیکھنے کی تمنا میں انسان نے بہت کچھ گنوایا ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ بہت کچھ گنوا کر بہت کچھ پایا ہے۔ اب خدا پانے کی تمنا میں ہم نماز تک آگئے۔ اب کوئی نہ کوئی ایسا مرکز چاہیے جسے توجہ کا مرکز بنایا جائے۔ اپنے احساس کا مرکز بنایا جائے۔ اپنے وجدان کا مرکز بنایا جائے۔ چنانچہ اللہ پاک نے انسان کی اس فطری خواہش کی تکمیل کو کعبہ لا کھڑا کیا۔ جس پر اللہ پاک کے انوار و تجلیات کی چھما چھم بارش ہر لحظہ ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ انوار و تجلیات جس پیکر محسوس پر برس رہے ہیں۔ اس کا نام کعبہ ہے۔ دیکھنے کو تو یہ ایک مکان ہے۔ لیکن در حقیقت یہ کائنات کی

Marfat.com

سب سے بڑی حقیقت کا نشان ہے۔

یہ سوداگری نہیں عبادت خدا کی ہے

اس کعبہ سے نسبت کے باعث نماز میں بھی یہ خاصیت پیدا ہو گئی۔ اور وہ بھی دنیا اور آخرت دونوں کی جامع عبادت بن گئی۔ انسان جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ تعدیل ارکان اور طمانیت کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے۔ خشوع اور خضوع کی کیفیتوں میں ڈوب کر جب وہ اپنے مالک کو پکارتا ہے۔ تو وہ اس وقت براہ راست خدا سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس وقت اسے جو کیفیتیں نصیب ہوتی ہیں۔ بقول حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نماز کے سوا تمام حالات میں حاصل ہونے والی کیفیتوں سے برتر اور اعلیٰ ہوتی ہیں۔ پھر انسان کے اندر اپنے محبوب کی ملاقات کا شوق انگڑائی لیتا ہے۔ وہ انتظار کے جان لیوا مرحلوں سے گزرتا ہے اور پھر اس لمحے کا انتظار کرتا ہے جب ملن گھڑی آئیگی۔ یہ ذوق اسے ہر ذوق سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ ہر حرص و لالچ سے آزاد کر دیتا ہے۔ پھر وہ عبادت اس لئے نہیں کرتا کہ اپنے رب کی نافرمانی سے بچ جائے۔ وہ اس لئے بھی عبادت نہیں کرتا کہ جہنم کے عذاب سے چھٹکارا مل جائے۔ وہ اس لئے بھی عبادت نہیں کرتا کہ اسے جنت ملے۔ جنت کی نعمتیں ملیں۔ عیش و آرام ملے۔ وہ تو فقط اس لئے اپنے مولا کے حضور کھڑا ہوتا ہے۔ وہ فقط اس لئے در قدرت پر دستک دیتا ہے۔ سوال کرتا رہتا ہے۔ کہ فقط ایک مسکراہٹ نصیب ہو جائے۔ فقط دیدار کی ایک جھلک عطا ہو جائے۔ جلوؤں کی بارات نہ سہی۔ ایک جلوے کی خیرات ہی مل جائے۔

یہ سوداگری نہیں عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

Marfat.com

مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے
نظارے کی ہوس ہو تو لیلیٰ بھی چھوڑ دے

انہیں مشتاقان دید کیلئے وہ جنت بنائی گئی جس کے بارے میں تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا۔

ان للہ جنة لیس فیھا حور ولا قصور یتجلی فیھاربنا ضاحکاً۔	اللہ تعالیٰ کی ایک جنت ہے جس میں نہ کوئی حور نہ کوئی قصور۔ اس میں بس اللہ پاک مسکراتے ہوئے تجلی فرمائیں گے۔

ایک جنت وہ ہے جس میں باغ ہیں۔ نہریں ہیں۔ درخت ہیں۔ حوریں ہیں۔ محلات ہیں۔ انعامات ہیں۔ اور ایک جنت وہ ہے۔ جس میں حوریں بھی نہیں۔ محلات نہیں۔ لیکن وہاں ان محلات کا مالک بستا ہے۔ حوریں نہیں حوروں کا خالق بستا ہے۔ سو' جن کی نظر محدود پر ہے' ان کی نظر مخلوق پر ہے۔ اور جس کی نظر نعمتوں مین نہیں اٹکی۔ وہ خالق کو پا گئے۔ اور خالق کو پانے کا ذریعہ نماز تھا۔

باقی جو معارف ہیں وہ کوئی عارف ہی جانے۔ ہم تو لبِ ساحل بیٹھ کر گھونگھے چننے والے۔ اور یہ کام ہے غواصان حقیقت کا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ موتی تو سمندر کی تہوں میں ہوتے ہیں۔ نہ کہ ساحل پر۔

ہم نماز میں کیا کرتے ہیں؟ کیوں کرتے ہیں؟

ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم بہت کچھ کرتے ہیں۔ جو کرنا ہوتا ہے۔ وہ بھی کرتے ہیں۔ اور جو نہیں کرنا ہوتا۔ وہ بھی کرتے ہیں۔ ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن دیکھیں تو ہم نماز نہیں پڑھتے۔ جس طرح ایک پاگل کوئی غلط کام کرتا ہے تو اس سے

Marfat.com

باز پرس نہیں ہوتی۔ کہ بے چارے کو پتہ ہی نہیں۔ انسان جو کچھ کر رہا ہے اگر اس کی اسے سمجھ نہیں، تو قتل بھی ہو جائیں۔ مقدمات بنتے ہی نہیں۔ اور سزائیں بھی ٹل جاتی ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ آدمی جو کام کر رہا ہے۔ بقائمی ہوش و حواس اور شعور کے ساتھ کرے۔ اگر وہ ہوش و حواس یا شعور کے ساتھ نہیں کر رہا تو اس کے عمل پر نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ اور وہ مرفوع القلم ٹھہرتا ہے۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو ہم نماز پڑھتے ہوئے بھی نماز نہیں پڑھتے۔ ہم نماز کے ارکان ادا کر رہے ہیں۔ لیکن ہم یہ سب کیا کر رہے ہیں؟ ہمیں بھی معلوم نہیں ہوتا۔

ہم ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ ہم ہاتھ گراتے ہیں۔ ہم ہاتھ باندھتے ہیں۔ ہم ہاتھ کھولتے ہیں۔ ہم ایک لمحے جھک رہے ہیں۔ دوسرے لمحے اٹھ رہے ہیں۔ ہماری پیشانی ایک وقت میں زمین پر پڑی ہوتی ہے۔ اور دوسرے لمحے زمین سے اٹھی ہوتی ہے۔ ہم ایک ساعت میں کھڑے تھے۔ اب دوسری ساعت میں بیٹھے ہیں۔ ہم جو ابھی کہیں آگے پیچھے نہیں دیکھ رہے تھے۔ اب دونوں جانب دائیں بائیں اپنا رخ کر رہے ہیں۔

ہم نے کبھی سوچا کہ یہ سب کیا ہے؟ اور یہ سب کیوں ہے؟ اگر ہاتھ گرانے ہی تھے تو اٹھائے تھے کیوں؟ اگر ہاتھ کھولنے ہی تھے تو باندھے تھے کیوں؟ اگر اٹھنا ہی تھا تو جھکے تھے کیوں؟ اگر سر' زمین سے اٹھانا ہی تھا' تو رکھا تھا کیوں؟ اور جب ہم نے بیٹھنا ہی تھا تو پھر کھڑے ہوئے تھے کیوں؟ جب ہر طرف دیکھنا تھا' تو نہ دیکھنے کی پابندی لگائی تھی کیوں؟

ہم نہیں جانتے کہ ہم یہ کر رہے ہیں' تو کیوں کر رہے ہیں۔ لیکن ہم یہ

Marfat.com

ضرور جانتے ہیں کہ ہاتھ اٹھائے ہی گرانے کیلئے تھے۔ جس نے گرانے کیلئے کہا تھا اسی نے اٹھانے کیلئے بھی کہا تھا۔ اور ہاتھ باندھے ہی کھولنے کیلئے تھے' اس لئے کہ جس نے ہاتھ کھولنے کو کہا تھا' اسی نے باندھنے کو بھی کہا تھا۔ ہم جھکے ہی اٹھنے کیلئے تھے۔ کیونکہ جس نے جھکنے کا کہا تھا اسی نے اٹھنے کا حکم دیا تھا۔ سنا ہے جو اس کے سامنے جھکتے ہیں وہ پھر کہیں نہیں جھکتے۔ اور ہم نے سر' زمین پر رکھے ہی سربلند ہونے کیلئے تھے۔

اٹھتے ہیں حجاب آخر

ہمارے یہ افعال کس چیز کا اعلان ہیں۔ کس چیز کی خبر دے رہے ہیں؟ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی طرف رجوع کیجئے آپؒ خبر دیتے ہیں کہ یہ افعال کیا خبر دیتے ہیں۔ مولانا عبدالحیٰ کی جانب لکھے گئے مکتوب شریف میں رقم طراز ہیں۔

"خدا تجھے سعادت مند کرے۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ مدت سے فقیر کو اس بات کا تردد تھا کہ ان اعمال صالحہ سے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اکثر آیات قرآنی ان پر بہشت میں داخل ہونا موقوف رکھا ہے۔ آیا تمام اعمال صالحہ مراد ہیں یا بعض؟ اگر تمام اعمال صالحہ مراد ہیں تو یہ امر بہت مشکل ہے۔ کیونکہ تمام اعمال صالحہ بجالانے کی توفیق شاید ہی کسی کو حاصل ہوئی ہو۔ اور اگر بعض مراد ہوں تو مجہول اور نامعلوم ہیں۔ ان کا تعین کسی کو معلوم نہیں۔ آخر محض اللہ کے فضل سے دل میں آیا۔ کہ اعمال صالحہ سے مراد شاید اسلام کے پانچ ارکان ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ اگر اسلام کے یہ اصول پنجگانہ کامل طور پر ادا ہو جائیں تو امید ہے نجات وفلاح حاصل ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ فی حد ذاتہ اعمال صالحہ ہیں۔ اور تمام برائیوں اور منکرات سے روکنے والے ہیں۔

ارکان اسلام

Marfat.com

ان الصلوٰة تنھٰی عن الفحشاء والمنکر. بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

یہ آیت اس مطلب پر شاہد ہے اور جب اسلام کے یہ پنجگانہ ارکان بجالانا میسر ہو گیا تو امید ہے کہ شکر بھی ادا ہو گیا اور جب شکر ادا ہو گیا تو گویا عذاب سے نجات مل گئی۔

ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وامنتم. اگر تم اس کا شکر ادا کرو اور ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دیکر کیا کرے گا؟

پس ان پنجگانہ ارکان کے بجالانے میں جان سے کوشش کرنی چاہیے۔ خاص کر نماز کے قائم کرنے میں جو دین کا ستون ہے۔ حتی المقدور اس کے آداب میں سے کسی ادب کے ترک کرنے پر راضی نہیں ہونا چاہیے۔ اگر نماز کو کامل طور پر ادا کر لیا تو گویا اسلام کا اصل عظیم حاصل ہو گیا اور خلاصی کیلئے حبلِ متین یعنی مضبوط رسی مل گئی۔

واللہ سبحانہ الموفق. اللہ پاک ہی توفیق عطا فرمانے والے ہیں۔

کھلتے ہیں اسرار بندگانی

جاننا چاہیے کہ نماز میں تکبیر اولیٰ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ عابدوں کی عبادت اور نمازیوں کی نماز سے مستغنی اور برتر ہے۔ اور وہ تکبیریں جو ارکان کے بعد ہیں۔ وہ اس امر کے رموز واشارات ہیں کہ یہ رکن جو ادا ہوا ہے' حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی عبادت گاہ کے لائق نہیں ہے۔ رکوع کی تسبیح میں چونکہ تکبیر

Marfat.com

کے معنی ملحوظ ہیں' اس لئے رکوع کے آخر میں تکبیر کہنے کا حکم نہ فرمایا۔ برخلاف دونوں سجدوں کے کہ باوجود ان کی تسبیحوں کے اول و آخر تکبیر کہنے کا امر کیا ہے۔ تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ سجود میں نہایت فروتنی اور پستی اور نہایت ذلت و انکسار ہے' حق عبادت ادا ہو جاتا ہے۔ اور اسی وہم کے دور کرنے کیلئے سجود کی تسبیح میں لفظ ''اعلیٰ'' کو اختیار کیا اور تکبیر کا تکرار بھی مسنون ہوا اور چونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اس لئے آخر نماز میں ان کلمات کے پڑھنے کا حکم فرمایا جن کے ساتھ آنحضرت ﷺ شب معراج میں مشرف ہوئے تھے۔ پس نمازی کو چاہیے کہ نماز کو اپنا معراج بنائے اور نہایت قرب نماز میں حاصل کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ	سب سے زیادہ قرب جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاصل ہوتا ہے وہ نماز میں ہوتا ہے۔

اور نمازی چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتا ہے۔ اور نماز ادا کرتے وقت حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا مشاہدہ کر کے حق تعالیٰ کا رعب و ہیبت اس پر چھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کے تسلی کے واسطے نماز کو دو سلاموں پر ختم کرنے کا امر فرمایا۔

اور یہ جو حدیث نبوی ﷺ میں ہر فرض کے بعد سو دفعہ تسبیح' تحمید اور تکبیر و تہلیل کا حکم ہے۔ فقیر کے علم میں اس کا بھید یہ ہے کہ ادائے نماز میں جو قصور و کوتاہی واقع ہوتی ہے اس کی تلافی تسبیح و تکبیر کے ساتھ کی جائے اور اپنی عبادت کے ناتمام اور نالائق ہونے کا اقرار کیا جائے اور جب حق تعالیٰ کی توفیق سے عبادت

Marfat.com

کا ادا کرنا میسر ہو جائے۔ تو اس نعمت کی حمد و شکر بجالانا چاہیے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کو عبادت کا مستحق نہ بنانا چاہیے۔

جب نماز اس طرح شرائط و آداب کیساتھ ادا ہو جائے۔ اور بعد ازاں ان کلمات طیبہ کے ساتھ تقصیر و کوتاہی کی تلافی کی جائے۔ اور توفیق عبادت کی نعمت کا شکریہ ادا کیا جائے۔ اور حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو مستحق عبادت نہ بنایا جائے۔ تو امید ہے کہ وہ نماز حق تعالیٰ کے نزدیک قبولیت کے لائق ہو گی۔ اور وہ نمازی عذاب سے نجات پا جائیگا۔

اللهم اجعلنی من المصلین المفلحین بحرمة سید المرسلین علیه و علیهم و علیٰ آله الصلوٰة والتسلیمات۔

(مکتوب ۳۰۴' دفتر اول)

ایک عجز ہے اپنا سرمایہ

معرفت کے کون کون سے گوہر ہیں جو لٹائے نہیں گئے؟ حقیقت کے وہ کون کون سے جوہر ہیں جو بہائے نہیں گئے؟ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے راز حقیقت کھول کھول کر بیان کر دیے۔ کہ تکبیر جب ہم کہتے ہیں تو یہ اعلان ہوتا ہے اس بات کا کہ اے مولا! ہم سارے رشتے چھوڑ چھوڑ کے۔ سارے واسطے توڑ توڑ کے۔ تجھ سے رشتہ جوڑ جوڑ کے تیرے حضور آگئے۔ تیری یاد کھینچ لائی۔ تکبیر کہہ کر ہم یہ اعتراف کر رہے ہوتے ہیں۔ کہ تجھے ہماری عبادتوں کی ضرورت نہیں۔ ہماری نمازوں کی ضرورت نہیں۔ تجھے ہماری ضرورت نہیں۔ لیکن ہمیں تیری بڑی ضرورت ہے۔ اس تکبیر کے ذریعے ہم اپنی پستیوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اور تیری عظمتوں کا اقرار کرتے ہیں۔ بار بار تکبیریں یہی اشارے دے رہی ہیں۔ کہ ہماری

Marfat.com

ریاضتیں اس لائق نہیں۔ ہماری عبادتیں اس قابل نہیں۔ کہ تیری بارگاہ میں قبولیت کا درجہ پاسکیں۔ اور ہم چھوٹے ہیں۔ بہت چھوٹے ہیں۔ حد درجہ کمتر ہیں اور تو بڑا ہے۔ بہت بڑا ہے۔ سب سے بڑا ہے۔ ایک چھوٹے سے جسم سے تیری بڑائی کا اظہار ہو تو کیونکر ہو؟ اس تکبیر کے ذریعے ہم یہ اعتراف بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ کہ ہم جو تیری عظمتوں کے گن گا رہے ہیں۔ تیری رفعتوں کے ترانے سنا رہے ہیں۔ اور جتنا کچھ ہم نے تجھے بڑا سمجھ رکھا ہے۔ تو اس سے بھی بڑا ہے۔ ایک چھوٹی سی عقل' کائنات کے سب سے بڑے کو آخر کتنا بڑا خیال کر سکتی ہے؟

ہاتھ باندھے' دم سادھے

قیام کی حالت میں ہاتھ باندھ کر۔ کھڑے ہو کر۔ ہم یہ سنانے اور دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اے پوری کائنات پر نظر رکھنے والے اک نظر ادھر بھی۔ ہمیں دیکھ' ہم ہاتھ باندھے دم سادھے' سر جھکائے تیرے کرم کی آس لگائے' تیرے در پہ تیرے غلام آئے ہیں۔ کچھ بھیک جھولوں کی۔ کچھ خیرات قرب کی ادھر بھی۔ سر اٹھا نہیں سکتے کہ تیرے مجرم ہیں۔ ہاتھ کھول نہیں سکتے کہ تیرے خطاوار ہیں اور دم سادھے اس لئے کھڑے ہیں کہ سانس چھوٹنے سے کہیں تعفن نہ پھیل جائے۔ بڑی غلاظت ہے اپنے اندر۔ بڑی کثافت ہے اپنے اندر۔ رکوع میں جھک کر بھی دیکھا۔ سجدوں میں ماتھا رگڑ کر بھی دیکھا۔ عاجزی کی بھی حد ہو گئی۔ فروتنی کا بھی کمال ہو گیا۔ لیکن پھر بھی معلوم۔ کہ تیری بندگی کا حق ادا نہ ہوا۔ اس لئے سب بڑائی تجھ کو مسلم۔

دل ہمارے سلام کہتے ہیں

تو بھی عظیم ہے لیکن تو نے کیسا عظیم اپنا محبوب ﷺ بنایا ہے کہ جو تیرے

Marfat.com

قریب بیٹھ کر ہمارے قرب کی فکر میں غلطاں رہا اسے یہ فکر ستاتی رہی کہ ہم گلے سے بھاگی ہوئی بھیڑیں پھر تیرے قرب کی حدوں میں بسیں۔ چنانچہ وہ تیرے پاس پہنچے تو معراج ہوئی۔ اور ہم ان تک پہنچے تو معراج ہو گئی۔ اور بیٹھے بیٹھے ہو گئی۔

آقا ﷺ تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا

اور میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

معراج میں قرب کی ساری حدیں ختم ہو گئی تھیں۔ زمانے سمٹ گئے تھے۔ فاصلے مٹ گئے تھے۔ من و تو کے فرق' فرق فرق ہو گئے تھے۔ اسی قرب کے دور کی یاد میں تشہد کا نغمہ الاپا جاتا ہے۔ ہاں محب و محبوب کی ملاقات کے تذکرے کرنے سے اپنی ملاقات کی راہیں نکل آتی ہیں۔ سو اس معراج سے ہم تشہد کے ذریعے قرب خدا ڈھونڈتے ہیں۔

بیٹھے بیٹھے معراج کرا دینے والے پیارے آقا ﷺ کے انعامات یاد آتے ہیں تو دل بے اختیار مچل جاتا ہے اور زبان پکار اٹھتی ہے کہ مولا ہم ان کیلئے اور تو کچھ نہیں کر سکتے بس تیری بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ تو ان پر ہر لمحے ہر آن درودوں کی برسات کرتا رہے۔ سلاموں کی برکھا برساتا رہے۔ یہ درود شریف پڑھنے کی حکمت ہے۔

سب کچھ کیا پر کچھ نہ ہوا

سب کچھ ہوا' سب کچھ کیا۔ اپنی طرف سے جو کچھ کر سکتے تھے کیا' لیکن اس کی شان دیکھ کر۔ اس کی عظمت دیکھ کر دل پر ہیبت چھا گئی کہ کیا کرتے رہے؟ ہوا تو کچھ بھی نہیں؟

درماندگی و بے مائیگی کا یہ عالم میرے آقا ﷺ سے دیکھا نہ گیا۔ ہاتف سے

Marfat.com

صدا آئی۔ گھبراؤ نہیں۔ تم نے جو کچھ کیا۔ بہت اچھا کیا ہے۔ اس کے صلے میں خدا کی تم پر رحمتیں نازل ہوں گی۔ برکتیں نازل ہوں گی۔

دیکھا حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے کیا دکھایا۔ نماز کے آئینے میں 'فروتنی کے شیشے میں خدا دکھایا۔ اب جب بھی نماز کیلئے خدا کے سامنے کھڑے ہوا کرو تو جو تصورات حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے دیئے ہیں ان میں ڈوب ڈوب جایا کرو تاکہ حقیقت کے موتی تمہارے بھی ہاتھ لگیں۔

جامع شریعت کامل عبادت

اللہ پاک کا ہم پر کرم ہے۔ کہ ہم دین دار ہیں اور اس لئے دیندار ہیں کہ دیندار ہیں۔ اور دین نام ہے زندگی کی ایک اک ادا کی رہبری کا۔ ہمارا دین کامل ہے۔ مکمل ہے اکمل ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم. آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

ہماری شریعت ساری شریعتوں کی جامع 'جو جو کام سابقہ قومیں فرداً فرداً کرتی رہیں وہ سب ہم کو یکجا عطا کر دیئے گئے۔ ان کی بکھری عبادتوں کو ہمارے لئے وحدت کے گلدستے میں سجا دیا گیا۔ ان کی منتشر ریاضتوں کو ہمارے لئے یکجا کر دیا گیا۔ پہلے لوگ بہت زیادہ کرتے رہے۔ اور بہت تھوڑا پاتے رہے۔ لیکن امت مسلمہ نے بہت تھوڑا کیا اور بہت زیادہ پا گئی۔ اسی حقیقت کی طرف یہ حدیث شریف اشارہ کر رہی ہے۔

Marfat.com

عن عبدالله ابن عمر انه سمع رسول الله ﷺ يقول انما بقاء كم فيه سلف قبلكم من الامم كما بين الصلوٰة العصر الى غروب الشمس ' اوتى اهل التورٰه التوراة فعملوا حتى انتصف النهار عجزوا فاعطو قيراطاً قيراطاً ثم اوتى اهل الانجيل الانجيل '. فعملوا الىٰ صلوٰة العصر' ثم عجزوا فاعطوا قيراطاً قيراطا. ثم اوتينا القران فعملنا الى غروب الشمس فاعطينا قيراطين فقال اهل الكتابين اى ربنا اعطيت هولاء قيراطين قيراطين

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرمارہے تھے پہلی امتوں کی نسبت تمہارا زمانہ عصر سے غروب آفتاب تک ہے ۔ اہل تورات کو تورات دی گئی وہ ظہر تک عمل کرنے کے بعد تھک گئے ۔ انہیں ایک قیراط دیا گیا پھر اصل انجیل کو انجیل دی گئی ۔ انہوں نے عصر تک عمل کیا پھر وہ بھی تھک گئے انہیں بھی ایک قیراط دیا گیا۔ پھر ہمیں قرآن دیا گیا۔ ہم نے غروب آفتاب تک کام کیا اور ہم کو دو قیراط عطا کئے گئے۔ تو تورات اور انجیل والوں نے اعتراض کیا۔اے اللہ ! تو نے ان کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے

Marfat.com

واعطیتنا قیراطاً قیراطاً ونحن کنا اکثر عملا قال اللہ عزوجل ھل ظلمتکم من اجرکم من شئی قالوا لا قال ھو فضلی اوتیتہ من اشاء.
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۹)

کام بھی ان سے زیادہ کیا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا کیا میں نے تمھاری اجرت سے کچھ کم کیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں عطا کر دوں۔

یہ سب کرم کے سلسلے تاجدار کائنات ﷺ کے توسط سے ملے۔ آپ ﷺ کی نبوت ساری نبیوں کی نبوتوں کا خلاصہ۔ آپ ﷺ کی رسالت سارے رسولوں کی رسالتوں کا خلاصہ۔ آپ ﷺ پر جو کتاب اتری وہ ساری کتابوں کا خلاصہ۔ اور آپ ﷺ جو شریعت لے کر آئے وہ شریعت ساری شریعتوں کا خلاصہ ہے۔ اور اس شریعت کی پہچان' جو نماز ہے۔ وہ بھی بہت سے عبادات و افعال کا خلاصہ ہے۔ اسی حقیقت کو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوب شریف میں بیان کیا ہے جو جباری خان کے نام لکھا گیا۔ فرماتے ہیں......

''حق تعالیٰ شریعت مصطفوی ﷺ کے سیدھے راستے پر ثابت قدمی اور استقامت عطا فرما کر اپنی بارگاہ کی طرف متوجہ کریں۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ تاجدار کائنات ﷺ اعتدال کے طور پر تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے جامع اور تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ہیں۔ وہ کتاب جو ان پر نازل ہوئی ہے۔ ان تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے۔ جو تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں۔ نیز وہ شریعت جو

آنحضرت ﷺ کو عطا ہوئی ہے۔ تمام گذشتہ شریعتوں کا خلاصہ اور اقتباس ہے۔ اور وہ اعمال جو اس شریعت حقہ کے موافق ہیں۔ سب گزشتہ شریعتوں بلکہ فرشتوں کے اعمال سے منتخب ہیں کیونکہ بعض فرشتوں کو صرف رکوع کا حکم ہے۔ بعض کو صرف سجدے کا اور بعض کو صرف قیام کا۔

ایسا ہی گذشتہ امتوں میں سے بعض کو صبح کی نماز کا حکم تھا۔ اور بعض کو دوسری نمازوں کا۔ اس شریعت میں گذشتہ امتوں کا اور مقرب فرشتوں کے اعمال کا خلاصہ انتخاب کر کے ان کے بجالانے کا حکم فرمایا۔ پس اس شریعت کو سچا جاننا اور اس پر عمل کرنا۔ در حقیقت تمام شریعتوں کی تصدیق کرنا۔ اور ان کے موافق عمل بجالانا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس شریعت کی تصدیق کرنے والے تمام امتوں سے بہتر ہوں گے۔ اور اس طرح اس شریعت کا جھٹلانا اور اس کے مطابق عمل نہ کرنا گذشتہ تمام شریعتوں کو جھٹلانا اور ان پر عمل نہ کرنا ہے۔ اور ایسے ہی حضور اکرم ﷺ کا انکار کرنا تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کا انکار کرنا ہے۔ اور حضور ﷺ کی تصدیق ان سب کی تصدیق ہے۔

پس ناچار آنحضرت ﷺ کے منکر اور شریعت کی تکذیب کرنے والے تمام امتوں سے بدتر ہونگے۔

الاعراب اشد کفراً و نفاقاً.	اعرابی کفر اور نفاق میں بڑے سخت ہیں۔

میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

Marfat.com

محمد غزالی کا بروئے ہر دوسر است
کسے کہ خاک درش نیست خاک برسواوٗ
وسیلہ دوجہاں کی آبرو کا ہیں نبی سرور
پڑے خاک اس کے سر پر جو نہ ہوا خاک اس در پر
(مکتوب شریف نمبر ۹۷ دفتر اول)

ایک ہی عبادت مختلف نتائج پیدا کرتی ہے

میں کھڑا ہوا۔ نیت کی۔ ہاتھ باندھے۔ قیام کیا۔ تلاوت کی۔ رکوع میں گیا۔ سر اٹھایا۔ سر جھکایا۔ تشہد بیٹھا۔ درود کے مرحلوں سے گذرا۔ دعا کی منزل پر پہنچا۔ اور سلام پھیر دیا۔ کوئی کیفیت نہیں۔ کوئی ذوق نہیں۔ جیسا آیا تھا۔ ویسا چل دیا۔

لیکن میرے ساتھ "وہ" کھڑے ہیں۔ ہاتھ اٹھا رہے ہیں کہ عاجزی ٹپک رہی ہے۔ ہاتھ باندھ رہے ہیں کہ تذلل دمک رہا ہے۔ زبان کلام یار کی تلاوت کر رہی ہے اور دل و نگاہ رخ یار کی تلاوت کر رہے ہیں۔ رکوع میں جھک رہے ہیں کہ فرشتے بلائیں لینے کو منتظر کھڑے ہیں۔ سجدے میں جا رہے ہیں کہ رحمت خداوندی برس برس کر آ رہی ہے۔ تشہد بیٹھے ہیں کہ شاہد ہو گئے ہیں۔ درودوں کے تحفے دے رہے ہیں۔ اور سلاموں کے ہدیے لے رہے ہیں۔ دعا کیلئے لب ہلا رہے ہیں کہ نالوں کا جواب پا رہے ہیں۔ عمل ایک۔ حرکت ایک۔ فعل ایک۔ لیکن نتائج مختلف۔ اور بہت مختلف۔ یہ ہوتا ہے۔ ہاں! یہ ہوتا ہے۔ سچ یہ ہوتا ہے۔ یہ کیوں ہوتا ہے؟

عارف ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اس راز سے پردہ اٹھا رہے ہیں۔

میر محب اللہ کی طرف لکھا گیا مکتوب شریف

Marfat.com

"الحمدللہ وسلم علی عبادہ الذین اصطفی۔

خدا تجھے ہدایت دے! تم پر واضح ہونا چاہے کہ نماز کے کامل اور مکمل طور پر ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے فرائض' واجبات' سنت اور مستحب جن کی تفصیل کتب فقہ میں بیان ہو چکی ہے۔ سب کے سب ادا کئے جائیں۔ ان چاروں امور کے سوا کوئی امر ایسا نہیں ہے۔ جس کا نماز کے تمام اور مکمل کرنے میں دخل ہو۔ نماز کا خشوع بھی انہیں چار امور میں مندرج ہے۔ دل کا خشوع' خضوع اور حضور بھی انہی سے وابستہ ہے۔

بعض لوگ ان امور کے صرف جان لینے کو ہی کافی سمجھتے ہیں اور عمل میں سستی اور سہل انگاری کرتے ہیں۔ اس لئے نماز کے کمالات سے بے نصیب رہتے ہیں۔

بعض لوگ حق تعالٰی کے ساتھ حضور قلب میں بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ لیکن اعمال و جوارح میں کم مشغول ہوتے ہیں۔ صرف سنتوں اور فرضوں پر کفائت کرتے ہیں۔ یہ لوگ بھی نماز کی حقیقت سے واقف نہیں۔ یہ لوگ نماز کے کمال کو نماز کے غیر میں ڈھونڈتے ہیں۔ کیونکہ حضور قلب کو نماز کے احکام سے نہیں جانتے اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ

لاصلوٰۃ الا بحضور القلب۔	نماز حضور قلب کے سوا کامل نہیں ہوتی۔

حوالہ

ممکن ہے اس حضور قلب سے مراد یہ ہو کہ ان امور اربعہ کے ادا کرنے میں دل کو حاضر رکھا جائے۔ تاکہ ان امور میں سے کسی امر کے بجالانے میں فتور واقع نہ ہو۔ اس حضور کے سوا کوئی اور حضور اس فقیر کی سمجھ میں نہیں آتا۔

Marfat.com

عمل بھی کوئی چیز ہے لیکن ؟

سوال : جب نماز کا تمام اور کامل ہونا ان امور اربعہ کے بجالانے پر موقوف ہے اور ان کے سوا اور کوئی امر نماز کے کامل کرنے میں ملحوظ نہیں ہے تو پھر مبتدی، منتہی اور عامی کی نماز میں کیا فرق ہے ؟ جب کہ وہ بھی ان امور کو ملحوظ رکھ کر پڑھی جائے ؟

جواب ۔

فرق عامل کی جہت سے ہوتا ہے نہ کہ عمل کی جہت سے ۔ ایک ہی عمل کا اجر عامل کے تفاوت کے باعث متفاوت ہوتا ہے ۔ مثلاً وہ عمل جو کسی مقبول اور محبوب عامل سے وقوع میں آئے ۔ اس کا اجر اس کے اجر سے کئی گنا زیادہ ہوگا جو اس عامل کے سوا کسی غیر کے اسی عمل پر مترتب ہو ۔ کیونکہ جس قدر عامل کی قدر زیادہ ہوگی ۔ اسی قدر اس کے عمل کا اجر بھی زیادہ تر ہوگا ۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ عارف کا ریائی عمل مرید کے اخلاص والے عمل سے بہتر ہوتا ہے ۔ اور پھر عارف کا وہ عمل کس طرح بہتر نہ ہو جو سراسر اخلاص سے بھرا ہوا ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ حضرت نبی اکرم ﷺ کے سہو کو اپنے صواب سے بہتر جان کر حضور ﷺ کے سہو کی آرزو کرتے رہے ۔ جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ہے ۔

یالیتنی کنت سهو محمد (ﷺ) — کاش میں حضرت محمد ﷺ کا سہو ہی ہو جاتا ۔

گویا ان کی آرزو یہی تھی کہ ہمہ تن آنحضرت ﷺ کا سہو ہو جائیں ۔ پس اپنے تمام احوال و اعمال کو آنحضرت ﷺ کے عمل سہو سے کم جانتے ہیں ۔ آرزو کرتے اور چاہتے ہیں کہ اپنی تمام نیکیاں آنحضرت ﷺ کے سہو کے برابر ہو جائیں اور آنحضرت ﷺ کا سہواً عمل یہ تھا کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

Marfat.com

چہار گانہ فرض نماز کی دو رکعتوں کے بعد بھول کر سلام پھیر لیا تھا جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔

پس منتہی کی نماز پر دنیاوی ثمرات و نتائج کے باوجود آخرت کا بڑا بھاری اجر بھی مرتب ہے' بر خلاف مبتدی اور عامی کی نماز کے......

؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

نماز کی چند خصوصیتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ان سے قیاس کر لیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی نماز میں قرآن کے پڑھنے' تسبیحات و تکبیرات کہتے وقت اپنی زبان شجرہ موسوی کی طرح معلوم کرتا ہے اور اپنے قویٰ اور اعضاء کو آلات اور وسائل جانتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نماز کے ادا کرتے وقت باطن و حقیقت اور ظاہر و صورت سے پورے طور پر تعلق توڑ کر عالم غیب کے ساتھ ملحق ہو جاتے ہیں۔ اور غیب کے ساتھ مجہول الکیفیت نسبت حاصل کر لیتے ہیں۔

اب نماز سے فارغ ہو کر پھر اصل سوال کے جواب کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ امور اربعہ مذکورہ کے پورے طور پر بجا لانے کی توفیق کم حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ ممکن ہے۔

وانها لكبيرة الا على الخاشعين. — جو خدا سے ڈرنے والے ہیں ان کے سوا نماز ہر ایک پر بہت بھاری ہے۔

والسلم علىٰ من اتبع الهدىٰ. — سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

(مکتوب شریف ۳۰۵' دفتر اول)

Marfat.com

ایک حقیقت' مختلف اثرات

میرے مالک! تھا کیا؟ اور سمجھتے رہے کیا؟ ہم نے یوں ہی سر میں سوچ سوچ کے چاندی بکھیر دی۔ کہ ایک ہی کام۔ ایک ہی عمل۔ ایک ہی فعل۔ لیکن اس کا نتیجہ ایک نہیں۔ کیوں نہیں؟ ایک ہونا چاہیے' اب خبر ہوئی' کہ ہم کتنے بے خبر تھے۔ ہم عمل دیکھتے رہے۔ اور بھولے تھے کہ عمل کا صدور تو عامل سے ہوتا ہے۔ عامل اگر سچا ہے تو اس کا جھوٹا عمل بھی سچائی پر محمول کیا جاتا ہے۔ اور عامل اگر جھوٹا ہے تو اس کا سچا عمل' سچی بات بھی جھوٹی قرار پاتی ہے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام کتنے سچے ہیں بلکہ سچوں کے سردار ہیں۔ بادشاہ کی پکڑ میں آنے پر اپنی بیوی کو بہن کہنا پڑا۔ لیکن ان کے اس عمل کو بھی سچ کے آئینے میں دیکھا گیا۔ کہ مسلمان مرد' عورت آپس میں بہن بھائی بھی ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس آدمی اگر جھوٹا ہے تو اس کی سچی بات بھی جھوٹ بن جاتی ہے۔

اذا جاء ك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله ط والله يشهد ان المنافقين لكاذبون.
(المنافقون:۱)

یارسول اللہ ﷺ منافق آپ ﷺ کی بارگاہ میں آکر کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ پاک فرماتے ہیں میرے محبوب ﷺ آپ ﷺ کا رب کا جانتا ہے کہ آپ ﷺ اس کے رسول ہیں لیکن یہ منافق جھوٹ بول رہے ہیں۔

کتنی سچی بات۔ کتنی ابدی صداقت۔ لیکن جھوٹے کے منہ سے نکلی۔ تو جھوٹ کہلوائی۔ عمل سے عامل زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ اگرچہ عمل ایک ہی ہوتا ہے لیکن عامل کی طاقت۔ ہمت۔ اور قدر کے باعث کیفیات مختلف ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک نماز کسی کو جلوؤں کی بہار دے جاتی ہے۔ اور وہی نماز کسی دوسرے کو گراں بار بنا دیتی ہے۔

اسی حقیقت کو عارف ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک دوسری جگہ یوں واضح فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں....

''متابعت کا تیسرا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان احوال و اذواق و مواجید کی اتباع ہے۔ جو مقام ولایت خاصہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان ارباب ولایت کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہیں۔ جب مرتبہ ولایت ختم ہو جاتا ہے تو نفس طغیان اور سرکشی سے ہٹ جاتا ہے اس وقت وہ جو کچھ متابعت کرتا ہے۔ متابعت کی حقیقت ہوتی ہے۔ اگر نماز ادا کرتا ہے تو متابعت کی حقیقت بجالاتا ہے اگر روزہ یا زکوٰۃ دیتا ہے تو اس کا بھی یہی حال ہے۔ غرض احکام شریعت کے بجالانے میں متابعت کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔

سوال :

نماز روزوں کی حقیقت کے کیا معنی ہیں۔ نماز روزہ افعال مخصوصہ ہیں اگر یہ افعال فرمان کے بموجب ادا ہو جائیں تو حقیقت پائی جائے گی۔ پھر صورت و حقیقت کے کیا معنی ؟

جواب :

مبتدی چونکہ نفس امارہ رکھتا ہے۔ جو ذاتی طور پر آسمانی احکام کا منکر ہے۔

Marfat.com

اس لئے احکام شرعی کا بجالانا اس کے حق میں باعتبار صورت کے ہے۔اور منتہی کا نفس چونکہ مطمئنہ ہو جاتا ہے۔اور رضا ورغبت سے احکام شرعی کو قبول کرتا ہے۔ اس لئے اس سے احکام شرعی کا صادر ہونا باعتبار حقیقت ہے۔ مثلاً مسلمان اور منافق دونوں نماز پڑھتے ہیں۔ منافق چونکہ باطن کا انکار رکھتا ہے' اس لئے نماز کی ظاہری صورت بجالاتا ہے۔اور مسلمان باطنی اتباع کے باعث نماز کی حقیقت سے آراستہ ہے۔ پس صورت و حقیقت باعتبار اقرار وانکار باطن کے ہے۔

(مکتوب نمبر ۵۴' دفتر دوم)

وہ مستی جسے کوئی ترشی اتار نہ سکے

شور ہی شور۔ زور ہی زور۔ جور ہی جور۔ لیکن اس کے آگے سب کمزور۔ آج کے انسان کا مسئلہ ہے سکون۔ اطمینان۔ چیخیں اسی کیلئے اٹھتی ہیں' آہیں اسی لئے بلند ہوتی ہیں۔ درد' دھواں بن کر ہر دل سے اسی لئے اٹھ رہا ہے۔ ہر کوئی سکون کی تلاش میں ہے۔ لیکن سکون والے بڑے سکون سے لکھ گئے کہ سکون تلاش سے نہیں ملتا۔ جو بھی سکون کیلئے تلاش کے سفر پر نکلے گا' بے سکونی کی منزل پائیگا۔ ہاں سکون کی تلاش میں بے سکونی ملے گی۔ راحت کی تلاش میں مشقت ملے گی۔ الفت کی تلاش میں کلفت ملے گی۔

انسان اس سکون کیلئے کہاں کہاں نہیں گیا؟ کون کون سے در اس نے نہیں کھٹکھٹائے؟ مے کدے میں یہ پہنچا۔ چند لمحوں کا سکون ہمیشہ کا اضطراب دے گیا۔ نائٹ کلب (Night Club) یہ گیا۔ چند لمحوں کا اطمینان' بے اطمینانی کا مسافر کر گیا۔ سینما' وڈیو' ڈش اور انٹرنیٹ کے سامنے اس نے آسن جمائے۔ راحت میں ڈوبی چند ساعتوں کی لہریں اسے بے قراری کا سمندر کر گئیں۔ جس کے ہر مد سے دکھ اٹھتا

Marfat.com

دکھائی دیتا ہے۔ اور ہر جذر سے تکلیفیں روح کے پاتال میں اترتی نظر آتی ہیں۔ اسے وجدو تواجد میں کچھ سکون نظر آیا۔ لیکن یہ جلتی پر تیل چھڑک گیا۔ اسے نغمہ ہائے موسیقی کی سروں میں سکون اچھلتا دکھائی دیا لیکن یہ بھی اسے منافقت کے سراب دے گیا۔

آج کا انسان ہر طرف سے مایوس ہو چکا ہے۔ پاگل ہوا چاہتا ہے' پھٹا چاہتا ہے۔ زمینیں بنجر ہو جائیں تو خاردار جھاڑیاں اگ آتی ہیں۔ انسان کے ذھن سے' دل سے' سکون کے سوتے خشک ہو چکے۔ اب وہاں سے فرسٹریشن (Frustration) ابلتا ہے۔ Depration ابھرتا ہے۔ Tention سلگتا ہے۔ اس Frustration سے' اس Depration سے' اس Tention سے فقط دماغ ہی نہیں ابلتا' فقط روح ہی نہیں سسکتی' بلکہ پورا بدن جلتا ہے۔

یہ کیسے ممکن ہے دھواں نہ ہو اور دل بھی جلے
چوٹ پڑتی ہے تو پتھر بھی صدا دیتے ہیں

سکون کہاں ملے گا؟

اس بے سکونی کی آگ میں انسان سلگ رہا ہے۔ بے یقینی اور مایوسی کی گھٹا ٹوپ ظلمتیں اس پر سایہ کر چکیں۔ یہ ڈھونڈ رہا ہے روشنی سکون کی۔ یہ ڈھونڈ رہا ہے پانی' اطمینان کا۔ یہ چیخ رہا ہے کہ سکون کہاں سے ملتا ہے۔ پتہ بتادو ناں!

سکون ہم میں ہے۔ ہمارے اندر ہے۔ ہم نے خود کو خود ہی بے سکون بنایا ہوا ہے۔ اپنے جیب کی دولت بھول کر دوسرے کے سامنے کاسہ گدائی پھیلا رہے ہیں۔ ہماری من کی دنیا میں سکون کے بے شمار خزینے ہیں۔ بے بہا دفینے ہیں۔ ان کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ان کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

ے جنہیں ڈھونڈتا تھا زمینوں آسمانوں میں
وہ نکلے میرے خانہ دل کے مکینوں میں

اپنی تلاش' اپنے آپ کی تلاش' انسان کو سکون آشنا کر دیتی ہے۔ اپنی تلاش انسان کو اپنے آپ سے وفاداری سکھاتی ہے۔ جو اپنا وفادار ہے' وہی اپنے خالق و مالک کا وفادار ہے۔ اور خالق و مالک کی وفاداری کا ذریعہ اس کے احکام ہیں۔ اور اس کے احکام کی بجاآوری سکون کے تحفے دیتی ہے۔ اور احکام میں نماز سب سے اہم رکن ہے۔ گویا نماز ہی سکون کا نشان ہے۔ سکون کا پیام ہے۔ اس کی حقیقت جس پر کھل جائے وہ راز آشنا ہو جاتا ہے' سکون آشنا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ سکون تو سکون والے کے پاس ہے۔ اسے پھر کسی مے کدے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ اس کی آنکھیں خود مے کدہ بن جاتی ہیں۔ جن سے خالق و مالک کے جلوؤں کے ساغر چھلکتے ہیں۔

اسے کسی کلب نہیں جانا پڑتا ''اس'' کا پیوند زدہ مصلّٰی اس کے سکون کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اسے کسی ویڈیو اور ڈش کے آگے آسن جمانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ پھر لوگ اس کے گرد دامنِ دل پھیلائے۔ سر جھکائے بیٹھے رہتے ہیں۔ پس جو سکون والے کا ہو گیا سکون کی تلاش میں پھرنے والی خدائی اس کی ہو گئی۔

ے جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

اسی ذریعہ سکون کی بابت سکون کے پر سکون سمندر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں' سکون سے پڑھیں۔

جناب میر نعمان کی جانب لکھا گیا مکتوب مبارک ....

''حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے عزیز بھائی (خدا اس کو ہدایت

Marfat.com

سے بہرہ ور رکھیں) کو معلوم ہو کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے نماز دوسرا رکن ہے۔ نماز تمام عبادات کی جامع ہے۔ اور وہ جزو ہے کہ جس نے اپنی جامعیت کے سبب کل کا حکم پیدا کیا ہے۔ اور باقی تمام اعمال مقربہ سے برتر ہو گئی ہے۔ اور وہ دولت رؤیت جو سرور عالیشان ﷺ کو معراج کی رات بہشت میں میسر ہوئی تھی۔ دنیا میں نازل ہونے کے بعد اس جہان کے مناسب آپ ﷺ کو وہ دولت نماز میں حاصل ہوئی اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا.....

الصلوٰة معراج المومنین.	نماز مومنوں کی معراج ہے۔

نیز فرمایا.....

اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوٰة.	سب سے زیادہ اعلیٰ قرب بندے کو جو رب سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہے۔

اور حضور ﷺ کے کامل تابعداروں کو اس جہان میں اس دولت کا بہت سا حصہ نماز میں حاصل ہے۔ اگرچہ رؤیت میسر نہیں۔ کیونکہ یہ جہان اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر نماز کا حکم بھی نہ ہوتا تو چہرہ مقصود سے نقاب کون اٹھاتا؟ طالب کو مطلوب کی طرف کون رہنمائی کرتا؟ نماز ہی غمزدوں کی غمگسار ہے۔ اور نماز ہی بیماروں کیلئے راحت بخشی کا سامان ہے۔

ارحنی یا بلال	اے بلال مجھے راحت دے۔

اسی ماجرا کی رمز ہے اور

قرة عینی فی الصلوٰة	میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

Marfat.com

میں اسی مطلوب کی طرف اشارہ ہے۔ وہ ذوق و مواجید' علوم و معارف' مقامات و انوار' تلوینات و تمکینات' تجلیات متکیفہ و غیر متکیفہ اور ظہورات متلونہ و غیر متلونہ وغیرہ' جو کچھ بھی ان میں سے نماز کے سوا میسر ہوں اور نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے باعث ظاہر ہوں ان کا منشا ظلال و امثال بلکہ وہم و خیال ہیں۔

نمازی' جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے۔ نماز ادا کرتے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے۔ اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت اس دولت سے جو آخرت کے ساتھ مخصوص ہے' حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا فائدہ پالیتا ہے۔ کیونکہ عالم دنیا کمالات ظلی پر منحصر ہے' اور وہ معاملہ جو ظلال سے باہر ہے' وہ آخرت سے مخصوص ہے۔ جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے سبب کہ شب معراج میں اس دنیا سے آخرت میں چلے گئے۔ اور بہشت میں پہنچ کر حق تعالیٰ کی دولت دیدار سے مشرف ہوئے اس کمال کے ساتھ مشرف ہوئے۔ اور اس سعادت سے فیض یاب ہوئے۔

اللھم اجزہ عنا ماھو اھلہ واجزہ عن افضل ما جاذیت نبیاً عن امتہ واجزالانبیاء کلھم جزاءً خیراً فانھم دعاۃ الخلق الی اللہ سبحانہ و تعالیٰ وھداتھم الی لقاء اللہ تعالیٰ سبحانہ'

اے اللہ آپ ہماری طرف سے ان کو ایسی جزا دیں جس کے وہ لائق ہیں اور ان کو ہماری طرف سے اس سے افضل جزا دے جو تو نے امت کیطرف سے کسی نبی کو دی اور ہماری طرف سے تمام انبیاء کو بھی جزائے خیر عطا فرما کیونکہ وہ سب کی سب مخلوق کو

Marfat.com

آپ کی طرف بلانے والے اور ان
کے دلوں میں آپ کی ملاقات کا
جوت جگانے والے ہیں۔

نشہ نماز

اس گروہ میں سے بعض نے جن کو نماز کی حقیقت سے آگاہی نہ ہوئی اور اس کے کمالات مخصوصہ کی اطلاع نہ پا سکے۔ انہوں نے اپنی امراض کا علاج اور امور سے کیا اور اپنی مرادوں کا حاصل ہونا' دوسری اشیاء سے وابستہ جانا۔ بلکہ ان میں سے ایک گروہ نے نماز کو بے فائدہ اور دوراز کار سمجھ کر اس کی بنیاد غیر اور غیریت پر رکھی اور روزے کو نماز سے افضل جانا۔

صاحب فتوحات مکیہ کہتے ہیں "روزے میں جو کھانے پینے کا ترک ہے وہ صفات صمدیت سے متحقق ہونا ہے اور نماز میں غیر اور غیریت کی طرف آنا اور عابد و معبود کا جاننا ہے"

اس قسم کی باتیں اہل سکر کے احوال میں سے مسئلہ توحید وجودی پر مبنی ہیں۔ یہ نماز کی حقیقت سے ناواقف ہونے کا ہی باعث ہے۔ کہ اس طائفہ کے ایک جم غفیر نے اپنے اضطراب و بے قراری کی تسکین سماع و نغمہ اور وجد و تواجد سے حاصل کی۔ اور اپنے مطلوب کو نغمے کے پردے میں پانا چاہا۔ اسی واسطے رقص و رقاصی کو اپنی عادت بنالیا۔ حالانکہ انہوں نے سنا ہوگا کہ ......

ما جعل الله فی الحرام شفاء — اللہ پاک نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔

ہاں

Marfat.com

الغریق یتعلق بکل حشیش. — ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

اور

حب الشئی یعمی و یصم. — کسی شے کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

والی بات علیحدہ ہے۔

اگر نماز کے کمالات کی حقیقت کچھ بھی ان پر منکشف ہو جاتی تو ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ بھرتے اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے۔

؎ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

ترجمہ...... (جب حقیقت نہ پائی تو افسانے کی راہ لی)

اے برادر! جس قدر فرق نماز و نغمہ میں ہے اسی قدر فرق نماز کے مخصوصہ کمالات اور نغمہ سے پیدا ہونے والے کمالات میں ہے۔

العاقل تکفیه الاشارة — عقلمند کو اشارہ ہی کافی ہے۔

اس کے مطالعے کے بعد اگر تم میں نماز سیکھنے اور اس کے مخصوص کمالات میں سے بعض کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو' اور وہ شوق تم کو بے آرام کر دے' تو استخاروں کے بعد ان حدود کی طرف آجائیں اور عمر کا کچھ حصہ نماز کے سیکھنے میں صرف کریں۔

والله سبحانه الهادی الی سبیل الرشاد. — اللہ پاک ہی سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرمانے والے ہیں۔

والسلم علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفی علیه

وعلی آله الصلوۃ والسلام اتمها و اکملها۔

(مکتوب نمبر ۲۶۱ دفتر اول)

بے قراری میں قرار کہاں؟

معلوم ہوا کہ سکون کا سرچشمہ نماز ہے۔ اب جس نے بھی سکون کی پیاس بجھانی ہے وہ کہیں اور نہ جائے۔ نماز کی طرف آئے۔ اور نماز کی حقیقت پائے۔ یہ سکون شراب میں نہیں۔ شباب میں نہیں۔ نغمے میں نہیں۔ سماع میں نہیں۔ ہاں بے قراری میں قرار کہاں؟ بے قراری میں قرار نہیں مل سکتا۔ قرار، قرار میں ہی ہے۔ بے اطمینانی میں اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ اطمینان، اطمینان میں ہی ہے۔ بے سکونی میں سکون نہیں مل سکتا، سکون سکون میں ہی ہے اور بے آرامی میں آرام نہیں مل سکتا آرام آرام میں ہے۔

رقص میں رقاص کا انگ انگ بے قرار ہوتا ہے تو جو خود بے قرار ہے۔ وہ کسی کو قرار کیا دے گا؟ سماع میں بجتے تال پر، ڈھولک کی تھاپ پر، نس نس پھڑک جاتی ہے۔ اور جو خود پھڑک پھڑک جاتا ہے۔ وہ کسی کو دولت اطمینان سے کیا بہرہ ور کرے گا؟ رہ گیا نغمہ، تو نغمے میں مغنی نغمے کے بول گاتے کم اور دکھاتے زیادہ ہیں۔ آج کل نغمے سنے نہیں، دیکھے جاتے ہیں۔ جن کی رگ رگ مچل رہی ہو۔ وہ کسی کو آرام کی لوری کیا دیں گے؟

نماز ہی جمال یار کا بہانہ ہے۔ نماز ہی مشاہدہ یار کا ترانہ ہے۔ وہ جسے ہم دیکھ نہیں سکتے اسے سوچ تو سکتے ہیں۔ اگر روزہ اس بناء پر افضل مانا جا رہا ہے کہ اس میں کھانا پینا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور نہ کھانے اور نہ پینے کی صفت خدا پاک کی صفت ہے۔ تو یہ صفت نماز کے اندر بھی تو پائی جاتی ہے۔ نماز کے اندر بھی تو کوئی نہیں کھاتا۔ کوئی

نہیں پیتا۔ بلکہ اس کے اندر تو ہر عبادت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ سو اگر نماز سے پھریں گے، تو جہان پھریں گے۔ لیکن وہ مستی وہ کیف، وہ سرور، وہ حضور اور وہ سکون جو نماز دیتی ہے۔ کہیں نہیں ملے گا۔

اسی حقیقت کو مزید واضح فرماتے ہوئے ایک مکتوب شریف میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ "لی مع اللہ وقت" پر بحث فرماتے ہوئے فرماتے ہیں......

"اگر یہ سوال کریں کہ نغمہ کے سنتے وقت بھی وہی کیفیت نادرہ حاصل ہوتی ہے (جو لی مع اللہ وقت سے ثابت ہے) اور نغمے کے سننے کو اس کیفیت نادرہ کے حاصل ہونے میں دخل ہے، پس جو منتہی ہے وہ تو اس کیفیت کے حصول کیلئے سماع کا محتاج ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ......

وہ کیفیت غالباً ادائے نماز کے وقت متحقق ہوتی ہے۔ اور اگر کبھی نماز کے علاوہ بھی متحقق ہو جائے، تو وہ بھی نماز ہی کے نتائج و ثمرات سے ہے۔ اور ممکن ہے کہ حدیث شریف .....

قرة عینی فی الصلوٰة	میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

میں اسی کیفیت نادرہ کی طرف اشارہ ہو۔ اسی طرح ایک اور حدیث شریف

اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوٰة.	بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے۔

اسی طرح اللہ پاک فرماتے ہیں

واسجد و اقترب   اور سجدہ کر اور قرب حاصل کر۔

اور کچھ شک نہیں کہ جس وقت اللہ پاک کا قرب زیادہ ہے' اس میں غیر کی گنجائش ہر گز نہیں۔ پس اس آیت اور حدیث شریف سے بھی یہ سمجھ آتا ہے کہ وہ وقت (جب کیفیت نادرہ نصیب ہوتیں وہ سماع و نغمہ میں نہیں بلکہ) نماز میں ہے۔

میر سید محب اللہ مانک پوری کی طرف لکھے گئے طویل مکتوب شریف سے اقتباس......

(مکتوب نمبر ۲۸۵' دفتر اول)

عجب چیز ہے لذت آشنائی

وجد میں ڈولی ساعت ساعت۔ کیف میں ڈوبا لمحہ لمحہ۔ خدا کے سامنے کھڑے ہوئے' اور خدا مل گیا۔ ہاتھ اٹھائے تو خواہشیں اٹھ گئی۔ ہاتھ باندھے کہ شیطان بندھ گیا۔ ہاتھ کھولے کہ معرفت کے بند کواڑ کھل گئے۔ آنکھیں کھولیں تو سراپا انتظار ہو گئے۔ آنکھیں بند کیں اور محوِ دیدار ہو گئے۔ جبیں فرش پر رکھی اور عرش پر جا پہنچے۔ تشہد میں بیٹھے اور شاہد بن گئے۔ عجب نشہ ہے نماز کا۔ عجب لذت ہے نماز میں جسے یہ لذت نصیب ہو گئی وہ ہر لذت سے بیگانہ ہو گیا۔ جسے یہ نشہ مل گیا۔ وہ مستانہ ہو گیا۔ پھر اسے کسی نشے کی حاجت نہ رہی۔ جسے یہ کیف مل گیا وہ ہر کیف سے بے کیف ہو گیا۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

لیکن اس خم کیلئے اس خمار کیلئے کوئی ساقی چاہیے۔ اس کیف کو پانے کیلئے کوئی کیف والا چاہیے۔ اس سرور کو حاصل کرنے کیلئے کوئی صاحب سرور چاہیے۔ اور اس

Marfat.com

کیفیت حضور کو پانے کیلئے کوئی صاحب حضور چاہیے۔ نہیں تو ظرف خالی پڑے رہتے ہیں۔ اور جام چھلک جاتے ہیں۔ کیف کی برسات ہوتی رہتی ہے۔ لیکن زمینِ دل پھر بھی بنجر رہ جاتی ہے۔ سرور کی دولت لٹتی رہتی ہے' لیکن کاسے دراز ہی رہتے ہیں۔

اور یہ کام حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے کیا کہ سورج داتا اور گاؤ ماتا کے پرستاروں کو خدا کا پرستار بنا دیا۔ نغمہ و سر کی تال پر مچل جانے والوں کو نماز کی حلاوتوں سے سرشار کر دیا۔ تبلیغ، تعلیم میں اور تعلیم' تعمیل میں ڈھل گئی۔ ایسی تعمیل کے شاہکار کا اظہار وہ مکتوب ہے۔ جس کے جواب میں یہ مکتوب مبارک لکھا گیا۔ اس میں حاجی خضر خان افغانؒ نے عبادت خصوصاً نماز میں حلاوتوں کی داستان چھیڑی تھی پڑھیئے اور اندازہ کیجئے کہ کوئی آسان نہیں ہے خشک پتھروں سے دریا بہا دینا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں۔

مکتوب مرغوب پہنچا' مضمون معلوم ہوا۔ عبادت میں لذتوں کا حاصل ہونا اور ان کے ادا کرنے میں تکلف کا رفع ہونا' حق تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ خاص کر نماز کے ادا کرنے میں جو غیر منتہی کو میسر نہیں ہے اور اس سے زیادہ فرض نماز ادا کرنے میں لذت کا حاصل ہونا کیونکہ ابتداء میں نفلی نماز ادا کرنے سے لذت ملتی ہے۔ اور نہایت النہایت یہ نسبت فرائض سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ اور (منتہی) نوافل کے ادا کرنے میں اپنے آپ کو بے کار جانتا ہے۔ اس کے نزدیک فرائض کا ادا کرنا بڑے کام کی چیز ہو جاتی ہے۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ...... (یہ دولت بڑی اعلیٰ ہے خدا جانے کس کو ملتی ہے۔)

جاننا چاہیے کہ وہ لذت جو نماز کے ادا کرتے وقت حاصل ہوتی ہے۔ نفس

Marfat.com

کا اس میں کچھ فائدہ نہیں۔ عین اس لذت کے حاصل ہوتے وقت وہ (نفس) نالہ و فغاں میں ہے۔ سبحان اللہ! کیا عجب رتبہ ہے۔

هنيئا لارباب النعيم نعيمها نعمت والوں کو اپنی نعمتیں مبارک ہوں۔ ہم جیسے حریص (مشتاق) آدمیوں کو اس قسم کی باتیں کہنا اور سننا بھی غنیمت ہے۔

بارے بہ ہیچ خاطر خود شاد مے کنم

ترجمہ...... (اسی خیال سے دل کو خوش کرتا ہوں میں)

نیز جان لیں کہ دنیا میں نماز کا رتبہ آخرت میں دیدار کے رتبہ کی طرح ہے۔ دنیا میں خدا کے قرب کی انتہاء نماز میں ہے اور آخرت میں اللہ پاک کے قرب کی انتہاء دیدار کے وقت ہو گی اور جان لیں باقی عبادات نماز کیلئے وسیلہ ہیں اور نماز اصلی مقصد ہے۔

(مکتوب ۱۳۷ دفتر اول)

ترجیحات میں زوال' نشانی زوال ہے

لق و دق صحرا' نہ کوئی چشمہ نہ دریا' تپتی ریت' ابلتا ریگستان' نہ کہیں سبزی' نہ سبزے کا نشان' نہ کوئی سایہ' نہ کوئی سائبان' آندھیاں ہی آندھیاں' طوفان ہی طوفان' نہ کھانے کو کھانا' نہ رہنے کو مکان' یہ ہے سینا کی وادی اور یہ ہے تیہ کا میدان' اسی لق و دق صحرا میں اللہ پاک نے اپنی رحمتوں کے دریا بہا دیئے۔ پانی نہ تھا ''اضرب بعصا'' کا حکم ہوا' فانفجرت'' کی صورت میں بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ایک خشک پتھر سے اور نبی کی ایک ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ کوئی سایہ نہ تھا۔

"وظللنا عليكم الغمام" ان پر بادل کا سائبان تان دیا گیا۔ کھانے کیلئے کچھ نہ تھا "ونزلنا عليكم المن والسلوٰی" تو من وسلویٰ پکا پکایا صبح و مسا اترنے لگا۔ کتنی نعمتیں، کتنے انعام، لیکن جب قومیں کرم کے سایوں سے نکل کر زوال کے سائے میں آجائیں۔ عروج کی خوراک سے نزول کے کھانوں کو ترجیح دینے لگیں تو ترجیحات کے بدلنے کا دور چلتا ہے۔ وہ جوشہ زور ہوتے ہیں کمزور پڑنے لگتے ہیں۔ اعلیٰ مقاصد، اسفل مقامات کا سفر کرنے لگتے ہیں۔ پھر مالک کائنات کا حکم اترتا ہے۔

اهبطوا مصراً فان لكم ما سالتم و ضربت عليكم الذلة والمسكنة. (البقرة، ٦١)	کسی شہر میں اتر جاؤ تم نے جو مانگا وہ تمہیں مل جائیگا۔ (لیکن اپنی مانگے پر جو عطا ہوتی ہے اس کو سنبھالنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔) اس لئے اب تم پر ذلت و مسکنت مسلط کردی گئیں ہیں۔

اسی طرح کی اور بھی بے شمار مثالوں سے تاریخ کا دامن بھرا پڑا ہے۔ کہ زوال جب کسی معاشرے کے دروازے پر دستک دیتا ہے۔ تو وہ بڑے بڑے مقاصد بھول جاتے ہیں۔ اہم کام ان کے نزدیک غیر اہم بن جاتے ہیں۔ اور غیر اہم، اہم بن جاتے ہیں۔ غیر ضروری امور، ضروری بن جاتے ہیں۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ جس معاشرے کی اصلاح فرما رہے تھے۔ وہ ایک مکمل زوال یافتہ معاشرہ تھا۔ اس کے نظائر و شواہد بے شمار ہیں۔ لیکن مذہبی حوالے سے جہاں اور بہت سی خرابیاں در آئی تھیں وہیں ایک خرابی یہ بھی آگئی تھی کہ ایک طرف تو لوگ شعائر اسلام اور فرائض تک ترک کر رہے تھے۔ تو دوسری طرف

Marfat.com

اسلام کے پیروکار بھی فرائض کے مقابلے میں نوافل کو اہمیت دے رہے تھے۔ نفس کا سرکش گھوڑا نوافل کے دوش پر نیکی کے زعم میں تقویٰ کی منزل کی جانب گامزن تھا۔ جس کا مقدر ناکامی ہی ناکامی تھی۔ اس سرکش گھوڑے کو لگام دینے اور اس کا رخ صحیح سمت موڑنے کیلئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے پورے تب و تاب سے کوشش کی۔ متعدد مکتوبات شریفہ میں اس کا اظہار اس کا پتہ دیتا ہے۔

اسرار شریعت و طریقت کے شناور صاحبزادہ والا شان حضرت محمد صادق سلمہ اللہ تعالیٰ کی جانب لکھے گئے حقائق و دقائق سے معمور مکتوب شریف سے ایک اقتباس :

فرماتے ہیں......

"اے فرزند! سن لے کہ انبیائے علیہم السلام نے دعوت کو عالم خلق پر منحصر رکھا ہے

بنی الاسلام علیٰ خمس — اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے

اور چونکہ قلب کو عالم خلق سے زیادہ مناسبت تھی اس لئے اس کی تصدیق کی بھی دعوت فرمائی۔ اور قلب کے ماسوئ کی نسبت کچھ نہ فرمایا۔ بلکہ اس کو "مطروح فی الطریق "۔"راستے کے کوڑا کرکٹ" کی طرح سمجھا اور اس کو بے مطلب جانا۔ ہاں بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے رنج و دیدار کی دولت اور حرمان کی بدبختی سب عالم خلق سے وابستہ ہیں۔ عالم امر کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔

قرب فرائض و نوافل میں نسبت

دوسرے وہ عمل جو فرض' واجب اور سنت ہیں ان کا بجا لانا قالب کے

ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ جو عالم خلق سے ہے۔ اور اعمال نافلہ عالم امر کا نصیب ہیں۔ پس وہ قرب جو ان اعمال کے ادا کرنے سے حاصل ہوگا' ان اعمال کے اندازے کے مطابق ہوگا۔ پس وہ قرب جو فرائض کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے' عالم خلق کا نصیب ہے۔ اور وہ قرب جو ادائے نوافل کا ثمرہ ہے' عالم امر کا نصیب ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نفل' فرض کے مقابلے میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش! ان کے درمیان قطرہ اور دریائے محیط کی نسبت ہی ہوتی۔ بلکہ سنت کے مقابلے میں بھی نفل کی یہی نسبت ہے۔ اگرچہ سنت اور فرض کے درمیان بھی قطرہ اور دریا کی نسبت ہے۔ پس دونوں قربوں کے درمیان جو تفاوت ہے۔ اس کو اس سے قیاس کرنا چاہیے۔ اور عالم خلق کی افضلیت عالم امر پر اس تفاوت سے سمجھ لینی چاہیے۔ اکثر لوگ کیونکہ اس معنی سے نابلد ہیں اس لئے فرائض کو خراب کر کے نوافل کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں۔

صوفیائے خام ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں۔ چلے اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ و جماعت کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت سے ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو مدنظر رکھ کر ذکر و فکر میں مشغول ہونا بہت ہی بہتر اور ضروری ہے۔

علمائے بے سر انجام بھی نوافل کی ترویج میں سعی کرتے ہیں۔ اور فرائض کو خراب و ابتر کرتے ہیں۔ مثلاً نماز عاشورہ جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحت تک نہیں پہنچی۔ جماعت اور جمیعت تام سے ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں۔ کہ فقہ کی روائتیں نفلی جماعت کی کراہت پر ناطق ہیں۔ (ایک طرف یہ علماء نوافل کو

Marfat.com

ترجیح دیتے ہیں اور دوسری طرف) فرضوں کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ یہ فرض کو مستحب وقت میں ادا کریں۔ بلحہ اصل وقت سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ اور جماعت کی بالکل قید نہیں رکھتے۔ جماعت میں ایک دو آدمیوں پر قناعت کرتے ہیں۔ بلحہ بسا اوقات تنہا ہی کفایت کرتے ہیں۔ جب اسلام کے پیشواؤں کا یہ حال ہو تو پھر عوام کا حال کیا بیان کیا جائے۔ اس عمل کی کم بختی سے اسلام میں ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ اور اسی فعل کی ظلمت سے بدعت و ہوا ظاہر ہو گئی ہے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است
غم دل اس لئے تھوڑا سنایا ہے تجھ کو اے جاناں
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

نیز نوافل کا ادا کرنا ظلی قرب بخشتا ہے۔ اور فرائض کی ادائیگی قرب اصلی سے بہرہ مند کرتی ہے۔ جس میں ظلیت کی ذرا بھی آمیزش نہیں۔ ہاں وہ نوافل جو فرائض کی تکمیل کیلئے ادا کئے جائیں۔ وہ بھی قرب اصلی کے ممدو معاون اور فرائض کے ملحقات میں سے ہیں۔

پس فرائض کا ادا کرنا عالم خلق کے مناسب ہے' جو اصل کی طرف متوجہ ہے۔ اور نوافل کا ادا کرنا عالم امر کے مناسب ہے' جس کا منہ ظل کی طرف ہے۔ فرائض اگرچہ سب کے سب اصلی قرب بخشتے ہیں' لیکن ان میں سب سے افضل و اکمل نماز ہے۔

حدیث شریف

Marfat.com

الصلوۃ معراج المومنین۔ — نماز مومنین کی معراج ہے۔

اور

اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلوۃ۔ — بندہ اپنے رب کے نزدیک سب سے زیادہ نماز میں ہوتا ہے۔

آپ نے سنیں ہونگی اور وہ وقت خاص جو حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا جس کی تعبیر "لی مع اللہ وقت" سے کی گئی ہے۔ فقیر کے نزدیک نماز ہی میں ہوا ہے۔ نماز ہی گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور نماز ہی فحش اور منکر سے بچاتی ہے۔ اور وہ نماز ہی ہے جس میں حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی راحت ڈھونڈا کرتے تھے جیسے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے

ارحنی یا بلال — اے بلال! مجھے راحت کا نغمہ سناؤ

اور نماز ہی دین کا ستون ہے اور نماز ہی کفر و اسلام کے درمیان فرق ہے۔

(مکتوب شریف نمبر ۲۰۶، دفتر اول)

فرض کے مقابلے میں نفلی حج

اسی طرح ایک اور جگہ پر ملا طاہر بدخشیؒ کی طرف سے نفلی حج پر جانے کی اجازت مانگنے پر بھی اس قسم کے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حج کے باعث کئی اہم امور ان سے رہ رہے تھے۔ اور کئی ممنوعات کے ارتکاب کا بھی اندیشہ تھا۔ اس پر انہیں فرمایا۔

اے بھائی! حدیث شریف ہے۔

علامۃ اعراضہ تعالیٰ عن العبد اشتغالہ بما لا — بندے کا لایعنی باتوں میں مشغول ہونا بندے کی طرف سے خدا کی

یعنیه . روگردانی کی علامت ہے۔

فرض کو چھوڑ کر نفل میں مشغول ہونا لایعنی میں داخل ہے۔ پس اپنے احوال کی تفتیش کرنا ضروری ہے' تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ کس چیز میں مشغول ہے؟ نفل میں یا فرض میں؟ ایک نفلی حج کیلئے اتنے ممنوعات کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے۔

اچھی طرح ملاحظہ کریں۔

العاقل تكفيه الاشارة. عقل مند کیلئے اشارہ ہی کافی ہے۔

(مکتوب نمبر ۱۲۳' دفتر اول)

حج کتنی بڑی نعمت؟ کتنی عظیم عبادت' لیکن اگر وہ بھی نفلی ہے اور اس کے باعث فرض میں کوتاہی ہونے لگی ہے۔ تو ایسے حج سے گذر جانا چاہیے۔ ایسی عبادت سے گذر جانا چاہیے۔

فرض میں لذت کمال کی علامت ہے

اگر نفل پڑھتے ہوئے لذتوں نے آن گھیرا۔ سرور نے ڈیرہ لا جمایا۔ تو پھر فکر کی طنابیں کھچ جانا چاہیں۔ اس لئے کہ نوافل میں لذت کا حاصل ہونا بدائیت کی نشانی ہے۔ ابتداء کی علامت ہے۔ جو نوافل میں لذت پا رہا ہے گویا وہ ابھی کجاوہ کس رہا ہے۔ جادہ پیما ہو رہا ہے۔ اور فرائض میں حلاوت' نہایت کی علامت ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں......

''عبادات میں لذات کا حاصل ہونا اور ان کے ادا کرنے میں تکلف کا رفع ہونا حق تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ خاص کر نماز کے ادا کرنے میں جو غیر منتہی کو میسر نہیں۔ اور پھر بالخصوص فرض ادا کرنے میں۔ کیونکہ ابتداء میں نفل نماز

Marfat.com

لذت بخشتی ہے۔اور نہایت النہایت میں یہ نسبت فرائض سے وابستہ ہو جاتی ہے۔اور نوافل کے ادا کرنے میں منتہی اپنے آپ کو بیکار جانتا ہے۔اس کے نزدیک فرائض کا ادا کرنا بڑا کام ہے۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ...... (یہ دولت ہے بڑی اعلیٰ خدا جانے ملے کس کو؟)

جاننا چاہیے وہ لذت جو نماز ادا کرتے وقت حاصل ہوتی ہے۔ نفس کا اس میں کچھ فائدہ نہیں۔ عین اس لذت کے حاصل کرتے وقت وہ نالہ و فغاں میں ہوتا ہے۔ سبحان اللہ کیا عجب رتبہ ہے؟

هنيئاً لارباب النعيم نعيمها.

نعمت والوں کو اپنی نعمتیں مبارک ہوں۔ہم جیسے حریص (مشتاق) آدمیوں کو اس قسم کی باتیں کہنا اور سننا بھی غنیمت ہے۔

(مکتوب مبارک ۱۳۷، دفتر اول)

حق دار کو اس کا حق ملنا چاہیے

زمانے بھر کا بتایا ہوا' سنایا ہوا اور آزمایا ہوا' یہ نظریہ ہے۔ کہ جو جس کا حق ہے۔ اسے دیا جائے۔ اور پورا پورا دیا جائے۔ اب فرائض کا مقام ہے' ان کا حق ہے کہ ان کو وہی حیثیت' وہی مقام دیا جائے۔ اور جو نوافل کا مقام ہے' ان کا تقاضا ہے۔ کہ انہیں وہی حیثیت اور وہی مقام دیا جائے۔ فرضوں کی جگہ نفلوں کو رکھنا اور فرائض کی بجائے نوافل کی طرف متوجہ رہنا' یہ ایک دوسرے کی حق تلفی ہے۔ اس سے حق بھی تلف ہوتا ہے۔ اور اعمال بھی تلف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ جس جس کا جو جو مقام ہے' وہ وہ مقام اسے دیا جائے۔ اگر انہیں مقام دیئے نہ گئے تو ہمیں کوئی بھی اور کہیں بھی مقام نہیں ملے گا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی توضیح دیکھیے۔ خواجہ شرف الدین حسین کی طرف لکھا گیا مکتوب......

"اے میرے عزیز اور باتمیز فرزند! دنیا کی بے ہودہ زیب و زینت کی طرف راغب نہ ہونا۔ اور فانی سج دھج پر فریفتہ نہ ہونا۔ بلکہ کوشش کرنا کہ تمام حرکات و سکنات میں روشن شریعت کے موافق عمل کیا جائے۔ اور ملت نورانی کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔

اول: اپنے اعتقاد کو اہل سنت وجماعت کے عقائد کے موافق درست کرنا چاہیے۔ پھر احکام فقہیہ کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ خاص کر ادائے فرض میں بڑی کوشش کرنی چاہیے۔ اور حل و حرمت میں بڑی احتیاط بجا لانا چاہیے۔ اور عبادات نافلہ کو عبادات فرائض کے مقابلے میں راستے میں پھینکے ہوئے کوڑے کرکٹ کی طرح بے اعتبار جاننا چاہیے۔ اس زمانے کے اکثر لوگ نفلوں کو رواج دیتے ہیں۔

Marfat.com

اور فرائض کو خراب کرتے ہیں۔ نوافل کے ادا کرنے میں بڑی کوشش کرتے ہیں' اور فرائض کو خوار و بے اعتبار جانتے ہیں۔

روپیہ سب کا سب' وقت بے وقت' مستحق و غیر مستحق سب کو دیتے ہیں۔ لیکن ایک روپیہ زکوٰۃ کے طور پر خرچ نہیں کر سکتے۔ یہ نہیں جانتے کہ ایک روپیہ زکوٰۃ کے طور پر مصرف شرعیہ میں دینا صدھا صد صدقہ نافلہ سے بہتر ہے۔ کیونکہ ادائے زکوٰۃ میں حق تعالیٰ کے حکم کی بجاآوری ہے اور صدقہ نافلہ میں اکثر ہواء نفسانی کی تابعداری۔ اسی واسطے' فرض میں ریا کی گنجائش نہیں۔ اور نفل میں ریا کی گنجائش ہے۔ یہی سبب ہے کہ زکوٰۃ کو ظاہر کر کے دینا بہتر ہے' تاکہ تہمت دور ہو جائے۔ اور صدقہ نافلہ کو چھپا کر دینا بہتر ہے' جو قبولیت کیلئے مناسب ہے۔

غرض جب تک احکام شرعیہ کو لازم نہ پکڑیں' تب تک دنیا کی مضرت سے بچ نہیں سکتے۔ اگر دنیا کی ترک حقیقی میسر نہ ہو تو ترک حکمی میں کوتاہی نہ کرنی چاہیے۔ (ترک حکمی) اقوال و افعال میں شریعت کو لازم پکڑنا ہے۔

(مکتوب ۸۲' دفتر دوم)

ایک بدعت جو عام ہو چلی تھی

نوافل کی فرائض پر ترجیح کی سابقہ صورتیں انفرادی تھیں' اور یہ حقیقت ہے کہ ایک بات جب افراد میں پھیل جائے' تو معاشرے میں بھی پھیل جاتی ہے۔ کیونکہ معاشرہ تو افراد ہی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ پہلی صورتوں میں لوگ فرائض چھوڑتے' نوافل پڑھتے یا نوافل کی ادائیگی میں جو انتظام کرتے' فرائض کی ادائیگی میں اتنا اہتمام نہ کرتے۔ لیکن ایک صورت تھی کہ منتشر کمزوری کا شیرازہ کیا جارہا تھا۔ اس کمزوری کو وحدت دی جارہی تھی۔ جمعیت دی جارہی تھی۔ نوافل

Marfat.com

باجماعت ادا ہونے لگے تھے۔ مخصوص راتوں میں نفل باجماعت ادا ہونے لگے۔ اور بڑے اہتمام سے ادا ہونے لگے تھے۔ اس پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے بڑی شدت سے گرفت کی۔

مکتوب کے تیور اور انداز دیکھیے۔ دلائل کی کثرت' مخاطب کو موعظت اور حاکمان وقت کو نصیحت کا یہ تیکھا انداز بتاتا ہے کہ یہ عادت کتنی عام ہو چلی تھی۔

سید امین مانک پوری کی طرف لکھا گیا مکتوب شریف۔

"جاننا چاہیے کہ اکثر خاص و عام لوگ اس زمانہ میں نوافل کے ادا کرنے میں بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اور مکتوبات یعنی فرض نمازوں میں سستی کرتے ہیں۔ ان میں سنتوں اور مستحبات تک کی رعایت کرتے ہیں۔ نوافل کو عزیز جانتے ہیں۔ اور فرائض کو ذلیل و خوار۔ فرائض کو اوقات مستحبہ میں بمشکل ادا کرتے ہیں اور جماعت مسنونہ کی تکثیر بلکہ نفس جماعت میں بھی کوئی تقید نہیں رکھتے۔ نفس فرائض کو غفلت و سستی سے ادا کرنا غنیمت سمجھتے ہیں' اور روز عاشورہ' شب برات' ماہ رجب کی ستائیسویں رات اور ماہ رجب کی اول جمعہ کی رات' جس کا نام انہوں نے لیلۃ الرغائب رکھا ہے۔ ان سب راتوں میں نوافل کو بڑی جمعیت کے ساتھ باجماعت ادا کرتے ہیں اور اس کو نیک اور مستحسن خیال کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ شیطان کے تسویلات (مکر و فریب) ہیں جو سیئات کو حسنات کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا عصام الدین ہروی" شرح وقایہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور فرائض کی جماعت کو ترک کرنا شیطان کا مکر و فریب ہے۔

جاننا چاہیے کہ نوافل کو جمعیت تمام کے ساتھ ادا کرنا ان مکروہہ اور

Marfat.com

مذمومہ بدعتوں میں سے ہے جن کے حق میں حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

من احدث فی دیننا هذا فهورد. — جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی وہ رد ہے۔

جاننا چاہیے! کہ نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا فقہ کی بعض روایتوں میں مطلق طور پر مکروہ ہے۔ اور بعض روایات میں کراہت 'تداعی اور تجمع (بلانا اور جمع ہونا) کے ساتھ مشروط ہے۔ پس اگر تعبیر تداعی (بغیر بلائے) ایک دو آدمی مسجد کے گوشے میں نفل کو جماعت سے ادا کریں تو بغیر کراہت کے روا ہے۔ اور تین آدمیوں میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور بعض میں چار آدمیوں کی جماعت مکروہ نہیں۔ اور بعض روایات میں اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔

فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ تراویح اور کسوف کی نماز کے سوا اور نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے۔

فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ شیخ امام سرخسیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ رمضان کے سوا نوافل کو تداعی کے ساتھ باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔ لیکن جب ایک یا دو اقتدا کریں تو مکروہ نہیں۔ تین میں اختلاف ہے اور چار میں بلا اختلاف کراہت ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ نفلوں کی جماعت جب تداعی کے طریق پر ہو تو مکروہ ہے۔ لیکن جب اذان اور اقامت کے بغیر گوشہ مسجد میں ادا کیے جائیں تو مکروہ نہیں۔

شمس الائمہ امام سرخسیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ جب امام کے سوا تین آدمی ہوں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔ اور چار میں اختلاف ہے اور اصح یہی ہے کہ مکروہ ہے۔

فتاویٰ شافعیہ میں ہے کہ ماہ رمضان کے سوا نوافل کو جماعت سے ادا نہ

Marfat.com

کریں۔ اور نوافل کو تداعی کے طور پر یعنی اذان واقامت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر ایک یا دو اقتدا کر لیں جو تداعی کے طور پر نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ اگر تین اقتداء کر لیں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور اگر چار اقتداء کریں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی روائتیں ہیں' جن سے فقہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اور اگر کوئی روایت ایسی مل جائے جو عدد کے ذکر پر خاموش ہو' اور اس سے مطلق طور پر نفل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جائز لکھا ہو تو اس کو بھی مقید لینا چاہیے۔ اور جواز کو دو یا تین پر منحصر کرنا چاہیے۔ کیونکہ علماء حنفیہ اگرچہ اصول میں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کرتے' لیکن روایات میں مطلق کا مقید پر حمل کرنا نہ صرف جائز بلکہ لازم جانتے ہیں۔ اور اگر بغرض محال حمل نہ کریں' اور اطلاق پر ہی رہنے دیں' تو یہ مطلق اس مقید کا معارض ہو گا۔ اگرچہ قوت میں برابر ہو۔ اور ان کے درمیان مساوات ممنوع ہے۔ کیونکہ کراہت کی روائتیں کثرت کے باوجود مختار اور مفتیٰ بہا ہیں' برخلاف اباحت کی روائتوں کے۔ اور اگر مساوات مان بھی لیں تو ہم کہتے ہیں کہ کراہت واباحت کے دلائل متعارض ہونے کی صورت میں کراہت کی جانب کو ترجیح حاصل ہوتی ہے کیونکہ احتیاط کی رعایت اسی میں ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ کے جاننے والوں کے نزدیک مقرر ہے۔

پس وہ نماز جو روز عاشورہ' شب برات اور لیلۃ الرغائب میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور دو' دو سو تین' تین سو یا اس سے بھی زائد آدمی مسجدوں میں ہوتے ہیں۔ اور اس نماز' اجتماع اور جماعت کو مستحسن خیال کرتے ہیں۔ ایسے لوگ فقہا کے نزدیک بالاتفاق امر مکروہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور مکروہ کو مستحسن جاننا بڑا بھاری گناہ ہے کیونکہ حرام کو مباح جاننا کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اور مکروہ کو احسن

Marfat.com

سمجھنا ایک درجہ اس سے کم ہے۔ اس فعل کی برائی کو اچھی طرح ملاحظہ کرنا چاہیے۔ اور کراہت کے دفع کرنے میں ان کے پاس سند' عدم تداعی ہے۔ ہاں عدم تداعی بعض روایات میں کراہت کو دفع کرتی ہے۔ لیکن وہ بھی ایک یا دو آدمیوں کیساتھ مخصوص ہے۔ اور وہ بھی اس شرط پر کہ گوشہ مسجد میں ہو۔

وبدونها خرط القتاد. اس کے علاوہ بے فائدہ رنج ہے۔

تداعی سے مراد ہے۔ نفل نماز ادا کرنے کیلئے ایک دوسرے کو خبر دینا۔ اور یہ معنی اس جماعت میں متحقق ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ عاشورہ کے دن ایک دوسرے کو خبر کرتے' اور جتلاتے ہیں۔ کہ فلاں شیخ یا فلاں عالم کی مسجد میں جانا چاہیے۔ اور نماز کو جمعیت سے ادا کرنا چاہیے۔ اور پھر اس فعل کو معتبر بھی مانتے ہیں۔ اگر تداعی کو اذان و اقامت پر ہی مخصوص رکھیں' جیسے کہ بعض روایات میں واقع ہے۔ اور اس سے اذان و اقامت کی حقیقت مراد لیں تو پھر بھی جواب وہی ہے جو اوپر گذر چکا کہ ایک یا دو کے ساتھ مخصوص ہے یا دوسری شرط (گوشہ مسجد) کے ساتھ جو اوپر گذر چکی۔

جاننا چاہیے کہ ادائے نفل کی بنیاد اخفاء و تستر یعنی پوشیدگی پر ہے۔ تاکہ سمع و ریا کا گمان نہ گزرے۔ اور جماعت اس کے منافی ہے۔ فرائض کے ادا کرنے میں اظہار و اعلان مطلوب ہے۔ کیونکہ وہ سمع و ریا کی آمیزش سے پاک ہے۔ پس ان کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا مناسب ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ کثرت اجتماع فتنہ پیدا ہونے کا محل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے سلطان یا اس کے نائب کا حاضر ہونا شرط ہے تاکہ فتنہ سے امن رہے۔ اور ان مکروہ جماعت میں بھی فتنے کا قوی احتمال ہے۔ پس یہ اجتماع بھی مشروع نہیں' بلکہ منکر ہوگا۔ حدیث شریف میں

Marfat.com

ہے......

الفتنه نائمة لعن الله من ایقظها .	فتنہ سویا ہوتا ہے جو بھی اس کو جگاتا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

پس اسلام کے والیوں' قاضیوں اور محتسبوں کو لازم ہے کہ اس اجتماع سے منع کریں۔ اور اس بارے میں بہت ہی زجر و توبیخ کریں' تاکہ یہ بدعت جس سے فتنہ برپا ہو' جڑ سے اکھڑ جائے۔

والله یحق الحق وهو یهدی السبیل.	اللہ پاک حق کو ثابت کرنے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتے ہیں۔

(مکتوب ۲۸۸' دفتر اول)

جدوجہد کی سمت کا غلط تعین

کچھ ایسے بھی تھے جو قرب کی خواہش لئے نوافل کی دنیا سجائے ہوئے تھے۔ اور اس قدر محو تھے۔ کہ فرائض کا سائباں سر سے سرک رہا تھا۔ اور غفلت کی دھوپ چھن چھن کر آرہی تھی۔ لیکن انہیں خبر ہی نہ تھی۔ ایسے غفلت کی ردا میں لپٹے لوگوں کو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے صدا دی۔ کہ جس سفر پر تم چلے جا رہے ہو اس کی منزل وہ نہیں' جو تم سمجھتے ہو۔ اس سفر کی سمت بدل لو' تاکہ حق رسا ہو سکو۔

شیخ نظام تھانیسری کی طرف لکھے گئے مکتوب سے اقتباس......

اعمال مقربہ' یعنی وہ عمل جن سے درگاہ الٰہی میں قرب حاصل ہوتا ہے۔ وہ فرائض ہیں یا نفل' فرضوں کے مقابلے میں نفلوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ فرضوں میں

Marfat.com

سے ایک فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ وہ نفل خالص نیت سے ادا کئے ہوں۔ اور خواہ وہ نفل نماز، روزہ و ذکر و فکر کی قسم سے ہوں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ فرائض کی ادائیگی کے وقت سنتوں میں سے کسی سنت اور مستحبات میں سے کسی مستحب کی رعایت کرنا بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد آدمیوں پر نگاہ ڈالی۔ تو ایک شخص کو نہ پایا، فرمایا۔ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں ہوا۔ حاضرین نے عرض کی۔ کہ وہ رات کو اکثر جاگتا رہتا ہے، شاید اس وقت سو گیا ہو گا۔ آپؓ نے فرمایا۔ اگر وہ تمام رات سویا رہتا۔ اور صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تو یہ اس کیلئے بہتر ہوتا۔ پس مستحب کی رعایت کرنا، اور مکروہ سے بچنا، اگرچہ وہ تنزیہی ہی ہو، ذکر و فکر، مراقبے اور توجہ سے کئی درجے بہتر ہے۔ پھر مکروہ تحریمی کا کیا ذکر؟

ہاں اگر رعایت اور اجتناب کے ساتھ یہ امور جمع ہوں تو......

فقد فاز فوزاً عظیما. یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

ورنہ......

وبدونہ خرط القتاد. بے فائدہ رنج ہے۔

مثلاً زکوٰۃ کے طور پر ایک روپے کا صدقہ کرنا، جس طرح کہ نفلی طور پر سونے کے پہاڑ، صدقے کرنے سے کئی درجہ بہتر ہے۔ ایسے ہی اس روپے کے صدقہ کرنے میں کسی ادب کی رعایت کرنا مثلاً اسے کسی قریبی محتاج کو دے دینا، بھی اس سے کئی درجہ بہتر ہے۔

(مکتوب نمبر ۲۹، دفتر اول)

Marfat.com

آہ سحر گاہی

کسی سے آنکھ لگ جائے تو پھر آنکھ کا لگنا (سونا) مشکل ہوتا ہے۔ پھر آنکھ کھلی کی کھلی رہتی ہے۔ دیکھ دیکھ کر محو حیرت رہتی ہے۔ پلکوں کے سائے سمٹتی ہے تو انتظار کی دنیا بسا لیتی ہے۔ اور جب دراز کرتی ہے تو جلوؤں کی بارات سجا لیتی ہے۔ اس کا کھلنا انتظار کیلئے۔ اس کا بند ہونا دیدار کیلئے۔ عجب مرحلے ہیں شوق والوں کے۔ عجیب کیفیتیں ہیں ذوق والوں کی۔ جب رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے تو ان کی آنکھیں چمک اٹھتی ہیں۔ اور دل کے ویرانے کو نور نور کر جاتی ہیں۔ جب دلوں کی کھیتیاں بنجر ہو جاتی ہیں تو سحر کے وقت آہوں کے بادل آنسوؤں کی بارش بن کر' سر زمین دل پر برستے ہیں' اور اسے گل و گلزار کر جاتے ہیں۔

وقت سحر آنکھ کا کھلنا بڑا مشکل ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جن کی آنکھ کھل جاتی ہے' پھر اس کا بند ہونا مشکل ہے۔ اور جن کی آنکھ نہیں کھلتی' وہ کچھ اس طرح سے بند ہوتی ہے کہ اس وقت کھلنے کو آتی ہے' جب بند ہونے کو آتی ہے (موت کے وقت) لیکن اس وقت کھلنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ فائدہ یہی ہے کہ فائدہ کے وقت کھلنی چاہیے اور جب فائدے کے وقت کھلتی ہے تو پھر فائدہ دیتی ہے۔

ان ناشئة اللیل ھی اشد وطاً واقوم قیلاً — یہ رات کا اٹھنا نفس پر بڑا گراں گذرتا ہے۔

اور یہ گرانی اسے بہت سے بوجھ سے آزاد کر دیتی ہے۔ یہ بوجھ پھر لوٹ ٹل جاتے ہیں اور اس کے سب امور درست ہوتے ہیں۔ اس کے قدم صحیح سمت اٹھتے ہیں۔ اس کی سوچ صحیح رخ پر سفر کرتی ہے۔ اس کی گفتار سچائی کا اظہار ہو جاتی

ہے۔ اور اس کا کردار صداقت کا معیار بن جاتا ہے۔ یہ ہوتا ہے۔ سچ یہ ہوتا ہے۔ اس لئے قرب والے اسی سے قرب پاتے رہے۔ بعد والے بھی قرب پاتے رہے حتیٰ کہ انہیں جو بھی ملا۔ وہ اسے بھی اس لازوال دولت کی خبر دیتے رہے۔ اس دفینے کی خبر دیتے رہے۔ اس خزینے کا پتہ دیتے رہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوبات شریف میں جابجا اس جانب متوجہ کیا ہے یہ مکتوب جو خواجہ محمد شرف الدین حسین کی طرف لکھا گیا ہے۔ اس میں انہیں بھی نماز پنجگانہ کے ساتھ ساتھ تہجد کی ادائیگی کی تاکید بھی ہے۔

ملاحظہ ہو......

''میرے فرزند عزیز! فرصت کو غنیمت جانیں۔ اور خیال رکھیں کہ عمر بے ہودہ امور میں صرف نہ ہو۔ بلکہ اللہ پاک کی رضاجوئی میں بسر ہو۔ نماز پنجگانہ کو جمیعت و جماعت اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔ نماز تہجد کو کبھی بھی ترک نہ کریں۔ صبح کے استغفار کو رائیگاں نہ چھوڑیں اور خواب خرگوش سے محظوظ نہ ہوں۔''

(اقتباس از مکتوب شریف نمبر ۳۱' دفتر دوم)

سکون کے لئے بے سکون ہونا پڑتا ہے

رات کے سناٹے میں سکون کی چادر میں لپٹا انسان محو آرام ہو' تو اس سکون کی فضا کو چھوڑنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی تو حقیقت ہے کہ سکون کیلئے بے سکون ہونا پڑتا ہے' تب ہی سکون ملتا ہے۔ نیند میں سکون ہے۔ اور بیداری میں بھی سکون ہے۔ لیکن صرف نیند میں ہی سکون نہیں۔ اور نہ ہی بیداری میں سارا سکون ہے۔ سکون اگر صرف نیند میں ہوتا تو بہت زیادہ سونے والے بہت زیادہ سکون

Marfat.com

پاتے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ بہت کم سونے والے بہت زیادہ سکون پاتے ہیں۔ اور بہت زیادہ سونے والے بے آرامی سے دوچار ہوتے ہیں۔

اور اگر سکون صرف بیداری میں ہوتا تو بہت زیادہ بیدار رہنے والے بہت زیادہ سکون پاتے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر وقت جاگنے والے ہمیشہ کا سکون گنوا دیتے ہیں۔ سکون کے مرکز (دماغ) میں ہلچل سی مچ جاتی ہے۔ اور یوں سکون میں رہنے کی دھن بے سکون کر دیتی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بہت زیادہ جاگنے والے بہت تھوڑا سوتے ضرور ہیں۔ لیکن سونے میں بھی ان کی آنکھیں ہی سوتی ہیں' دل جاگتے رہتے ہیں۔ تاکہ قانون قدرت پر حرف نہ آئے۔

؎ تیری محفل کا بھرم رکھتے ہیں سو جاتے ہیں
ورنہ یہ لوگ تو بیدار نظر آتے ہیں

اس لئے سکون اگر نیند میں ہے' تو سکون بیداری میں بھی ہے۔ لیکن بیداری کا سکون' نیند کے سکون سے بڑا اعلیٰ ہے۔ اس لئے سکون والے' سکون کیلئے نیند کا سکون چھوڑ کر بیداری کا سکون پانے کو وقت سحر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ سردیوں میں نرم و گداز بستروں کی راحتیں دامن کھینچتی ہیں۔ اور گرمیوں میں ستیوں کی ردائیں دامن کشا کئے کھڑی ہوتی ہیں۔ ایسے میں اٹھنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس کے لئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ایک آسان سا نسخہ دے دیا۔

محمد مراد بدخشی کو لکھے گئے خط میں جہاں اور بہت سی نصیحتیں ہیں وہاں پر ایک نصیحت یہ بھی ہے۔

تہجد کیلئے بیداری کیسے ہو؟

دوسری نصیحت جو بیان کے لائق ہے' وہ یہ ہے کہ' نماز تہجد کو لازم

Marfat.com

پکڑیں۔ کیونکہ یہ طریقت کی ضروریات میں سے ہے۔ جب آپ کی بالمشافہ ملاقات ہوئی تھی اس وقت بھی آپ کو یہی تاکید کی گئی تھی۔ کہ اگر یہ بات آپ کو مشکل معلوم ہوتی ہے' اور آپ خلاف عادت بیدار نہیں ہو سکتے' تو متعلقین میں سے کسی کو اس امر پر مقرر کر دیں تاکہ آپ کو اس وقت جبراً کرھاً جگا دیا کرے اور آپ کو خواب غفلت میں پڑا نہ رہنے دے۔ جب چند روز تک اس طرح کریں گے تو امید ہے کہ بلا تکلف یہ دولت میسر ہو جائیگی۔

(اقتباس از مکتوب شریف ۲۹' دفتر دوم)

اسی طرح کا مضمون مکتوب ۷۱' دفتر سوم میں بھی ہے۔

ہاں جو شخص خود صبح اٹھ نہ سکتا ہو وہ کسی دوسرے شخص کو جگانے پر مقرر کر سکتا یا دوسرے ذرائع سے جیسے گھڑی کے الارم' ٹیلی فون پر Time Fixing (وقت مقرر کر کے) یا کمپیوٹر کے ذریعے بھی یہ کام لیا جا سکتا ہے۔ سچ ہے ہر مشکل کو رفع کرنے کی کنجی ان قرب والوں کے ہاتھ آئی۔

تہجد کی ادائیگی اور رکعات

سابقہ صفحات میں آپ نے دیکھا کہ فقہی حوالے سے کتنی غلط باتیں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے دور میں رواج پا گئی تھیں۔ ان خلاف سنت باتوں میں ایک نماز تہجد کی رکعات اور ادائیگی کی بات بھی تھی۔

اس وقت لوگ تہجد کی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ کئی ایک علاقوں میں یہ خلاف سنت کام اب بھی سننے میں آتا ہے۔ رواں سال ماہ رمضان 1999ء ہری پور میں ایک بزرگ معتکف تھے۔ نماز تہجد کو بڑے خشوع و خضوع سے ادا کرتے۔ ان سے پوچھا۔ کہ کیا قرات کرتے ہیں؟ فرمانے لگے پہلی

Marfat.com

رکعت میں اکیس دفعہ دوسری میں انیس دفعہ پھر اسی طرح ہر رکعت میں دو دو کم کر کے سورہ اخلاص پڑھتا ہوں۔ اور یہ طریقہ راولپنڈی میں ایک صاحب تھے' ان سے سیکھا تھا وہ بہت بھاری تعداد کے ساتھ تہجد کی نماز باجماعت ادا کرواتے تھے۔ یہ طریقہ کئی ایک علاقوں میں اب بھی ہے۔

دوسرا مسئلہ تہجد کی رکعتوں کا تھا۔ کہ وہ لوگ یہ جان کر کہ تاجدار کائنات ﷺ نے تہجد کی تیرہ رکعت ادا فرمائی ہیں' تیرہ رکعتیں پڑھتے۔ لیکن ان کی تیرہ رکعتیں اس طرح ہوتیں۔ کہ بارہ رکعتیں کھڑی ہو کر پڑھتے اور دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ بیٹھ کر پڑھنا تھوڑا ثواب رکھتا ہے اس لئے یہ دو رکعتیں ایک کے قائم مقام بن جائیں گی۔ یوں کل تعداد تیرہ ہو جائیگی۔ اس طرح وہ چودہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

اس جانب حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے کئی مکتوبات شریفہ میں توجہ دلائی اور مسئلہ کی حقیقت کو واضح فرمایا۔

خواجہ محمد اشرف کابلی کو لکھے گئے مکتوب مبارک سے اقتباس......

"افسوس ہزار افسوس! کہ جن بدعتوں کا دوسرے سلسلوں میں نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ وہ اس طریقہ عالیہ میں پیدا کر دی گئیں ہیں۔ نماز تہجد کو جماعت سے ادا کرتے ہیں۔ اور گرد و نواح کے لوگ اس وقت تہجد کے واسطے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور بڑی جمیعت کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے ہیں۔ یہ عمل مکروہ ہے اور مکروہ تحریمی ہے۔

بعض فقہاء نے جن کے نزدیک تداعی (ایک دوسرے کو بلانا) کراہت کی شرط ہے اور نفل کی جماعت کو مسجد کے ایک کونے میں جائز قرار دیا ہے۔ انہوں نے

Marfat.com

بھی تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو مکروہ لکھا ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ علماء ہی کے شہروں میں جو مجتہدین علیہم الرضوان کا وطن ہے اس قسم کے بدعات و محدثات رواج پا گئے ہیں۔ حالانکہ ہم فقیر' اسلامی علوم انہیں کی برکت سے حاصل کرتے ہیں۔

والله سبحانه الملهم الصواب.

اللہ پاک ہی بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ...... (غم دل اس ڈر سے تجھے تھوڑا سنایا ہے جاناں
کہ بہت سن سن کے کہیں تیرا دل آزردہ نہ ہو جائے)

(مکتوب ۱۳۱' دفتر اول)

بخارا میں بھی یہی بخار چڑھ گیا تھا

یہ مکتوب مبارک خواجہ محمد اشرف کابلی کو لکھا گیا جو کابل کے رہنے والے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ افغانستان میں یہ وبا عام ہو چلی تھی۔ لیکن یہ مسئلہ صرف افغانستان تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ اس قسم کی ہوائیں بخارا و سمرقند جیسے مراکز میں بھی چل رہی تھیں۔ آپ کا ایک مکتوب مبارک جو آپؒ نے مخدوم زادہ حضرت خواجہ امکنگیؒ کی طرف تحریر فرمایا۔ اس حقیقت پر شاہد ہے۔ پہلے مکتوب شریف میں بہت حد تک ملتے جلتے مضمون پر مشتمل یہ مکتوب مبارک......

میرے مخدوم و مکرم! اس طریقہ عالیہ میں ان لوگوں نے یہاں تک احداث و ابداع کو رواج دے دیا ہے کہ اگر مخالف یہ بات کہیں کہ اس طریق میں

Marfat.com

بدعت کا التزام اور سنت سے اجتناب ہے' تو بالکل بجا ہو گا۔

یہ لوگ نماز تہجد کو پوری جمعیت اور جماعت سے ادا کرتے ہیں' اور اس بدعت کو سنت تراویح کی طرح مسجد میں رونق اور رواج بخشتے ہیں۔ اس عمل کو نیک جانتے ہیں۔ اور لوگوں کو اس پر ترغیب دیتے ہیں۔ حالانکہ فقہائے کرام (اللہ پاک ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے) نے نوافل کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا نہایت ہی مکروہ کہا ہے۔ اور بعض فقہاء نے جو تداعی کو نفلوں کی جماعت میں کراہت کی شرط قرار دیا ہے۔ انہوں نے بھی جماعت نفلی کا جواز مسجد کے کونے میں مقید کیا ہے۔ اور تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالاتفاق مکروہ فرمایا ہے۔

نیز یہ لوگ نماز تہجد کی تیرہ رکعت اس طرح خیال کرتے ہیں۔ کہ بارہ رکعت کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں' اور دو رکعت بیٹھ کر۔ تاکہ ایک رکعت کا حکم پیدا کرے۔ کیونکہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے ثواب سے آدھا ہے۔ حالانکہ یہ علم بھی اور عمل بھی سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مخالف ہے۔

حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تیرہ رکعت ادا فرمائی ہیں' ان میں وتر بھی شامل ہیں۔ اور نماز تہجد کا فرد اور طاق ہونا' وتر کے رکعتوں کے طاق ہونے سے پیدا ہوا ہے' نہ کہ جیسے ان بزرگواروں نے خیال کیا ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ بلاد ماوراء النہر میں بھی جو علمائے حق کا ماویٰ و مسکن ہے' اس قسم کی بدعتیں رواج پا گئی ہیں۔ اور اس قسم کے مخترعات اور من گھڑت باتیں شائع ہو گئی ہیں۔ حالانکہ ہم فقیر انہی کی برکات سے علوم شرعیہ حاصل کرتے ہیں۔

(مکتوب نمبر ۱۶۸' دفتر اول)

وتروں کی ادائیگی کا وقت

وتر کے ضمن میں ایک اور بات بھی کہ وتر کی ادائیگی کا بہتر وقت کون سا ہے؟ کیونکہ بعض لوگ ایسے بھی تھے 'جو وتر کو تہجد کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اور عشاء کی نماز کو اس لئے مؤخر کر کے پڑھا کرتے تھے' تاکہ اس کے ساتھ تہجد یعنی قیام اللیل کی ادائیگی یقینی ہو 'اور یہ تاخیر آدھی رات کے بعد تک بھی ہوتی تھی۔ اس خرابی کی بھی آپؒ نے اصلاح فرمائی۔

فرمایا:

نماز عشاء آدھی رات کے بعد ادا کرنا 'اور اس تاخیر کو قیام لیل یعنی نماز تہجد کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے۔ کیونکہ احنافؒ کے نزدیک نماز عشاء کا ایسے وقت میں ادا کرنا مکروہ ہے۔ اور ظاہر ہے اس کراہت سے مراد ان کی کراہت تحریمہ ہے۔ کیونکہ نماز عشاء کا آدھی رات تک ادا کرنا 'ان کے نزدیک مباح ہے۔ اور آدھی رات کے بعد مکروہ۔ پس وہ مکروہ 'جو مباح کے مقابل ہے 'وہ مکروہ تحریمی ہی ہے۔ اور شوافعؒ کے نزدیک نماز عشاء کا اس وقت ادا کرنا جائز ہی نہیں۔

پس قیام لیل یعنی تہجد اور اس میں ذوق و جمیعت کے حاصل ہونے کیلئے اس امر کا مرتکب ہونا بہت برا ہے۔ اس غرض کیلئے وتر کے ادا کرنے میں تاخیر کرنا ہی کافی ہے۔ اور یہ تاخیر مستحب بھی ہے۔ اور وتر بھی اچھے وقت میں ادا ہو جاتے ہیں۔

(مکتوب نمبر ۲۹ 'دفتر اول)

اسی بات کی طرف آپؒ نے ایک اور موقع پر یوں ارشاد فرمایا......

"میں وتر کی نماز کبھی راتؒ کے پہلے حصے میں ادا کیا کرتا تھا۔ اور کبھی پچھلے

Marfat.com

حصے میں۔ ایک رات مجھ پر ظاہر ہوا کہ تاخیر کی صورت میں ادائے وتر کی نیت سے جو نمازی سو جاتا ہے کہ وتر رات کے آخری حصے میں ادا کروں گا تو کراماً کاتبین رات بھر وتر ادا کرنے تک اس کی نیکیاں درج کرتے رہتے ہیں۔ پس وتر کو جتنی دیر سے ادا کریں' اتنا ہی بہتر ہے۔ اس بات کے باوجود مجھے وتر کی تعجیل و تاخیر سے سوائے متابعت نبوی ﷺ کے اور کچھ مقصود نہیں۔ میں کسی فضیلت کو متابعت نبوی ﷺ کے برابر نہیں سمجھتا۔ جناب سرور کائنات ﷺ وتر کی نماز کبھی رات کے پہلے حصے میں ادا کرتے تھے' اور کبھی آخری حصے میں۔ میں اپنی سعادت اس بات میں جانتا ہوں کہ کسی کام میں آنحضرت ﷺ سے تشبیہ حاصل کروں خواہ وہ تشبیہ بصورت ظاہر ہی ہو۔

لوگ بعض سنتوں میں شب بیداری کی نیت کرتے ہیں۔ اور ان میں بھی غیر متعلقہ امور کو دخل دیتے ہیں۔ مجھے ان کی کوتاہ اندیشی پہ تعجب آتا ہے ہم تو جو بھر متابعت کے بدلے ہزار شب بیداری کو بھی نہ خریدیں۔ جب ہم ماہ رمضان کے آخری دس دنوں میں معتکف ہوئے۔ تو دوست احباب کو بلا کر کہا۔ سوائے متابعت نبوی ﷺ کے اور کوئی نیت نہ کرنا۔ کیونکہ ہماری قطع تعلقی کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ ہم ایک متابعت کو سو گرفتاری سے قبول کرتے ہیں۔ لیکن غیر متابعت سے ہزار قطع تعلق کو بھی قبول نہیں کرتے۔

آں راکہ درسرائے نگاریست فارغ است
از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

اللہ تعالیٰ جناب سرور کائنات ﷺ کی متابعت ہمیں نصیب فرمائیں۔

(مبداو معاد' ص ۳۶)

Marfat.com

فاتحہ خلف الامام

سکون وہی دے سکتا ہے جو خود دولت سکون سے مالا مال ہو۔ جو خود مضطرب اور بے قرار ہے' وہ کسی کو سکون سے کیا ہم کنار کرے گا؟ نماز سراسر سکون ہے۔ اس کا ایک ایک فعل سکون۔ اس کی ایک ایک حرکت سکون۔ ہاں حرکت میں بھی سکون ہوتا ہے۔ اور سکون میں بھی حرکت ہوتی ہے۔ کھڑا پانی اگر پر سکون ہو سکتا ہے' تو متلاطم سمندر بھی پر سکون ہو سکتا ہے۔ لیکن کچھ بھی ہو یہ حقیقت ہے کہ سکون' سکون والے سے ہی ملتا ہے۔ نماز سکون ہے۔ اور ایسا سکون ہے کہ پریشانیوں کے الاؤ میں دھکتے دل۔ دکھوں کی آگ میں جھلتے دماغ۔ اور غموں کی دھوپ میں جلتے بدن۔ جب اس نماز کے سایہ عاطفت میں پناہ کے طلبگار ہوتے ہیں۔ یہ اپنے سائے ان پر اس طرح فگن کرتی ہے کہ آدمی سکون کی ٹھنڈک۔ راحت کی برودت محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔ اس کے ہر ہر عمل سے سکون ٹپکتا ہے۔ اور اس کے ہر ہر فعل سے آرام جھلکتا ہے۔ اس منبع سکون کی طرف آنے والوں کو بھی حکم ہے کہ اس کی طرف آؤ تو سکون سے آؤ۔

نماز کیلئے سکون سے آؤ

قال رسول الله ﷺ اذانودی بالصلوٰۃ فا توھاو انتم تمشون وعلیکم السکینة فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا۔
(مسلم' ج ا' ص ۲۲۰)

تاجدار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب اذان کہی جائے تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ اطمینان سے چلتے ہوئے آؤ جو رکعات تمہیں مل جائیں انہیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں ان کو پورا کر لو۔

Marfat.com

نماز ابھی شروع نہیں ہوئی۔ ابھی اذان ہوئی ہے۔ ابھی نقارہ بجا ہے۔ کہ مسجد کو چلو۔ ابھی مرحلہ چلنے کا ہے۔ مسجد جانے کا ہے۔ نماز کی باری تو اس کے بہت بعد آئیگی۔ تو نماز کیلئے جو چال چلنی ہے' جو حرکت کرنی ہے۔ اس چال میں بھی سکون ہونا چاہیے۔ اس حرکت میں بھی سکون ہونا چاہیے۔

اب مرحلہ نماز بھی آگیا۔ نماز شروع ہو گئی۔ ہاتھ اٹھنے لگے۔ بار بار اٹھنے لگے۔ تاجدار کائنات ﷺ تشریف لائے دیکھا تو فرمایا......

مالی اراکم رافعی ایدیکم فکانها اذناب خیل شمس اسکنوافی الصلوٰۃ. (مسلم' ج ا' ص ۱۸۱)

کیا وجہ ہے میں تم کو نماز میں سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ نماز سکون سے پڑھا کرو۔

نماز سے سکون سے نکلو

اسی طرح ایسا بھی ہوتا کہ جب سلام پھیرتے تو دونوں جانب ہاتھ کا اشارہ بھی کرتے۔ تاجدار کائنات ﷺ نے اس فعل سے بھی منع فرمادیا۔

فقال رسول الله ﷺ علام تومون بایدیکم کانها اذناب خیل شمس انما یکفی احدکم ان یضع یده علی' فخذه ثم یسلم علی اخیه من علی یمینه و

تاجدار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح اشارہ کیوں کرتے ہو؟ تمھارے لئے یہ کافی ہے کہ تمہارے ہاتھ زانوں پر ہوں اور تم اپنے بھائی کی طرف

Marfat.com

شماله.　　　　دائیں بائیں سلام پھیرو۔

(مسلم ج ا ص ۱۸۱)

نماز کو جانے کیلئے بھی سکون کا حکم۔ نماز میں بھی سکون کا حکم۔ اور نماز سے خارج ہوتے وقت بھی سکون کا حکم۔ نماز کی ابتداء بھی سکون۔ درمیان بھی سکون۔ اور انتہاء بھی سکون۔ بس سکون ہی سکون۔ اطمینان ہی اطمینان۔ تلاوت کے وقت خاموشی رہے۔ ایک آدمی کھڑا ہے کچھ بول رہا ہے۔ دوسرا ساتھ کھڑا ہے وہ بھی کچھ پڑھ رہا ہے۔ تیسرا آدمی بھی پڑھ رہا ہے۔ غرض جتنے آدمی ہیں اتنی ہی زبانیں چل رہی ہیں۔ اتنے ہی لب ہل رہے ہیں۔ جب سب بول رہے ہوں تو خشوع و خضوع کیسے آئیگا؟

حالانکہ حکم ہے......

قد افلح المومنون الذین هم فی صلوتهم خاشعون. (المومنون ۲'۱)	کامیاب مومن وہی ہیں جو اپنی نمازیں خشوع و خضوع سے پڑھتے ہیں۔

اس ہاھو میں قرآن نے صدا دی......

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون. (الاعراف ۲۰۴)	جب قرآن پڑھا جائے تو بہت ہی توجہ سے سنا کرو۔ اور خاموش رہا کرو۔ تاکہ تم رحمت کے حقدار بن سکو۔

اپنی اپنی بولیاں بولنے والے 'ایک کی بولی سنیں۔ جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہا کرو۔ یعنی جب جہری نمازیں پڑھی جائیں' تو توجہ سے سنا کرو۔ اور جب

Marfat.com

سری نماز ہو تو پھر بھی چپ رہا کرو۔

سورۃ فاتحہ بھی قرآن ہی کا حصہ ہے۔ سو جب سورہ فاتحہ پڑھی جائے تو چپ رہا کرو اور توجہ سے سنا کرو۔

امام سے لڑائی کرنے والا

تاجدار کائنات ﷺ ایک دن نماز پڑھا رہے تھے۔ پیچھے کوئی قرات کرنے لگا۔ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو دریافت فرمایا۔ تم میں سے کون میری توجہ ہٹا رہا تھا؟ امام کے پیچھے قرات کرنے سے تاجدار کائنات ﷺ نے بتادیا کہ امام کی توجہ ہٹ جاتی ہے۔ جب مقتداء کی توجہ ہی ہٹ گئی تو پھر مقتدیوں کی نماز میں توجہ کاہے کی؟

حدیث شریف کے الفاظ ہیں......

ان رجلاً قرء خلف رسول الله ﷺ بسبح اسم ربك الاعلیٰ فلما انصرف النبی ﷺ قال! من قرء منکم سبح اسم ربك الاعلیٰ؟ فسکت القوم' فسالھم ثلاث مرات' کل ذالك یسکتون ' ثم قال رجل' انا قال قد علمت ان بعضکم خالجنیھا.

ایک شخص نے نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے "سبح اسم ربک الاعلیٰ" پڑھی نبی ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا؟ تم میں سے "سبح اسم ربک الاعلیٰ" کس نے پڑھی تھی؟ لوگ خاموش رہے آپ ﷺ نے تین بار پوچھا 'اور وہ ہر بار خاموش رہے۔ پھر ایک شخص بولا کہ میں نے پڑھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم تھا تم میں سے کون میری

Marfat.com

توجہ ہٹا رہا ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۱' ص ۳۲۵)

ایک دوسری روایت اس سے زیادہ صریح الفاظ میں توجہ کے ہٹانے کی اور اس پر تاجدار کائنات علیہ ﷺ کے نماز میں امام کے پیچھے قرات کرنے سے منع کرنے کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

کان النبی ﷺ یصلی الناس ورجل یقرا خلفه فلما فرغ ' قال من ذالذی یخا لجنی سورتهم فنهاهم عن القراة خلف الامام. (سنن دار قطنی' ج ۱' ص ۳۲۶)

نبی کریم علیہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے ایک شخص آپ کے پیچھے قرات کر رہا تھا۔ جب آپ علیہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا مجھے اپنی سورت سے کون الجھا رہا تھا؟ پھر آپ علیہ ﷺ نے امام کے پیچھے قرات سے منع کر دیا۔

امام کے پیچھے قرات سے منع کرنے کی اور بہت سی وجوہات ہوں گی۔ لیکن بادی النظر جو نظر آتا ہے کہ جس کو مقتدا بنایا ہے۔ اس کے مقتدا ہونے کا تقاضا ہے' کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ کچھ وقت تو اقتداء کی' کچھ وقت کو خود ہی مقتداء بن گئے۔ یہ تو طورِ اقتداء نہیں۔ اقتدائے کامل چاہیے۔ امام جب پڑھتا ہے تو مقتدی کا نمائندہ بن کر پڑھتا ہے۔ سو امام کی قرات ہی مقتدی کی قرات بن جاتی ہے۔

عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ من کان له امام

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

Marfat.com

فقراۃ الامام له قراۃ. (سنن ابن ماجہ، ص ٦١)

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرات اس شخص کی قرات ہے۔

مقتدا سب مقتدیوں کا مقتدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا پڑھنا' ان کا پڑھنا' اس کا بولنا' ان کا بولنا ہوتا ہے۔ ہزاروں انسانوں کے اجتماع کی نمائندگی کرنے والا در حقیقت اپنی زبان سے ان کی باتیں کر رہا ہوتا ہے۔

خوابوں کو بھی تعبیر ملتی ہے

"حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اور فاتحہ خلف الامام"

کہنے والوں نے کہا ہے اور سنانے والوں سے بارہا یہ سنا ہے کہ خواب کو کبھی تعبیر کا راستہ نہیں ملتا ۔ ان کا کہنا بھی شاید بجا ہو۔ لیکن یہ کہنا بھی بہت روا ہے۔ کہ خواب دیکھنے اور خواب دکھانے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ جو خواب خود دیکھے جاتے ہیں' ان کے بارے میں تو یہ کچھ کہا جا سکتا ہے "کوئی بات نہیں کہ خواب کو تعبیر کا راستہ نہیں ملتا۔" لیکن جو خواب دکھائے جاتے ہیں وہ تعبیر کی منزل پاتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب دکھایا گیا کہ گیارہ ستارے' چاند اور سورج ان کے سامنے جبیں سائی کر رہے ہیں۔ یہ خواب دکھایا گیا۔ اور تعبیر پا گیا۔

فرعون کو خواب دکھایا گیا۔ کہ بنی اسرائیل کا ایک بچہ تجھے بیچ دریا غرقاب کر دے گا۔ سو اس خواب کو بھی تعبیر مل گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب دکھایا گیا۔ کہ راہ حق میں جگر گوشہ لٹا دیا جائے۔ سو یہ خواب بھی تعبیر کی راہیں پا گیا۔

تاجدار کائنات ﷺ کو خواب دکھایا گیا کہ جس مکہ کو آپ ﷺ چھوڑ کر مدینہ پاک جا چکے۔ اسی مکہ شریف میں آپ ﷺ فاتحانہ انداز میں داخل ہو رہے ہیں

اس خواب کو بھی تعبیر مل گئی۔

توجو خواب دیکھے جاتے ہیں ضروری نہیں کہ انہیں تعبیر کا رستہ ملے 'لیکن جو خواب دکھائے جاتے ہیں 'وہ ضرور تعبیر پاتے ہیں۔ حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس لئے حقیقت پا جاتے ہیں۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے پہلے آپؒ کے شیخ محترم حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو ایک خواب دکھایا گیا تھا۔ وہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔ اور وہ خواب یہ تھا کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ اپنی شان میں مہتم بالشان قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔ جس کے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے کہ بہت سے اولیاء میرے مسلک کے پابند ہیں۔ چنانچہ وہ رمز والے خواجہ اس رمز کو پا گئے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا موقف

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اس سلسلے میں رقم طراز ہیں۔

مدت تک میری آرزو رہی کہ فقہ حنفی میں کوئی معقول وجہ ہو۔ تاکہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھی جائے۔ کیونکہ نماز میں جب قرآن شریف کا پڑھنا فرض ہے 'تو حقیقی قرات سے اعراض کر کے حکمی قرات قرار دینا' قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا۔ حالانکہ حدیث نبوی میں بھی ہے۔......

لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب۔ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی

لیکن مذہب حنفی کا پاس کرتے ہوئے مجبوراً ترک کرتا رہا۔ اور اس ترک کو ریاضت و مجاہدہ خیال کرتا رہا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مذہب کے پاس کی برکت سے اس بات کی حقیقت مجھ پر ظاہر فرمادی 'کہ مذہب حنفی میں مقتدی کو امام کے پیچھے

Marfat.com

سورہ فاتحہ کیوں نہیں پڑھنی چاہیے۔ نیز مجھے قرات حقیقی سے قرات حکمی زیادہ افضل معلوم ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں مقام مناجات میں کھڑے ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ......

لان المصلی یناجی ربه' نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔

سے ظاہر ہے۔ کہ امام کو اس کام میں پیشوا بناتے ہیں۔ پس جو کچھ امام پڑھتا ہے 'گویا وہ مقتدیوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کچھ لوگ کسی عظیم الشان بادشاہ کی خدمت میں کسی ضرورت کیلئے حاضر ہوں' اور ایک کو اپنا پیشوا بنائیں۔ تاکہ سب کی طرف سے وہ بادشاہ کی خدمت میں صورتحال عرض کرے۔ اس صورت میں دوسرے لوگ بھی اگر پیشوا کیساتھ بولنے لگ جائیں' تو سخت بے ادبی (وبد تہذیبی) ہے اور بادشاہ کی ناراضگی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ پس ان لوگوں کی حکمی بات چیت پیشوا کی زبانی عرض کرنا حقیقی بات چیت سے زیادہ بہتر ہے۔ بعینہ یہی حال امام اور مقتدیوں کا ہے۔ کہ امام کی قرات کے وقت مقتدیوں کا قرات کرنا شور اور فساد کا باعث ہے اور ادب سے بہت دور ہے اور جدائی کا موجب ہے جو اجتماع کے منافی ہے۔

اکثر مسائل حنفی اور شافعی' جن میں اختلاف پایا جاتا ہے اس قسم کے ہیں' کہ ظاہر میں شافعی مذہب کے پہلو کو ترجیح ہوتی ہے۔ لیکن باطن و حقیقت میں حنفی مذہب کا پہلو زبردست ہوتا ہے۔

Marfat.com

مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا گیا۔ کہ کلام حق میں جہاں جہاں فریقین کا اختلاف ہے اس میں حنفی حق بجانب ہیں۔ کہ تکوین ایک علیحدہ صفت ہے۔ علی ہذاالقیاس۔ فقہی اختلافات میں اکثر مسائل میں یقیناً حنفی حق بجانب ہیں۔ بہت کم مسائل ایسے ہیں، جن میں فریق ثانی کو ترجیح حاصل ہے۔ مجھے توسط حال ایک رات جناب پیغمبر خدا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم علم کلام کے ایک مجتہد ہو۔ اس وقت سے لے کر مسائل کلامیہ میں میری رائے خاص اور میرا علم مخصوص ہے۔

اکثر اختلافی مسائل جن میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کا اختلاف ہے۔ شروع مسئلہ میں اشاعرہ حق بجانب معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جب نور فراست سے دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ماتریدیہ حق بجانب ہیں۔ علم کلام کے متعلق تمام اختلافی مسائل میں میری رائے علمائے ماتریدیہ کی رائے کے موافق ہے۔ واقعی ان بزرگوں کی شان بہ سبب پیروی سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے نہایت عظیم ہے۔ ان کے مخالفین کو فلسفی مسائل میں مشغول ہونے کے سبب وہ شان حاصل نہیں۔ گو دونوں فریق اہل حق ہیں۔ دیکھو ان بزرگوں میں سب سے بڑے بزرگ اور سب سے بڑے پیشوا حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی بابت کیا حضرت شافعیؒ کیا حضرت مالکؒ اور کیا حضرت احمد بن حنبلؒ، سبھی اعلیٰ رائے رکھتے ہیں۔ چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں......

الفقهاء کلهم عیال ابی حنیفة. — تمام فقیہہ ابو حنیفہؒ کے عیال ہیں۔

منقول ہے کہ جب حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام اعظمؒ کی قبر کی زیارت کو جاتے، تو اپنے اجتہاد کو ترک کر دیتے اور حضرت امام اعظمؒ کی رائے کے مطابق

Marfat.com

عمل کرتے۔اور فرماتے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ ان کے حضور میں اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کروں۔ جو ان کی رائے کے خلاف ہو۔ چنانچہ آپ نہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے۔اور نہ ہی فجر کے وقت قنوت نازلہ پڑھتے۔واقعی امام اعظمؒ کی شان کو امام شافعیؒ ہی بہتر جانتے ہیں۔آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو مذہب حنفی کے مطابق عمل کریں گے۔

خواجہ محمد پارساؒ فصول ستہ میں فرماتے ہیں۔یہی ان کی بزرگی کی کافی علامت ہے۔کہ ایک پیغمبر اولی العزم ان کے مذہب پر عمل کرے گا۔کسی اور کی سینکڑوں بزرگیاں بھی ان کی ایک بزرگی کے برابر نہیں ہو سکتیں۔

ہمارے حضرت خواجہ صاحب حضرت باقی باللہ فرماتے تھے کہ میں بھی کچھ عرصہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھا کرتا تھا۔آخر ایک رات خواب میں' میں نے امام اعظمؒ کو دیکھا۔کہ آپ اپنی شان میں نہایت ہی اعلیٰ درجے کا قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔جس کے مضمون سے ظاہر ہوتا تھا کہ بہت سے اولیاء میرے مذہب کے پابند ہوئے ہیں۔تب سے میں نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ترک کر دیا۔

(مبدا و معاد ص ۳۱'۳۰'۲۹)

معوذتین کی قرات کے بیان میں

قرآن کریم کی آخری دو سورتیں معوذتین کہلاتی ہیں۔ان میں چونکہ مختلف چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔اس لئے یہ معوذتین کہلاتی ہیں۔ان کے قرآن میں شامل ہونے اور ان کے مخصوص شان نزول کے باعث کسی کو شک و شبہ نہیں۔لیکن ایک روایت حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ یہ سورتیں جزو قرآن نہیں' اسی کو بنیاد بنا کر شیخ شریف الدین منیری جو اپنے دور کے صوفیاء میں ایک نمایاں مقام رکھتے

Marfat.com

ہیں' نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ نماز کے دوران انہیں نہیں پڑھنا چاہیے۔ اس پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تصریح ملاحظہ فرمائیں۔

فرماتے ہیں......

مخدومی شیخ شرف الدینؒ منیری اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ معوذتین کو نماز میں نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ ان دونوں سورتوں کی قرآنیت میں جمہور کے مخالف ہیں۔ پس ان دونوں سورتوں کی قرات کو فرض قطعی میں شمار نہیں کرنا چاہیے۔ میں بھی نہیں پڑھا کرتا تھا۔ حتی کہ ایک روز اس فقیر پر یہ ظاہر کیا گیا کہ گویا معوذتین موجود ہیں اور مخدوم شرف الدینؒ کی شکایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرض میں ان کی قرات کو کیوں ترک کر دیا۔ گویا ہمیں قرآن شریف سے نکالا ہے۔ تب سے میں نے ان کا پڑھنا شروع کر دیا۔ اور پھر فرض نمازوں میں بھی پڑھنے لگا۔ جب ان دونوں سورتوں کو فرض نمازوں میں پڑھتا ہوں تو عجیب و غریب احوال کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ واقعی جب علم شریعت کی طرف رجوع کیا جائے تو ان دو سورتوں کو فرض نماز میں نہ پڑھنے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ بلکہ یہ تو متفق علیہ حکم میں ایک قسم کا شبہ ڈالنا ہے۔ کیونکہ جو کچھ دفتین کے اندر ہے' وہ قرآن ہے۔ جب سورۃ فاتحہ سے دوسری سورۃ کا ملانا واجب ہے تو ان دونوں سورتوں کا پڑھنا خواہ وہ بفرض محال ہو' خواہ ظنی ہی ہو' کوئی وجہ نہیں کہ انہیں فاتحہ کے ساتھ ملا کر نہ پڑھا جائے۔ مجھے تو شیخ منیریؒ کے اس کلام پر سخت تعجب ہوتا ہے۔

والسلٰم علی سیدالبشر و علیٰ آلہ الاطہر.

(مبدا و معاد' ص ۳۸)

Marfat.com

سجدہ تحیت

ایک کا حکم ہے کہ سر جھکایا جائے 'تو جھک جاتا ہے۔ دوسرے کا بھی حکم ہے کہ سر جھکایا جائے 'لیکن وہ جھکتا نہیں 'تن جاتا ہے۔ ایک حکم 'مگر تعمیل مختلف' فرمان ایک لیکن نتیجہ مختلف 'کیوں ؟

اس کی ایک ہی وجہ ہے۔ کہ جس ایک نے سر جھکانے کا حکم دیا ہے وہی ذات اس کے لائق ہے کہ اس کے سامنے جھکا جائے۔ اس کا حسن 'اس کے جلوے' اس کی قدرتیں 'اس کی ندرتیں دیکھ 'سر بصد شوق خود ہی جھک جھک جاتا ہے۔ اپنی خطائیں اور اسکی عطائیں 'اپنے دھرم اور اس کے کرم دیکھ کر پیشانی بصد نیاز زمیں کو چوم چوم جاتی ہے۔ لیکن دوسرا جو حکم دینے والا ہے۔ وہ خود سر جھکانے کا سزاوار ہے۔ جو خود کسی کے سامنے ماتھا ٹیکتا ہو 'اس کے سامنے ماتھے ٹیکے نہیں جاتے۔ جس کی حکومت کے منصوبے صنف نازک کی جبین پر ابھرنے اور اترنے والی شکنوں پر ہوں 'اس کے سامنے جبیں سائی نہیں کی جاسکتی۔ اور جس کے حکم کی ڈوریں حرم سرائیں براجمان نازنینوں کے ہاتھوں میں ہوں 'ان کے حکم نہیں مانے جاتے' نہیں مانے جاتے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے جب بے دینی کے ماحول میں دین کا چراغ جلایا۔ تو وہ پروانے جو شمع گل ہونے پر نئی روشنیوں پر پل پڑے تھے۔ شمع حق کی طرف دوڑے دوڑے آئے۔ چراغ جلنے لگا۔ لادینیت کے اندھیرے چھٹنے لگے۔ دھریت کی آگ بجھنے لگی۔ سورج پوجا کی روشنی ماند پڑنے لگی۔ آتش پرستی کے انگارے ٹھنڈے ہونے لگے۔ رفض کا طوفان تھمنے لگا۔ کہیں مکتوبات کے ذریعے بند باندھے گئے۔ اور کہیں توجہات کے ذریعے پشتے بنائے گئے۔ غرض بے دینی کے

Marfat.com

طوفان تھمنے لگے۔ بدعت کی خرافات ختم ہونے لگیں۔ تو وہ لوگ۔ جو سازشوں کے دوش پر رفض کی ہوائیں چلائے ہوئے تھے۔ انہیں یہ ہوائیں اب بند ہوتی نظر آنے لگیں۔ ان کے دم گھٹنے لگے۔ سانسیں رکنے لگیں۔ نزع کے دورے پڑنے لگے۔ دل جلنے لگے۔ دماغ ابلنے لگے۔ ان دماغوں نے چند گھاتوں کو جنم دیا۔ پہلا شکار جہانگیر تھا۔ اور شکاری آصف جاہ۔ نور جہاں کا نور۔ ملک کا نہیں' جہانگیر کا وزیراعظم۔ شیعت میں گندھا ہوا' رفض میں پلا ہوا' جہانگیر کے کان بھرنے لگا۔ کہ سرہند میں ایک شخص مجدد بنا بیٹھا ہے۔ اس کا حلقہ اثر پھیلا جاتا ہے۔ اس کی تبلیغ عام ہوئی جاتی ہے۔ عوام تو عوام۔ خواصان۔ بلکہ مملکت کے اعیان اس کے ہوئے جاتے ہیں۔ اس کے بارے میں کچھ کیا جائے' ورنہ کچھ ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ سر' جن میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی محبت کا سودا سمایا ہوا تھا۔ سرکار کے دربار سے دور کر دیئے گئے۔ کسی کو کابل بھیج دیا گیا۔ تو کسی کو دکن۔ کوئی بنگال کی سرزمین پہنچا۔ تو کوئی مالوہ کی مسند پر۔ پھر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ بلائے گئے۔ اور اس بادشاہ کے سامنے بلائے گئے۔ جو اس زمین پر خدا بنا بیٹھا تھا۔ قرب کی لذتوں سے سرشار ہونے والی جبینیں' بادشاہ کے حضور سجدوں سے لتھڑی ہوئی تھیں۔ سربرآوردہ بھی سر جھکاتے تھے۔ چنانچہ جو بھی آتا۔ سر جھکاتا۔ لیکن وہ جبینیں جو سجدوں کی لذت سے آشنا ہیں' وہ غیر کے سجدوں سے لتھڑنا کیا جانیں؟ وہ ماتھے جو قرب کی حلاوتوں سے سرشار ہوں وہ غیر کے در پڑنا کیا جانیں؟ وہ سر' جس میں حق کا سودا ہو' وہ غیر کے سامنے جھکنا کیا جانیں؟

حضرت مجدد بلائے گئے۔ دربار میں لائے گئے۔ درباریوں کے اشارے ہوئے۔ مصاحبوں کے کنائے ہوئے' کہ سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ شہزادے نے

Marfat.com

کتابیں بھیجیں کہ تحیت کو فقہاء اجازت دیتے ہیں۔ رخصت دیتے ہیں۔ سو رخصت پر عمل فرمایا جائے۔ لیکن حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی گردن تھی کہ تنی رہی۔ سر تھا کہ کھڑا رہا۔

سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

شاعر مشرق جب حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے حضور حاضر ہوئے تو وجد و ذوق میں وہ بھی یہ کہے بغیر رہ نہ سکے۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار۔
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

کیا وجہ تھی کہ اتنی رخصتوں اور حالات کی نزاکتوں کے باوجود سر نہ جھکایا؟ اس کا جواب خود حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی زبانی سنیئے۔

میر نعمانؒ کی جانب لکھے گئے مکتوب سے اقتباس......

اے برادر! سجدہ جو پیشانی کو زمین پر رکھنے کا نام ہے۔ اس میں نہایت تذلل وانکسار اور کمال تواضع وعاجزی ہے۔ اسی واسطے اس قسم کی تواضع حق تعالیٰ کی

عبادت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے اس کے سوا یہ کسی اور کیلئے جائز نہیں۔
منقول ہے کہ ایک دن حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام راستے میں کہیں جا رہے تھے کہ ایک اعرابی نے آکر معجزہ طلب کیا تاکہ اس کو دیکھ کر وہ ایمان لائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اس درخت کو جاکر کہو کہ تجھے پیغمبر خدا ﷺ بلاتے ہیں درخت یہ سن کر اپنی جگہ سے ہلا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اعرابی یہ دیکھ کر اسلام لے آیا۔ اور پھر عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اجازت دیں تو آپ ﷺ کو سجدہ کروں۔

فرمایا خدا کے سوا کسی کو بھی سجدہ جائز نہیں۔ اگر حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو کہتا کہ اپنے مردوں کو سجدہ کریں۔

بعض فقہاء نے اگرچہ بادشاہوں کیلئے سجدہ تحیت یعنی سجدہ تعظیمی جائز رکھا ہے لیکن بادشاہوں کو بھی چاہیے' کہ اس امر میں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع کریں۔ اور اس قسم کی ذلت وانکسار حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کیلئے پسند نہ کریں۔ حق تعالیٰ نے جہان کو ان کے تابع بنایا ہے' تو اس نعمت پر اس کا شکر بجالا کر اس قسم کی تواضع کو' جس سے کمال درجہ عجز وانکسار ظاہر ہوتا ہے' حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے ساتھ مسلم رکھیں۔ اور اس امر میں کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں۔ اگرچہ بعض نے اس امر کو جائز رکھا ہے' مگر مناسب ہے کہ ان کا حسنِ تواضع اس امر کو پسند نہ کرے۔

(مکتوب ۹۲' دفتر دوم)

Marfat.com

طریقہ نماز

گذشتہ اوراق میں نماز کے متعلق جتنی بھی گفتگو ہوئی وہ اس کی حقیقت کے متعلق تھی۔اب جو گفتگو ہے یہ اس کی صورت کے متعلق ہے۔ صورت صحیح ہو تو تب ہی حقیقت نصیب ہوتی ہے۔اور اگر صورت میں ہی بگاڑ ہو تو حقیقت میں انتشار بپا ہو جاتا ہے۔ صورت سب کچھ نہیں لیکن بہت کچھ ہوتی ہے۔ صورت کے خدوخال سے حقیقت کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ حقیقت کیلئے صورت چاہیے۔اور صورت کیلئے حقیقت۔ یہ ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ جڑے ہوئے ہیں۔ان کا امتزاج رنگ و خوشبو کی مانند ہے۔کہ خوشبو اڑ جائے تو فقط رنگ رہ جاتے ہیں اور خالی رنگوں سے بہلتا کون ہے؟ صورت کسی صورت گر کا پتہ دیتی ہے۔آسان لفظوں میں کسی کی اداؤں کا نام ہوتا ہے۔ کسی کی ادائیں جو دکھائی دیتی ہیں۔ صورت کہلاتی ہیں۔ کبھی ہم نے غور کیا کہ نماز کیا ہے؟ یہ ہاتھ اٹھانا' ہاتھ باندھنا' ہاتھ کھولنا' رکوع میں جھکنا' گھٹنوں کا پکڑنا' پھر اٹھنا' سجدے پڑنا اور سجدے میں پڑھنا' تشہد بیٹھنا اور سلام پھیرنا۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ سب ایسے ہی کیوں ہے؟ اس کے سوا کیوں نہیں؟ اس کے علاوہ کیوں نہیں؟ ایسی ہی حرکات اگر نماز کے باہر کی جائیں تو نماز نہیں کہلائیں گی۔ ہم ہاتھ اٹھا رہے ہیں لیکن اسے تکبیر تحریمہ کا نام نہیں دے سکتے۔ بے شک ساتھ اللہ اکبر بھی کہہ رہے ہوں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ہم انگڑائی لے رہے ہوں۔ ہم ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ لیکن ہم اسے ''قیام'' کا نام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہم کسی کے احترام میں کھڑے ہوں۔ ہم رکوع کی طرح جھکے ہوئے ہیں' لیکن ہم اسے رکوع نہیں کہہ سکتے۔ کہ ممکن ہے ہم ورزش کر رہے ہوں۔ ہم سجدے کی حالت میں پڑے ہوتے ہیں' لیکن ہم اسے سجدہ نہیں کہہ سکتے۔

Marfat.com

اسلئے کہ کیا خبر کہ ہم بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہوں یا کسی تکلیف کے باعث دوھرے ہوئے جا رہے ہوں۔ اسی طرح ہم تشہد کی طرح دو زانوں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن ہم اسے ''تشہد'' نہیں کہہ سکتے۔ کہ ممکن ہے کہ ہم کسی استاد یا اپنے مربی شیخ محترم کے سامنے بیٹھے ہوں۔ اور ہم سلام کی طرح منہ دائیں بائیں کر رہے ہیں لیکن ہم اسے ''خروج بصنعہ'' کا نام نہیں دے سکتے۔ کہ ممکن ہے کہ ہم یوں ہی جلدی میں ایک شے کو دائیں طرف دیکھا۔ نہ پایا تو فوراً بائیں طرف دیکھنے لگ گئے ہوں۔ لیکن یہی ارکان' یہی حرکات' جب دوسرے موقع پر کی جاتی ہیں تو نماز کہلاتی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ صرف اتنی ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ کی مختلف ادائیں ہیں جو اکٹھی آپ ﷺ نے ادا فرمائیں تو ''صلوٰۃ'' (نماز) کہلائیں۔ گویا نماز تاجدار کائنات ﷺ کی اداؤں کا نام ہے۔ اور آپ ﷺ کی اداؤں میں ڈھل جانا' اسی کو نماز کہتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی اداؤں میں جو ڈھل جائے' دراصل وہی نمازی ہے۔ تاجدار کائنات ﷺ کا فرمان ذیشان ہے۔

صلوا کما رایتمونی اصلی. نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو۔

سو جنھوں نے دیکھا کہ جان دوعالم ﷺ کس طرح نماز ادا فرمایا کرتے تھے آیئے ان کی زبانی سنتے ہیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا اپنے پیرزادوں خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبید اللہ کی جانب لکھے گئے طویل مکتوب شریف سے اقتباس۔

''نماز جو دین کا ستون ہے۔ اس کے تھوڑے سے ارکان بیان کئے جاتے ہیں۔ غور سے سنیں۔

Marfat.com

وضو

اول وضو کو کامل اور پورے طریقے سے کرنا چاہیے۔ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ ہر عضو کو بتمام وکمال تین بار دھونا چاہیے۔ تاکہ وضو سنت کے مطابق ادا ہو۔ اور سر کا مسح بالاستیعاب (سارے سر کا مسح) کرنا چاہیے۔ کانوں اور گردنوں کے مسح میں احتیاط کرنی چاہیے۔ بائیں ہاتھ کی خنصر (چھنگلی) سے پاؤں کی انگلیوں کے نیچے کی طرف سے خلال کرنا چاہیے۔ اس کی رعایت رکھیں۔ اور مستحب کے بجالانے کو تھوڑا نہ جانیں۔ مستحب اللہ پاک کے نزدیک پسندیدہ اور دوست ہے۔ اگر تمام دنیا کے عوض اللہ پاک کا ایک پسندیدہ فعل معلوم ہو جائے' اور اس کے مطابق عمل میسر آجائے' تو یہ بہت بڑی غنیمت ہے۔ اس کا بعینہ یہی حکم ہے کہ کوئی خزف ریزے یعنی ٹھیکرے دے کر موتی خرید لے۔ یا بے فائدہ وبے ہودہ جماد یعنی پتھر سے روح کو حاصل کرلے۔

نماز

کمال طہارت اور کمال وضو کے بعد نماز کا قصد کرنا چاہیے۔ وہ نماز جو مومن کی معراج ہے۔ اور کوشش کرنی چاہیے کہ فرض نماز جماعت کے بغیر ادا نہ ہونے پائے۔ بلکہ امام کیساتھ تکبیر اولیٰ بھی ترک نہیں ہونی چاہیے۔ نماز کو مستحب وقت میں ادا کرنا چاہیے۔ اور قرات (تلاوت) میں جو مسنون مقدار ہے' اس کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ رکوع اور سجود میں طمانیت ضروری ہے۔ کیونکہ بقول مختار' تعدیل وطمانیت یا تو فرض ہے یا واجب اور قومہ (رکوع کے بعد اٹھنا) میں اس طرح سیدھا کھڑا ہونا چاہیے کہ تمام بدن کی ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر آجائیں۔ اور سیدھا کھڑا ہونے کے بعد طمانیت ضروری ہے۔ کیونکہ اس طمانیت کے بارے میں فقہاء کے

Marfat.com

مختلف اقوال ہیں۔ کوئی اس کی فرضیت کے قائل ہیں۔ کوئی اسے وجوب کا درجہ دیتے ہیں۔ اور کوئی اسے سنت قرار دیتے ہیں۔ ایسے ہی جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا) میں بھی درست بیٹھنے کے بعد اطمینان ضروری ہے۔ جیسے کہ قومہ میں اطمینان کیا تھا۔ رکوع اور سجود کی تسبیحیں کم از کم تین بار ہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ سات بار' یا گیارہ بار ہیں۔ علیٰ اختلاف الا قوال۔ اور امام کی تسبیح' مقتدیوں کے حال کے موافق ہے۔ شرم کی بات ہے کہ انسان اکیلا ہونے کی حالت میں باوجود طاقت و استطاعت کے کم ترین تسبیحوں پر کفایت کرے۔ اگر زیادہ نہ ہو سکے' تو پانچ بار یا سات بار تو کہے۔ اور سجدہ کرتے وقت سب سے پہلے وہ اعضاء زمین پر رکھے' جو زمین کے نزدیک ہیں۔ پس پہلے دونوں زانوں زمیں پر رکھے۔ پھر دونوں ہاتھ' پھر ناک اور پھر پیشانی۔ اور زانوں اور ہاتھ رکھتے وقت دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے (یعنی دونوں زانوں رکھتے وقت پہلے دایاں زانو رکھا جائے اور اس طرح دونوں ہاتھ رکھتے وقت پہلے دایاں ہاتھ رکھا جائے) اور سر اٹھاتے وقت پہلے ان اعضاء کو اٹھانا چاہیے جو آسمان سے زیادہ نزدیک ہیں۔ یعنی پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اور پھر گھٹنے اٹھانا چاہیے۔ اور قیام کے وقت اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھنی چاہیے۔ اور رکوع کے وقت اپنے پاؤں پر نظر رکھنی چاہیے۔ سجدے کے وقت اپنی نظر بینی پر رکھنی چاہیے۔ اور جلوس کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں پر یا بغلوں کی طرف نظر رکھنی چاہیے۔ جب نظر کو پراگندہ ہونے سے روکے رکھے اور مذکورہ بالا جگھوں پر لگائے رکھے تو سمجھ لے کہ نماز جمعیت کے ساتھ ادا ہو گئی۔ اور خشوع والی نماز حاصل ہو گئی۔ جس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے۔

ایسے ہی رکوع کے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا کھلا رکھنا' اور سجود کے

وقت انگلیوں کا ملانا سنت ہے۔ اس کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے۔ انگلیوں کا کھلا رکھنا یا ملانا بے تقریب و بے فائدہ نہیں ہے۔

صاحب شرح نے اس میں کئی قسم کے فائدے ملاحظہ فرما کر اس پر عمل کیا ہے اور ہمارے لئے صاحب شریعت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے برابر کوئی فائدہ نہیں۔

یہ سب احکام کتب فقہ میں مفصل اور واضح طور پر موجود ہیں۔ یہاں بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ علم فقہ کے مطابق عمل بجالانے پر ترغیب ہو۔

(مکتوب ۲۶۶، دفتر اول)

حضرت مجددؒ کی کیفیت نماز

یہ تو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی نماز کے ادا کرنے کے بارے میں ہدایات تھیں۔ لیکن اس سے ایک قدم اور آگے بڑھ کر ہم آپؒ کی نماز کی ادائیگی کی کیفیتوں کی ایک جھلک دیکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں انگوٹھے کانوں کی لو تک لے جاتے۔ اور ہاتھوں کی انگلیوں کو عام حالت میں رکھتے۔ یعنی نہ بالکل کھلی ہوتیں اور نہ بالکل جوڑی ہوتیں۔ اور انگلیوں کو قبلہ کی سمت رکھتے۔ اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھوں کو نیچے لاتے۔ اور ہاتھ باندھنے کا طریقہ یہ ہوتا۔ کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھتے۔ دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اور چھنگلی سے حلقہ (دائرہ) بناتے۔ باقی تین انگلیاں کلائی پر لمبی رکھتے۔ کھڑے ہونے کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ دونوں پیروں پر برابر زور دے کر کھڑے ہوتے تھے (یہ نہیں کہ کبھی ایک پاؤں پر زور ہے تو کبھی دوسرے پر) اور ایک پیر پر زور دے کر دوسرے پیر کو آرام نہ دیتے تھے۔ اور دونوں پاؤں کے

Marfat.com

درمیان چار انگل کا فاصلہ ہوتا۔ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نگاہ رکھتے۔ نہایت ہی تجوید و تعمقِ معانی واسرار قرآنی سے قرات کرتے۔ بعد ازاں تکبیر کہتے ہوئے رکوع جاتے۔ رکوع کی حالت میں قدموں پر نظر رکھتے۔ سر 'پشت کے ساتھ برابر کرتے۔ اور زانوں کو انگلیوں سے پورے زور سے پکڑتے۔ اور زانوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دیتے۔ (رکوع کے دوران تسبیحات اس طرح پڑھتے کہ ایک تسبیح پڑھ کر پھر سکون سے دوسری تسبیح پڑھتے) رکوع سے اٹھتے تو قومہ ایک تسبیح کی مقدار کے برابر کرتے۔ اکیلے ہوتے تو سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد کہتے۔ دونوں سجدوں کے درمیان ایک تسبیح کی مقدار کے برابر جلسہ کرتے۔ اور سجدہ میں ناک کی لو (نرمہ) پر نگاہ رکھتے۔ سجدہ کی حالت میں پیٹ کو زانو سے اور زانو کو پیٹ سے جدا رکھتے۔ بوقت سجدہ تمام اعضاء پر برابر زور دیتے۔ اور تشہد میں دونوں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب متوجہ رکھتے۔ اور گود پر نظر رکھتے تھے۔ آپ کبھی تشہد میں انگشت شہادت نہ اٹھاتے تھے' نفل نماز باجماعت ادا نہ کرتے۔ سوائے تراویح اور کسوف کی نماز کے۔ نماز خسوف بھی منفرد ادا کرتے تھے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی نمازوں کے معمولات

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے معمولات کے ضمن میں لکھا ہے۔

جب آپ بیت الخلا تشریف لے جاتے تو پہلے بایاں پاؤں اندر رکھتے۔ اس کے بعد دایاں پاؤں رکھتے۔ اور یہ دعا پڑھتے۔

اللهم انی اعوذبك من الخبث والخبائث

جب بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر زور رکھتے۔ اور طاق ڈھیلوں سے استنجا کرتے۔ اور اس کے بعد پانی سے استنجا کرتے۔ اور جب باہر نکلتے تو پہلے دایاں پاؤں باہر رکھتے۔

Marfat.com

آپ کا وضو

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ جب وضو کیلئے بیٹھتے تو قبلہ رو ہو کر بیٹھتے اور کسی کی مدد کے بغیر وضو کرتے اور آفتابہ بدست چپ (بائیں ہاتھ) رکھتے۔ ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔

بسم الله الرحمن الرحیم ' بسم الله العظيم والحمد لله على دين الاسلام ' الاسلام حق والکفر باطل.

پہلے دائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے پھر بائیں پر۔ پھر دونوں ہاتھوں کو ملا کر دھوتے۔ انگلیوں میں کف دست کی طرف خلال کرتے۔ کلی کرتے وقت مسواک استعمال کرتے۔ تین مرتبہ دائیں طرف اور تین مرتبہ بائیں طرف مسواک کرتے۔ پھر زبان پر کرتے۔ اور اگر تین سے زیادہ مرتبہ مسواک کرنا ہوتی تو طاق عدد کو ملحوظ رکھتے۔ اور پہلے دائیں طرف اوپر کے دانتوں میں۔ پھر نیچے کے دانتوں میں۔ بعد ازاں بائیں طرف کے اوپر کے دانتوں میں پھر نیچے کے دانتوں میں کرتے۔ ہر وضو میں مسواک ضرور استعمال کرتے۔ مسواک کرنے کے بعد اکثر خادم کے سپرد کر دیتے۔ اور وہ اس کو اپنی پگڑی کے پیچ رکھ لیتا۔ کلی کا پانی دو ڈالتے تھے۔ تین مرتبہ کرتے تھے۔ کلی کرتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللهم اعنی علیٰ ذکرك وعلیٰ تلاوة القرآن وعلیٰ صلوٰة حبيبك عليه الصلوٰة والسلام.

ناک میں پانی بھی تین دفعہ ڈالتے تھے۔ ہر دفعہ جدا جدا چلو سے ناک میں پانی ڈالتے اور یہ دعا کرتے۔

اللهم ارحنی رائحة الجنة وانت منی راض.

Marfat.com

اس کے بعد منہ مبارک پر نہایت آہستہ اور سہولت سے بالائے پیشانی سے پانی ڈالتے ۔ دایاں ہاتھ دائیں رخسار پر اور بایاں ہاتھ بائیں رخسار پر ملتے۔ دائیں کو بائیں پر مقدم رکھتے تاکہ ابتداء دائیں سے ہو۔ منہ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔

اللھم بیض وجھی بنورك یوم تبیض وجوہ اولیائك ولا تسود وجھی یوم تسود وجوہ اعدائك ' اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ ' واشھدان محمداً عبدہ' ورسولہ'

اس کے بعد دائیں ہاتھ کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھوتے۔ اور ہر مرتبہ اس پر ہاتھ پھیرتے تاکہ کوئی قطرہ نہ رہ جائے۔ اسی طرح بایاں ہاتھ دھوتے اور انگلیوں کی جانب سے پانی ڈالتے۔ دایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔

اللھم اعطنی کتابی بیمینی و حاسبنی حساباً یسیرا واشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ '

جب بایاں ہاتھ دھوتے تو یہ دعا پڑھتے

اللھم انی اعوذبك ان تعطینی کتابی بشمالی اومن وراء ظھری ولا تحاسبنی حساباً عسیراً . واشھدان الا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ' واشھدان محمداً عبدہ' ورسولہ'

اس کے بعد دائیں چلو میں پانی لیکر بائیں کف دست اور انگلیوں پر ڈال کر اس طرح زمین پر ڈالتے کہ چھینٹیں نہ اڑیں۔ پھر تمام سر کا مسح کرتے۔ سر کے کناروں سے ہاتھوں کی ہتھیلیاں پیچھے سے آگے تک پھیر لاتے اور یہ دعا پڑھتے

اللھم غشنی برحمتك وانزل علی من برکاتك واظلنی تحت ظل عرشك .

پھر اسی پانی سے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی (سبابہ) سے کان کے اندر کا اور انگوٹھے سے کان کی پشت کا مسح کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اللهم اعتق رقبتی من النار ورقاب آبائی واعذنی من السلاسل والا غلال واشهد ان لا اله الا الله واشهدان محمداً عبده ورسوله .

اس کے بعد دایاں پیر ٹخنوں سے اوپر تک تین مرتبہ دھوتے۔اور ہر مرتبہ اس طرح ہاتھ پھیرتے کہ قریب قریب خشک ہو جاتا۔اسی طرح بایاں پاؤں دھوتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اللهم انی اعوذبك ان تذل قدمی و قدم والدی علی صراط مستقیم' یوم تذل اقدام المنافقین والکافرین فی النار بحرمة النبی المختار اشهدان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده و رسوله' علیه الصلوٰة.

وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطهرین واجعلنی من عبادك الصلحین. واجعلنی من ورثة جنة النعیم. واجعلنی من الذین لا خوف علیهم ولاهم یحزنون ' واجعلنی عبداً شکوراً ' واجعلنی ان اذکرك کثیراً واسبحك بکرة واصیلاً ' اعوذ بالله من الشیطان الرجیم . بسم الله الرحمن الرحیم پھر سورۃ القدر پوری پڑھتے اور پھر یہ دعا پڑھتے۔

اللھم اشفنی بشفائك وداونی بدوائك وعافنی من البلا ء واعصمنی من الاحوال والا مراض والا و جاع.

یہ بھی منقول ہے کہ آپؒ وضو کے اعضاء کو کپڑے سے نہیں پونچھتے تھے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی نماز تہجد

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سفر میں ہوں یا حضر میں' موسم گرما ہو یا سرما' نصف شب کے بعد بیدار ہو جاتے۔ وضو کر کے دو ہلکی رکعتیں ادا کرتے۔ ان دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد

والذین اذا فعلوا فاحشة اوظلموا انفسهم ذکروالله فاستغفر والذنوبهم ومن یغفر الذنوب الا الله ولم یصرو علی ما فعلوا وهم یعلمون اولئك جزاؤ هم مغفرة من ربهم و جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها و نعم اجر العاملینO

دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد یہ آیت پڑھتے'

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله ولو انهم اذاظلموا انفسهم جاء وك فاستغفروالله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما. ومن یعمل سوءً او یظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفوراً رحیماO

باقی نماز تہجد کو طویل قرات سے ادا کرتے۔ اندازاً دو تین پارے قرآن پاک کے پڑھتے تھے۔ بعض دفعہ غلبہ حضور میں نصف شب سے صبح تک ایک ہی رکعت میں گذر جاتی۔ جب خادم پکارتا۔ کہ صبح ہوئی جاتی ہے تب دوسری رکعت ب

تخفیف ادا فرما کر سلام پھیرتے۔ اس کے بعد کی رکعتوں میں بھی طویل قرات کرتے۔ لیکن اول سے کم ادا کرتے۔ علی ھذا القیاس بعد کی رکعتیں ایک دوسرے سے کم ادا فرماتے۔

اگر اول شب میں وتر نہ پڑھے ہوتے' تو تین وتر پڑھتے۔ وتر میں پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ' دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ اخلاص پڑھتے۔ اگر وتر اول شب میں پڑھے ہوتے تو تہجد بارہ رکعت پڑھتے۔ کبھی دس اور کبھی آٹھ پر اکتفا کرتے۔ اکثر نماز تہجد میں سورۃ یٰسین پڑھتے۔ اور فرماتے۔ اس کی قرات میں بہت سے فوائد اور بے شمار نتائج پائے جاتے ہیں۔ سورۃ الم سجدہ (۲۱ویں پارہ کی) سورۃ ملک 'سورۃ مزمل (۲۹ویں پارے کی) سورۃ واقعہ (۲۷ویں پارہ کی) اور چار قل (قل یا ایھا الکافرون' قل ھو اللہ احد' قل اعوذ برب الفلق' قل اعوذ برب الناس) بھی پڑھا کرتے تھے۔ نماز کے بعد سورۃ آل عمران کا آخری رکوع پڑھنا بھی معمول رہا۔ (ان فی اختلاف اللیل والنہار لایت لاولی الالباب الخ...)

اس کے بعد ستر دفعہ استغفار پڑھتے اور کبھی کبھی آیت کریمہ "رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی فغفرلہ" ستر مرتبہ پڑھتے۔ صبح تک مراقب رہتے یا کلمہ طیبہ پڑھتے یا سنت سنیہ علی مصدرہ الصلوۃ والسلام کے مطابق سو جاتے۔ تاکہ تہجد بین النومین واقع ہو۔

صبح سے قبل بیدار ہوتے۔ تازہ وضو فرماتے۔ فجر کی سنتیں گھر ہی ادا فرماتے۔ بعد ازاں قبلہ کی جانب رخ کر کے دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتے۔ لیکن آخر وقت میں یہ آرام کرنے کا معمول ترک کر دیا تھا۔

Marfat.com

پھر مسجد کی جانب جاتے اور فجر نماز جماعت کثیر ادا فرماتے۔ نماز فجر اول وقت میں پڑھتے اور خود امامت فرماتے۔ طوال مفصل کی قرات کرتے۔ فرضوں کی ادائیگی کے بعد اسی جلسہ میں دس مرتبہ

لا اله الا الله وحده لا شريك له ' له الملك وله الحمد يحيى ويميت بيده الخير وهو على كل شيئى قدير.

سات دفعہ

اللهم اجرني من النار

اور یہ آیت

الهكم اله واحد لا اله الاهو الرحمٰن الرحيم.

"حٰمٓ تنزيل الكتاب" کو "اليه المصير" تک (۲۴ پارہ چھٹا رکوع آغاز)

آیت الکرسی اور یہ آیت...

فسبحن الله حين تمسون وحين تصبحون ...تخرجون تک (۲۱ واں پارہ ۵ واں رکوع اختتام) پڑھتے۔ اس کے بعد کبھی دائیں اور کبھی بائیں لوگوں کی طرف پھر کر دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے۔ اور دعا کے بعد دونوں ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیر لیتے۔ نماز فجر کے بعد اپنے اصحاب کے ہمراہ حلقہ ذکر اور مراقبہ فرماتے۔ اور باطنی شغل میں سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے تک مشغول رہتے۔ کبھی کبھی حلقے میں حافظ صاحب سے قرآن شریف بھی سنتے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی نماز اشراق واستخارہ

جب سورج ایک نیزہ کے برابر بلند ہو جاتا (تقریباً ۲۱ منٹ بعد) تو دو رکعت نماز اشراق پڑھتے۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی

اورسورۃ یٰسین کے ۳رکوع پڑھتے۔دوسری رکعت میں بقیہ دورکوع اور ''سورۃ والشمس '' کی تلاوت کر کے پھر دورکعت استخارہ کی نیت سے ادا کرتے۔ پہلی رکعت میں کبھی قل یاایها الکافرون اوردوسری میں قل هوالله احد پڑھتے۔اور کبھی پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ (سورۃاعلیٰ)الم نشرح لك (سورۃ الم نشرح)اورقل یاایها الکافرون اوردوسری رکعت میں قل هوالله احد' تین مرتبہ'معوذتین(قل اعوذ برب الفلق اورقل اعوذ برب الناس)ایک ایک بار پڑھتے تشہداوردوردپاک کے بعد استغفار یوں پڑھتے۔

اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عهدك ووعدك ما استطعت واعوذبك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك علی وابوء بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفرالذنوب الا انت .

پھراس کے بعد دعائے استخارہ پڑھتے۔

اللهم انی استخیرك بعلمك و استقدرك بقدرتك واسئلك من فضلك العظیم. فانك تقدر ولا اقدر و تعلم ولا اعلم انك انت علام الغیوب . اللهم ان کنت تعلم ان ما ارید من ای عمل خیرالی فی دینی و دنیای ومعاشی وعاقبة امری الیوم فاقدره لی ویسره لی ثم بارك لی فیه .

اللهم ان کنت تعلم ان ما ارید من ای عمل شرألی فی دینی و دنیای و معاشی و عاقبة امری الیوم فاصرفه عنی و اصرفنی عنه واقدرلی الخیر حیبب کان ثم ارضنی به وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر حیث

Marfat.com

خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعین .
شام کے وقت اوابین کے نوافل کی ادائیگی کے بعد نماز استخارہ ادا فرماتے۔

آپ کے معمول کی دعائیں

جب صبح کی نماز کے بعد سکوت فرماتے بعض معمول کی دعائیں اشراق کے بعد پڑھتے وہ دعائیں یہ ہیں۔

اصبحنا و اصبح الملك لله و الحمد لله لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك و له الحمد و هو على كل شئى قدير .

اللهم اسئلك خير ما فى هذاليوم فتحته و نصره و نوره و بركته وهداه واعوذبك من شر ما فى هذا اليوم و شر ما بعده ' اللهم ما اصبح لى من نعمة او باحد من خلقك فمنك وحدك لا شريك لك. فلك الحمد ولك الشكر .

یہ دعا تین مرتبہ پڑھتے۔

اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق.

اور یہ بھی تین مرتبہ پڑھتے۔

بسم الله الذى لا يضرمع اسمه شىء فى الارض ولا فى السماء وهو السميع العليم .

سات دفعہ یہ پڑھتے۔

اللهم نبئنى قبل ان ينبئى الموت .

سات دفعہ اس کا ورد کرتے

Marfat.com

اللهم الهمنی مرشدنی و اعذنی من شر نفسی.

سات دفعہ یہ دعا پڑھتے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذهديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب.

سات دفعہ اس کی تکرار کرتے۔

يا مقلب القلوب قلب قلوبنا على طاعتك.

سات دفعہ پڑھتے

اللهم اغفر لامة محمد ﷺ

سات دفعہ یہ پڑھتے

رب انی ظلمت نفسی فا اغفرلی

سو دفعہ

سبحان الله بحمده

تینتیس دفعہ سبحان اللہ، تینتیس دفعہ الحمد اللہ اور تینتیس دفعہ اللہ اکبر پڑھتے۔

ایک دفعہ

لا اله الا الله وحده لا شريك له-له الملك وله الحمد بيده الخير وهو على كل شئی قدير.

ان چار کلمات کو ہر نماز کے فرض کے بعد مذکورہ بالا تعداد کے مطابق پڑھتے تھے۔

آپؒ کی نماز چاشت

آپؒ نماز چاشت کی آٹھ رکعت ادا فرماتے۔ اگرچہ چار رکعت جو اول وقت میں پڑھتے تھے وہ بھی چاشت ہی میں شامل ہوتی تھیں' اس طرح مجموعی طور پر نماز چاشت ۱۲ رکعت بن جاتی۔ اور کبھی سبب قلب انہیں چار رکعت پر جو کہ اول بنام اشراق پڑھتے ' اکتفا فرماتے۔ اور کبھی اول کی دو ہی رکعتوں پر اکتفا فرماتے۔ نماز چاشت میں جو سورتیں تلاوت فرماتے وہ یہ تھیں۔

سبح اسم ربك الاعلیٰ (سورۃ اعلیٰ) والشمس وضحٰها (سورۃ الشمس) واللیل اذا یغشٰی (سورۃ لیل) والضحٰی (سورۃ ضحیٰ) اور چہار قل (قل یا ایها الکافرون' قل هو الله احد' قل اعوذ برب الفلق' قل اعوذ برب الناس)

اوائل حال میں نماز تہجد' چاشت فئی الزوال میں اکثر سورۃ یٰسین کی تکرار کرتے۔ حتیٰ کہ کبھی کبھی اس کی تعداد ایک دن اور ایک رات میں ۸۰'۸۰ دفعہ ہو جاتی۔ آپؒ نماز چاشت خلوت میں ادا کرتے تھے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی نماز فئی الزوال

دوپہر کو تھوڑی دیر بحکم سنت قیلولہ فرماتے۔ جوں ہی مؤذن کی صدا کانوں میں پڑتی۔ اٹھ بیٹھتے۔ وضو کر کے مسجد جاتے۔ دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرتے۔ پھر چار رکعت سنت فئی الزوال پڑھتے۔ اور ان میں طویل قرات کرتے۔ اور کبھی گنجائش کے مطابق اختصار بھی فرماتے۔

نماز ظہر و عصر

اس کے بعد چار رکعت ظہر کی سنت موکدہ پڑھتے۔ پھر ظہر کے فرض

Marfat.com

باجماعت ادا کرتے۔ اور امامت خود کراتے تھے۔ ان میں بھی طویل قرات کرتے تھے۔ فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت ربنا و تعالیت یا ذالجلال والاکرام.

اور کھڑے ہو جاتے' دو رکعت سنت موکدہ پڑھتے۔ پھر چار رکعت سنت زائد پڑھتے۔ اور ظہر کے بعد کی ماثورہ دعائیں پڑھتے۔

جب وقت دو مثل گذر جاتا تو تجدید وضو کیلئے اٹھتے۔ چار رکعت عصر کی سنتیں پڑھتے۔ اور عصر کی نماز پڑھاتے۔ پھر ماثورہ دعائیں پڑھ کر احباب کی طرف متوجہ ہوتے۔ پھر ختم خواجگان شریف پڑھتے۔ حلقہ کرتے اور حافظ صاحب قرآن پڑھتے اور اصحاب مراقب بیٹھے رہتے۔

نماز مغرب واوابین

اس شغل میں نماز مغرب کا وقت ہو جاتا۔ اول وقت میں نماز مغرب ادا کرتے' فرضوں کی ادائیگی کے بعد دس مرتبہ

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وھو علی کل شی قدیر پڑھتے

سات دفعہ پڑھتے

اللھم اجرنی من النار

اس کے بعد چار یا چھ رکعت نماز اوابین پڑھتے۔ اکثر اوقات ان میں سورۃ واقعۃ اور سورۃ اخلاص کی تلاوت کرتے۔

Marfat.com

نماز عشاء و وتر

جب شفق کی سفیدی غائب ہو جاتی تو مسجد تشریف لاتے۔ تحیۃ المسجد پڑھتے پھر دو رکعت یا چار رکعت سنت ادا کرتے۔ پھر جماعت کراتے۔ اور سوائے

اللهم انت السلم ومنك السلم تباركت ربنا وتعاليت یاذالجلال والاکرام.

کے اور کوئی دعا نہ پڑھتے یہ دعا پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوتے۔ دو رکعت سنت موکدہ پڑھتے۔ پھر چار رکعت اور مستحب پڑھتے بعد ازاں وتر پڑھتے۔ اس کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔ اول رکعت میں "سورۃالزلزال" (اذ زلزلت الارض زلزالھا) اور دوسری میں "سورۃ کافرون" (قل یا ایها الکافرون) تلاوت کرتے۔

نماز جمعہ 'عیدین اور تراویح

نماز جمعہ کو جس طرح علماء احناف نے کہا ہے۔ ادا کرتے۔ جمعہ کے فرضوں کے بعد سات دفعہ سورۃ اخلاص' سات دفعہ معوذتین مع بسم اللہ کے پڑھتے۔ ادائیگی جمعہ کے بعد احتیاطاً صلاۃ ظہر پڑھتے کہ بعض شرائط جمعہ بعض فقہاء کے نزدیک نہیں پائی جاتی تھیں۔ احتیاط ظہر کی نیت اس طرح کرتے۔

نویت ان اصلی لله تعالیٰ اربع رکعته آخر فرض الظهر ادرکت وقته ولم ادره.

(میں نے چار رکعت آخر فرض ظہر کے نیت کی اس کا وقت میں نے پایا لیکن اس وقت تک ادا نہ کیا)

اگر کبھی کوئی بیماری ہوتی اور نماز جمعہ کو پہنچتے تو منفرد نماز پڑھتے اسی طرح

Marfat.com

سفر میں بھی یہی طریقہ رہا۔

ذوالحج کے عشرے میں عزلت اختیار کرتے۔ شب ہائے جمعہ کو احباب کے ساتھ حلقہ کر کے درود شریف پڑھتے۔ عید الاضحیٰ کو راہ میں بآواز بلند تکبیریں کہتے۔ ذوالحج کے عشرہ میں حاجیوں کی مشابہت کر کے سر کے بال اور ناخن تر شواتے بغض ماثورہ دعائیں پڑھا کرتے تھے اس عشرے میں ہر روز نماز فجر اور نماز عشاء کی دوسری رکعت میں سورۃ والفجر پڑھا کرتے اور تعریف بغیر عرفہ (یعنی ان احکام کی یہاں بجاآوری جن کو حاجی لوگ عرفات میں کرتے ہیں) کو یہاں کرنا مکروہ جانتے۔

رمضان شریف میں نماز تراویح بیس رکعت ادا کرتے۔ سفر و حضر میں بجمعیت تمام ادا کرتے۔ رمضان شریف میں تین قرآن شریف سے کم ختم نہ کرتے۔ ہر چار رکعت تراویح کے بعد (ترویحہ میں) یہ دعا پڑھتے۔

سبحان ذی الملك والملكوت سبحان ذی العزة والعظمة والهيبة والقدرة والكبرياء و الجبروت' سبحان الملك الحی الذی لا ینام ولا يموت سبوح قدوس ربنا و رب الملئكة والروح اللهم اجرنی من النار.

ہر دو رکعت نمازِ تراویح کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

یا کریم المعروف یا قدیم الاحسان احسن علینا باحسانك القديم يا الله.

اور بیس تراویح کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

اللهم انا نسئلك الرضوان والجنة و نعوذبك من النار. اللهم يا خالق الجنة والنار برحمتك يا عزيز يا غفار يا كريم ياستار

Marfat.com

یا رحیم یا بار یامجیر یا مجیر یا مجیر بعزتك و فضلك ربی ۔

اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عنا یا غفور یا غفور

اللھم انانسئلك العفو و العافیة و المعافات الدائمة فی الدین والدنیا والآخرة.

آپؒ خود حافظ قرآن تھے۔ ہمیشہ ظہر کے بعد تلاوت قرآن کریم کیا کرتے۔ نماز میں اس طرح قرات کرتے تھے کہ محسوس ہوتا تھا کہ الفاظ کے ضمن میں معانی کا دریا بہہ رہا ہے۔ بہت سے آدمی جو آپؒ سے وابستہ نہ بھی ہوتے' کہتے کہ حضرت قرآن اس طرح پڑھتے ہیں۔ گویا الفاظ دل سے نکل رہے ہیں۔ ہرگز آواز بنا کر نہ پڑھتے۔ نماز تراویح میں اکثر سامعین پر غنودگی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی لیکن حضرت مجدد علیہ الرحمۃ پر کبھی اس کے آثار نہ دیکھے گئے اور آپؒ اسی طرح کھڑے کھڑے قرآن پاک سنتے رہتے۔

حضرت ملا بدرالدین سرہندیؒ نے لکھا ہے کہ ایک روز میں نے حضرت سے عرض کی کہ کیا وجہ ہے کہ آپؒ کو کبھی غنودگی نہیں ہوتی؟ فرمایا اسرار قرآنی کے دریا کی شناوری اتنی بھی فرصت نہیں دیتی کہ پل بھر کو پلک جھپکاؤں۔

سفر میں منزل کو پہنچنے تک قرآن پاک کی تلاوت فرماتے رہتے۔ اور جس وقت آیت سجدہ آتی۔ فی الفور سواری سے اتر کر سجدہ کرتے۔ اکیلے پڑھنے کی صورت میں تسبیحات رکوع و سجود پانچ' سات' نو بلکہ گیارہ دفعہ پڑھتے اور کبھی تین پر بھی اختصار فرماتے۔ حسب موقع ارشاد فرماتے کہ شرم آتی ہے کہ قوت واستطاعت کے باوجود حالت انفراد میں کم سے کم تسبیحات پر اختصار کیا جائے۔ حالت امامت میں اس قدر کہتے کہ مقتدی بفراغت تین مرتبہ کہہ سکیں۔

Marfat.com

رمضان شریف کے آخری عشرے میں مسنون اعتکاف بھی فرماتے تھے۔

(ماخوذ از جواہر مجددیہ ص ۵۴ تا ۶۴)

امام علم ربانی علیم سر پنہانی
بیاں کس منہ سے ہو رتبہ مجدد الف ثانی کا
سراسر سنت بیضا ہے انکا راستہ احمد
طریقہ دیکھیے چل کر مجدد الف ثانی کا

انگلیاں اٹھتی ہیں

ایک عمل، طریقے مختلف، حرکت ایک، اسلوب بے شمار، فعل ایک، روپ ہزار، یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انگلیاں اٹھ رہی ہیں۔ انگلیاں اٹھا رہے ہیں۔ مگر کیسے؟

ہاتھ کو پورا بند کر کے (وقبض اصابعه کلها ۱۲۱۲)

انگوٹھا بیچ کی انگلی پر رکھ کر باقی دو بند کر کے (وضع الابهام علی الوسطیٰ، رواہ احمد: ج ٤ ص ۳۱۷)

باقی انگلیاں اپنی حالت پر رکھ کر صرف سبابہ اٹھا کر (رفع اصبعه الیمنی ۱۲۰۱)

سبابہ کو حرکت دیئے بغیر (باصبعه اذادعا ولا یحرکها، مرعاة ج ۱ ص ٦٦٩)

کبھی انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنا کر (یقبض منها الخنصر والبنصر ویحلق الابهام مع الوسطی فنی ابن قدامه، ج ۱ ص ۳۱۳)

کبھی بغیر حلقہ بنائے ہوئے (وضع یدیه علی رکبتیه ورفع اصبعه الیمنیٰ تلی

Marfat.com

الابهام . ۱۲۱۰)

عقد کی صورت میں کبھی ۵۳ کا عقد کر کے (وعقد ثلاثا و خمسین او اشاربالسبابة ۱۲۱۱)

اور ۲۳ کا عقد کر کے (وقبض اصابعه کلها واشارباصبعه التی تلی الابهام ۱۲۱۲)

دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر

دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر پہنچے کو پہنچے پر اور کلائی کو کلائی پر رکھ کر سبابہ کو خفیف سا خم دیکر (قدا حنا هاشیئاً بلوغ الامانی ج ٤ ص ۳۳)

مسلسل حرکت دے کر (ویحرکها و یدعوجها 'بلوغ الامانی ج ۳ ص ۱٤۸)

کس وقت

دو سجدوں کے درمیان جلسہ کی حالت میں (وضع الابهام علی الوسطیٰ و قبض سائر اصابعه ثم سجد)

تشہد کی حالت میں بلاتعین (وضع یده الیمنی علی فخذه الیمنیٰ و اشار باصبعه ۱۲۰۸)

اشهدان لا اله الا الله کے "لا" پر اٹھا کر "الا الله" پر رکھنا (الفقہ علی مذاہب الاربعہ ج ا ص ۲٦۵)

دعا کرتے وقت (یحرکها ویدعوبها (بلوغ الامانی ج ۳ ص ۱٤۸)

یہ ایک عمل اتنے مختلف طریقوں اور مختلف حالتوں میں کیسے ہوتا رہا؟

Marfat.com

ہو سکتا ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ نے مختلف اوقات میں اس طرح کیا ہو۔ اس لئے اس میں تعجب کی کیا بات؟

لیکن رفع سبابہ کی جتنی احادیث مبارکہ ہیں ان میں لفظ ''کان'' آیا ہوا ہے۔ جو کہ ان کے استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ نہیں صاحب! احادیث میں ''کان'' استمرار پر دلالت نہیں کرتا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ نے اسی طرح فرمایا ہے۔

''کان'' استمرار پر دلالت کرتا ہے

جناب من! ''کان'' کے بے شمار استعمال ہیں۔ آپ یہ نہ کہیں کہ ''کان'' استمرار کے معانی میں استعمال نہیں ہوتا۔ ''کان'' استمرار کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ احادیث کی کتابوں میں آیا ہے۔ آپ کے ترجموں میں لکھا ہوا ہے اور استمرار کے معنوں میں لکھا ہوا ہے۔ ایک دو مثالیں دیکھ لیں۔

۱۔ حضرت عائشہؓ کی روایت سے اقتباس۔

ان نساء المؤمنات کن یصلین الصبح مع رسول اللہ ﷺ

(شرح صحیح مسلم، ج۳، ص۲۷۰)

عورتیں صبح کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھتی تھیں۔

۲۔

کان یصلی رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ الصبح.

(شرح صحیح مسلم، ج۲، ص۲۷۰)

رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھاتے تھے۔

۳۔

کان یصلی الظھر حین تزول الشمس .

(شرح صحیح مسلم، ج۲، ص۲۷۰)

آپ ﷺ آفتاب ڈھل جانے کے بعد ظہر کی نماز پڑھاتے تھے۔

بے شمار احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ''کان'' استمرار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ نماز تو آقائے کائنات ﷺ ہمیشہ ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور اس میں دوام ہی دوام ہے۔

اچھا! روایات میں جب اختلاف و اضطراب ہو تو مجتہدین کا کام ہے کہ ان کے درمیان تطبیق کریں یا ترجیح دیں۔

یہ تو بالکل درست بات ہے لیکن ''کان'' کے استمرار کے عدم استعمال پر آپ کس درجے کے محدثین کی رائے لائے ہیں۔ طبقہ اولیٰ، ثانیہ کے یا سادسہ، سابعہ کے؟

دوسری بات یہ ہے کہ روایات میں اختلاف و اضطراب کی تطبیق و ترجیح کا کام اگر مجتہدین کا ہے تو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ مقلد ہونے کیساتھ ساتھ مجتہد بھی ہیں۔ یہ بات از روئے اعتقاد نہیں، از روئے حقائق کہی جاتی ہے۔

چنانچہ مبدا و معاد کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

''فقہی اختلافات میں اکثر مسائل میں حنفی یقیناً حق جانب ہیں۔ بہت کم مسائل ایسے ہیں جن میں فریق ثانی کو ترجیح حاصل ہے۔ مجھے توسط حال ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم علم کلام کے ایک مجتہد ہو۔ اس وقت سے لے

Marfat.com

کر مسائل کلامیہ میں میری رائے خاص اور میرا علم مخصوص ہے۔"

(مبدا و معاد، ص ۳۰)

ایک تاریخی حقیقت

اور یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ رسالہ مبدا و معاد جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے علوم و معارف پر مشتمل ہے۔ یہ ان احوال و اسرار کا مجموعہ ہے۔ جو ۱۰۰۸ھ سے ۱۰۱۸ھ تک آپؒ نے وقتاً فوقتاً بیان فرمائے اور اس رسالہ کو آپؒ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد صدیق بدخشی نے ۱۰۱۹ھ میں مرتب کیا۔

جبکہ دوسری طرف مکتوبات شریف کی جلد اول ۱۰۲۵ھ میں جمع کی گئی۔ گویا اس رسالہ (مبدا و معاد) کے چھ سال بعد۔ جس میں ۳۱۳ مکتوب ہیں اور جس مکتوب میں رفع سبابہ پر بحث کی گئی ہے۔ اس کا نمبر ۳۱۲واں ہے۔ اس پہلی جلد کو حضرت مولانا یار محمد الجدید البدخشی الطالقانی نے جمع کیا اور تاریخی نام "درّ معرفت" تجویز ہوا۔

رہا یہ مسئلہ کہ آپؒ صرف علم کلام کے مجتہد تھے تو علم کلام کے دائرہ تفکرات میں فقہ کے توسعات بھی شامل ہیں۔ آپ کی اجتہادی شان جو فقہ کے میدان میں تھی اس پر بہت سارے نظائر و شواہد موجود ہیں۔

نماز کی بناء سکون پر ہے

اس ضمن میں ایک اور بات ذہن میں کھٹکتی ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ رفع سبابہ نہ کرنے کی ایک وجہ بتائی ہے کہ رفع سبابہ میں انگلی کی حرکت ہے اور نماز کی بناء سکون و وقار پر ہے۔ اس پر کہنے والے کہتے ہیں کہ نماز کی بناء سکون پر نہیں

Marfat.com

بلکہ تاجدار کائنات ﷺ کی اتباع پر ہے۔اور اگر حرکت کی بات ہے تو کیا رفع یدین' قیام' رکوع' سجدہ وغیرہ کے انتقالات میں حرکت نہیں ہے؟ ان انتقالات میں حرکت ہے۔اور بے شک ہے لیکن ان کے ہونے سے یہ کیسے لازم آگیا کہ نماز کی بناء سکون پر نہیں۔ تاجدار کائنات ﷺ کی اتباع ہی کی برکت نے نماز کو سراسر سکون بنا دیا۔اس کی بناء' اس کی ابتداء' اس کی انتہاء' سب سکون ہی سکون ہے۔ یہ جتنے بھی انتقالات ہیں یہ سب ہی سکون سے ہیں۔اگر ان کے سکون کو درھم برھم کیا جائیگا' تو تعدیل ارکان کے رہ جانے کا نقص لازم آئیگا۔ اسی لیے ان سکون کے مواضع کو خراب کرنے والے کو تاجدار کائنات ﷺ نے "چور" فرمایا اور ایک مرتبہ فرمایا کہ اس نے گویا نماز پڑھی ہی نہیں۔

ان سب میں سکون ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاجدار کائنات ﷺ نے بار بار رفع یدین کرتے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی طرح دم ہلاتے دیکھ رہا ہوں۔ رفع یدین ہوتا تھا' اس میں بھی حرکت ہوتی تھی۔ سو ترک کر دیا گیا ۔ادھر رفع سبابہ کو دیکھئے اس میں بھی انگلی حرکت کر رہی ہے۔

اذاجلس فی الصلوٰۃ رفع اصبعه الیمنیٰ التی تلی الابهام یحرکها یدعوابها.	جب آپ ﷺ نماز میں بیٹھتے تو انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی اٹھاتے اور دعا کے وقت اسے حرکت دیتے رہتے۔
(بلوغ الامانی' ج ۳' ص ۱۴۸)	

اب جس نتیجہ پر آپ پہنچنا چاہتے ہیں خود ہی پہنچ جائیں۔

پھر ایک اور پریشانی بھی ہے کہ کس وقت کیا جائے؟ کیونکہ اگر تشہد میں

حلقہ بنا کر ''لا'' پر انگلی اٹھانی ہے تو ''الا اللہ'' پر چھوڑ دینی ہے لیکن ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ دعا کے وقت انگلی اٹھانی ہے' اور چھوڑنی بھی نہیں۔ اور حرکت بھی دیتے رہنا ہے۔ (بطور حوالہ دیکھیے مسند احمد' ج ۴' ص ۷ ۱ ۴ اور بلوغ الامانی' ج ۳' ص ۱۴۹) اگر یہ کہہ کر ان احادیث سے کنارہ کر لیا جائے کہ حلقہ بنا کر انگلی اٹھانے اور پھر رکھ چھوڑنے والی روایات زیادہ قوی ہیں۔ اس لئے ان کو اختیار کیا گیا ہے۔ تو ایسا ہی جواب ان دوسروں روایات کے متعلق بھی دیا جا سکتا۔ کہ وہ مذکورہ روائتیں ذکر کرنے کے بعد بھی یہ جملے لکھ رہے ہیں ''سندہ جید'' اور ''سندہ صحیح'' اور کتابیں صحیح ابن خزیمہ اور بلوغ الامانی ہیں۔

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟

سب سے اہم بات کہ حضرت مجددؒ نے رفع سبابہ کو حرام نہیں کہا۔ بلکہ ان کتب کا حوالہ دیا ہے جن میں اسے حرام لکھا گیا ہے۔ ذرا مطالعہ کی زحمت کی جائے تو خلاصہ کے اندر جو عبارت نظر آتی ہے وہ مطلق حرمت کی نہیں' بلکہ اس کے ساتھ قید احترازی ''کاھل الحدیث'' لگی ہوئی ہے۔ یعنی جس طرح یہ لوگ کرتے ہیں' اس طرح کرنا حرام ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ایک جائز کام اگر ناجائز طریقے سے کیا جائیگا تو وہ بھی ناجائز ہی ہو جائیگا۔ چنانچہ ایک سنت کی نسبت حضرت مجددؒ حرمت کی طرف نہیں کر سکتے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ یہ سنت معلوم الاصل ہے لیکن مجہول الکیفیت ہے۔

ابتدائی کلمات کے بعد آیئے' بلا کم وکاست حضرت مجددؒ کے خیالات پڑھیں اور پھر خود ہی فیصلہ کریں کہ جو کہا گیا ہے وہ کیسا ہے؟

میر محمد نعمان کی طرف لکھا گیا مکتوب......

Marfat.com

میرے مخدوم! اشارہ سبابہ کے جواز میں بکثرت احادیث نبوی ﷺ آئی ہیں ۔اور فقہ حنفی کی بعض روایات بھی اس بارے میں آئی ہیں۔ جب فقہ حنفی کی کتابوں کو اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے' تو معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ کے جواز کی راوئتیں اصول کی روائیتوں اور ظاہر مذھب کے خلاف ہیں۔

یہ جو امام محمد شیبانیؒ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اشارہ کیا کرتے تھے اس لئے ہم بھی اشارہ کرتے ہیں۔ یہ میرا اور امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

امام شیبانیؒ کا یہ قول نوادر سے ہے نہ کہ روایات اصول سے۔ جیساکہ فتاویٰ غرائب میں ہے اور محیط میں اسطرح آیا ہے کہ دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے اشارہ کریں نہ کریں۔ اصل میں امام محمد نے اس مسئلہ کو ذکر ہی نہیں کیا۔ البتہ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اشارہ کریں بعض نے کہا۔ کہ نہ کریں۔

امام محمدؒ نے ایک اور روایت حضور ﷺ سے کی ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ اشارہ کرتے تھے۔ پھر امام محمدؒ نے کہا۔ کہ یہ میرا اور ابو حنیفہؒ کا قول ہے اور بعض ے کہا۔ یہ سنت ہے۔ بعض نے کہا مستحب ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ فقہاء نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔ سراجیہ میں اسطرح ہے کہ اشھدان لا الہ الا اللہ کے وقت سبابہ کا اشارہ مکروہ ہے۔ مختائے کبیری میں بھی اسی طرح کی روایت ہے اور اسی پر فتویٰ۔ کیونکہ نماز کی بناء سکون اور وقار پر ہے۔ فتاوی غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت سبابہ سے اشارہ نہ کرے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ جامع الرموز میں ہے۔ کہ نہ اشارہ کرے۔ اور نہ ہی عقد کرے۔ یہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول ہے۔ جیسے کہ زاھدی میں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جیسے کہ مضمرات اور

Marfat.com

ولواجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے۔ اور ہمارے اصحاب سے روایت ہے۔ کہ خزینۃ الروایات میں تاتارخانیہ میں مذکور ہے۔ کہ جب تشہد میں ''لا الہ الا اللہ'' پر پہنچے۔ تو دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے اشارہ کرے۔ لیکن امام محمدؒ نے اصل میں اس کو ذکر نہیں کیا۔ البتہ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ اشارہ نہ کرے۔ اور اسی طرح کبیر میں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ اشارہ کرے۔ اور غاشیہ سے روایت ہے۔ کہ تشہد کے وقت سبابہ سے اشارہ نہ کرے۔ یہی مختار ہے۔

جب روایات مقبرہ میں اشارہ کی حرمت واقع ہوئی ہو۔ اور اس کی کراہت پر فتویٰ دیا ہو۔ اور اشارہ عقد سے منع کرتے ہوں۔ اور اس کو اصحاب کا ظاہر اصول کہتے ہیں۔ تو پھر ہم مقلدوں کو مناسب نہیں۔ کہ احادیث کے موافق عمل کر کے اشارہ کرنے میں جرأت کریں۔ اور اس قدر علمائے مجتہدین کے فتوؤں کے ہوتے ہوئے امر محرم، مکروہ اور منہی کے مرتکب ہوں۔

حنفیہ میں سے اس امر کا مرتکب دو حال سے خالی ہے۔ وہ یا یہ سمجھتا ہے کہ علمائے مجتہدین کو ان معروضہ احادیث کا علم نہ تھا۔ جن سے اشارہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ یا یہ کہ ان احادیث کا عالم جانتا ہے۔ لیکن ان بزرگواروں کے حق میں ان احادیث کے موافق عمل پسند نہیں کرتا۔ اور خیال کرتا ہے۔ کہ انہوں نے احادیث کے برخلاف اپنی آراء کے موافق حرمت و کراہت کا حکم کیا ہے۔ یہ دونوں شک فاسد ہیں۔ ان کو سوائے بیوقوف یا متعصب دشمن کے۔ اور کوئی پسند نہیں کرتا۔ اور یہ جو ترغیب الصلوۃ میں لکھا ہے۔ کہ تشہد میں انگلی اٹھانا علمائے متقدمین کی سنت ہے۔ لیکن علمائے متاخرین نے منع کیا ہے۔ اور اس لئے کیا۔ کہ جب رافضیوں نے

Marfat.com

اس (رفع سبابہ) میں مبالغہ کیا۔ تو سنیوں نے اسے ترک کر دیا۔ سنی سے رافضی کی تہمت دور کرنا روایات معتبرہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول عدم اشارہ اور عدم مقدم ہے۔ پس عدم اشارہ' علمائے ماتقدم کی سنت ہے۔ اور ترک کی وجہ تہمت کی نفی کا باعث نہیں ہے۔ ان اکابر دین کے ساتھ ہمارا احسن ظن یہاں تک ہے۔ کہ جب تک ان پر حرمت یا کراہت کی دلیل ظاہر نہیں ہوئی۔ تب تک انہوں نے کراہت و حرمت کا حکم نہیں لگایا۔ سنت و استحباب کے ذکر کے بعد کہتے ہیں۔ کہ یہ فقہاء نے ذکر کیا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے۔ کہ اشارہ حرام ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان بزرگوں کے نزدیک اس کی سنت اور استحباب صحت کو نہیں پہنچا ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف ان کے نزدیک صحیح ثابت ہوا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ ہم کو اس دلیل کا علم نہیں ہے۔ اور یہ امر ان بزرگواروں کے حق میں جرح و قدح کا موجب نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے۔ کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حل و حرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں۔ اور اس بارے میں مجتهد کا ظن بھی معتبر ہے۔ مجتہدین کے دلائل کو تار عنکبوت سے زیادہ سست کہنا بڑی جرأت و دلیری کا کام ہے۔ اور اپنے علم کو ان بزرگواروں کے علم پر ترجیح دینا' حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل کرنا' روایات معتبرہ مفتی بہا کو درہم برہم کرنا اور شاذو نادر کہنا ہے۔

یہ بزرگوار عہد نبوی ﷺ کے قریب ہونے' علم و ورع اور تقویٰ کے زیادہ حاصل ہونے کے باعث احادیث کو ہم دور افتادوں کی نسبت بہتر جانتے تھے۔ ان کی صحت و سقم' نسخ اور عدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔ اور ان احادیث کے موافق عمل کے ترک کرنے میں کوئی نہ کوئی وجہ ضرور رکھتے ہونگے۔

اس قدر تو ہم کو تاہ فہم بھی سمجھتے ہیں کہ احادیث کی روایتیں اشارہ و عقد کی کیفیت میں بہت اختلاف رکھتی ہیں۔ اور نفس اشارہ میں بھی بکثرت اختلاف ظاہر ہے۔ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ عقد کے اشارے کا حکم فرمایا ہے۔ اور وہ جو عقد کے ساتھ اشارے کے قائل ہیں ان کے نزدیک بعض روایات میں ۵۳ کا عقد ہے۔ اور بعض روایات میں ۲۳ کا عقد ہے۔ اور بعض نے خنصر اور بصر کے قبضہ کرنے۔ اور ابہام کو وسطیٰ کے ساتھ حلقہ کرنے سے اشارہ سبابہ کو روایت کیا ہے۔ اور بعض روایتوں میں صرف ابہام کو وسطیٰ پر رکھ کر اشارے کا حکم فرمایا ہے۔

ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے۔ کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر۔ اور بائیں ہاتھ کو دائیں پاؤں پر رکھ کر اشارہ کیا کرتے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر۔ اور پہنچے کو پہنچے پر۔ اور بازو کو بازو پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے۔ اور بعض روایات میں آیا ہے۔ کہ انگلیوں کو قبض کر کے اشارہ کرتے تھے۔ اور روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سبابہ کو ہلائے بغیر اشارہ کرتے تھے۔

بعض روایات میں ہے۔ کہ تشہد پڑھتے وقت بلا تعین اشارہ کرتے تھے۔ اور بعض روایات میں کلمہ شہادت پڑھتے وقت اشارہ کا حکم ہے۔ اور بعض روایات میں اشارہ کو دعا کے وقت سے مقید کیا ہے۔ کہ اس طرح فرمایا کرتے تھے۔

یا مقلب القلوب ثبت قلبی — اے دلوں کے پھیرنے والے
علی دینك — میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

جب علمائے حنفیہ نے اشارہ کے بجا لانے میں راویوں کا اضطراب و

Marfat.com

اختلاف دیکھا۔ تو فعل زائد کو قیاس کے بر خلاف نماز میں ثابت نہ کیا۔ کیونکہ نماز کی بناء سکون اور وقار پر ہے۔ نیز جہاں تک ہو سکے انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھنا سنت ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

فلیو جه من اعضائه القبلة. جہاں تک ہو سکے اپنے اعضاء کو قبلہ کی طرف رکھے۔

اگر کہیں کہ کثرت اختلاف اس وقت مضطرب کرتا ہے۔ جب روایات کے درمیان موافقت ناممکن ہو۔ اور جس مسئلہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ موافقت ممکن ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ تمام روایات کو مختلف اوقات میں کیا ہو۔ میں کہتا ہوں۔ بہت سی روایات میں ''کان'' کا لفظ آیا ہے۔ جو منطقیوں کے نزدیک ادوات کلیہ سے ہے۔ اس صورت میں توفیق و موافقت ناممکن ہے۔

اور یہ جو امام اعظم سے منقول ہے۔ کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے بر خلاف پاؤ۔ تو میرے قول کو ترک کرو۔ اور حدیث پر عمل کرو۔ اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے۔ جو حضرت امام اعظم کو نہیں پہنچی ہے۔ اور اس حدیث کا علم نہ ہونے کے باعث اس کے خلاف حکم کیا۔ لیکن اشارہ سبابہ کی حدیثیں اس قسم کی نہیں ہیں۔ یہ حدیثیں مشہور و معروف ہیں۔ اور یہ امر ناممکن ہے۔ کہ امام علیہ الرحمۃ کو ان احادیث کا علم نہ ہو۔ اور اگر کہیں کہ علمائے حنفیہ نے بھی اشارہ کے جواز پر فتوے دیے ہیں۔ اور متعارض فتاویٰ میں جسطرح عمل کیا جائے جائز ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر جواز و عدم جواز اور حل و حرمت میں تعارض واقع ہو' تو عدم جواز اور حرمت کی جانب کو ترجیح ہو گی۔

نیز شیخ ابن ھمام نے رفع یدین کے بارے میں کہا ہے۔ کہ رفع اور عدم رفع

Marfat.com

کی حدیثیں متعارض ہیں۔ ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی حدیثوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ نماز کی بناء خشوع و سکون پر ہے۔ جو اجماع کے نزدیک مطلوب و مرغوب ہے۔ اور شیخ ابن ہمام پر تعجب آتا ہے۔ کہ انہوں نے کہا۔ کہ بہت سے مشائخ سے عدم اشارہ مروی ہے۔ اور یہ خلاف روایت ہے۔ افسوس ہے۔ کہ کس طرح انہوں نے جہالت اور عدم علم کو علمائے مجتہدین کی طرف منسوب کیا ہے۔ قیاس' جو شرح کا چوتھا ماخذ ہے۔ اس پر عمل کرنے والے ہیں۔ اور احناف کے نزدیک یہی ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہے۔ اور انہی شیخ صاحب نے راویوں کے بکثرت اختلاف و اضطراب کے باعث قلتین (دو گھڑوں والی) کی حدیث کو ضعیف بیان کیا ہے"۔

(مکتوب ۳۱۲' دفتر اول)

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے رفع سبابہ کے بارے میں خیالات آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ ہم اس بات کو سمیٹتے ہوئے یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ یہ مسئلہ کوئی آج نہیں پیدا ہوا۔ اسے پانچ صدیاں گذر چکی ہیں۔ جواز والے بھی دلائل رکھتے ہیں۔ اور عدم جواز والے بھی۔ دونوں کے پاس بہت کچھ ہے۔ لیکن کرنے کی بات صرف اتنی ہے۔ کہ اس میں تشدد اور تعصب کو جگہ نہ دی جائے۔ جو اشارہ کر رہے ہیں۔ ان کی انگلیاں نہ توڑی جائیں۔ اور جو نہیں کر رہے۔ ان کی انگلیاں زبردستی نہ اٹھائی جائیں۔ لیکن ایک عرض ضرور ہے کہ زیادہ نہ سہی۔ کم از کم ایک بار ضرور اشارہ سبابہ کیا جائے کہ سنت ہے۔

اس بات میں بہت سی اختلافی بحثیں تھیں۔ جو ہم نے چھوڑ دیں۔ بہت ساری تفصیلات تھیں۔ جو نظر انداز کر دیں۔ اور محض اس خیال سے نظر انداز کر

Marfat.com

دیں۔ کہ امت مسلمہ پہلے ہی بے شمار اختلافی مسائل میں الجھی ہوئی ہے۔ ایسے میں اس مسئلہ کو ہوا دینا قرین دانش نہیں۔ جو دانشور ہیں وہ اپنی دانش کو بدلتے حالات سے پیدا شدہ مسائل کے حل پر صرف کریں۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ اوروں کو آسمانوں کی سیر کرانے والے۔ اپنی ذات کے خول میں ہی بھٹکتے رہ جائیں۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے
پیش کر غافل گر کچھ دفتر میں ہے

صدائے قرب

انسانی فطرت میں تلاش کا جوہر کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی شئے کی تلاش۔ اور بڑی سے بڑی حقیقت کی تلاش۔ جس قسم کا انسان ہے۔ اسی کے مطابق اس کی تلاش بھی ہے۔ انسان چھوٹا ہے۔ تو تلاش بھی چھوٹی ہوگی۔ انسان بڑا ہے۔ تو تلاش بڑی ہوگی۔ لیکن یہ حقیقت پیش نظر رہے۔ کہ انسان چھوٹے بڑے نہیں ہوتے۔ انسان تو ایک جیسے ہوتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات کہ ایک جیسے ہو کر بھی ایک جیسے نہیں ہوتے۔

مقاصد' انسان کا تعین کرتے ہیں۔ مقصد اسفل ہے' تو انسان کا قد کاٹھ چھوٹا کر دے گا۔ مقصد بڑا ہے' تو انسان کو عظیم بنا دے گا۔ یوں ہی تلاش کی منزل اگر چھوٹی ہے' تو تلاش بھی چھوٹی رہے گی۔ اور اگر تلاش کی منزل عظیم ہے۔ تو تلاش کا حاصل بھی عظیم ہوگا۔

فراق کیلئے وصال ضروری ہے

حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو قرب کی بہاروں میں پیدا ہوئے۔ بنانے والے نے کہا۔ میرے پاس ہی رہنا۔ کہیں دور نہیں جانا۔ قریب رہو گے۔ تو

Marfat.com

قریب ہی رہو گے۔ دور جاؤ گے۔ تو دور ہو جاؤ گے۔ انہیں قرب کے جلوؤں سے سرشار حیاتِ مستعار گذار رہے تھے۔ کہ دوری کا حادثہ پیش آگیا۔ اور یہ حادثہ ہونا تھا۔ یہ وہاں کیلئے تھے ہی نہیں۔ یہ آئے تھے زمین کیلئے۔ لیکن اگر پہلے دن سے ہی زمین پر اتار دیئے جاتے۔ تو قرب کی حقیقت کیسے پاتے؟ پہلے دن ہی فراق سے دوچار کر دیئے جاتے۔ تو وصال کی تمنا کون پالتا؟

درحقیقت قصہ ھبوط آدم محبت کی نشانی کا سر آغاز تھا۔ اپنے پاس رکھا۔ تاکہ قرب کے مزے لوٹیں۔ اور دور کیا۔ تاکہ اس قرب کی تلاش کریں۔ اگر وصال نہ ہوتا' تو فراق کی کیفیتیں معلوم نہیں ہو سکتی تھیں۔ اس لئے کہ فراق کیلئے وصال کا ہونا ضروری ہے۔ خزاں نہ ہو' تو بہار کی اہمیت ہی مٹ جائے۔ پیاس نہ ہو' تو پانی کی طلب ہی ختم ہو جائے۔ بھوک نہ ہو' تو کھانے کی اشتہا ہی دم توڑ دے۔ بھوک اور کھانے کی۔ پیاس اور پانی کی۔ خزاں اور بہار کی۔ فراق اور وصال کی اپنی اپنی حیثیت ہے۔ لیکن یہ ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ملے ہوئے ہیں۔ کہ ان کے بغیر ایک دوسرے کا تصور محال ہے۔ بس یہی راز تھا۔ حضرت آدم کو زمین پر بھیجنے سے پہلے اپنے پاس رکھنے کا۔ اس میں خطا کی بات نہیں۔ عطا کی بات ہے۔ گناہ کی بات نہیں۔ نگاہ کی بات ہے۔

سو حضرت آدم اس کو تلاش کرنے لگے۔ وہی تلاش ان کی اولاد میں وراثت بن کر چلنے لگی۔ یہ تلاش جاری ہے۔ اور جاری رہے گی۔ ختم نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہم خود ہی نہ ختم ہو جائیں۔ یہ بند نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہمارے سانس چلتے چلتے بند نہ ہو جائیں۔ جب تک آنکھوں میں نم' سانسوں میں دم اور ہاتھوں میں جنبش ہے ناں۔ یہ تلاش جاری رہے گی۔

یہی تلاش زندگی ہے۔ اور یہی زندگی کا حاصل۔ تلاش کو اگر منزل مل جائے۔ تو کارخانہ ہستی ٹھپ ہو کر رہ جائے۔ اسی لئے آج بھی جب کہیں سے یہ آواز آتی ہے۔ ادھر آؤ میں ادھر ہوں۔ طالب دوڑے چلے جاتے ہیں۔ کھچے کھچے چلے آتے ہیں۔ کہیں یہ صدا بیمار کی تکلیف بن کر اٹھتی ہے۔ کہیں کسی مجبور کی آہ بن کر بلند ہوتی ہے۔ کہیں کسی سائل کا سوال بن کر ظاہر ہوتی ہے۔ کہیں کسی بے بس کا نالہ بن کر ابھرتی ہے۔ کہیں یہ کسی غریب کی کٹیا سے دھائی دیتی ہے۔ اور کہیں یہ خانہ خدا سے سنائی دیتی ہے۔ یہ آواز جہاں سے بھی آئے۔ جس سمت سے بھی آئے۔ چاہنے والے اس کی طرف دوڑ دوڑ جاتے ہیں۔ لبیک لبیک آتے ہیں۔ یہی صدا جب کسی کی کٹیا سے ابھرتی ہے۔ تو آہ و فغان کہلاتی ہے۔ اور یہی صدا جب خانہ خدا سے بلند ہوتی ہے۔ تو اذان کہلاتی ہے۔

اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی

قرب والے تو اسی صدا کیلئے کان کھڑے کیے رکھتے ہیں۔ اسی خاطر ساعتیں وا کیے رہتے ہیں۔ اسی کی طرف خیال لگائے رکھتے ہیں۔ اسی کی طرف دھیان جمائے رکھتے ہیں۔ کہ یہی اذاں وصال یار کا بہانہ ہے۔ یہی اذاں جمال یار کا ترانہ ہے۔ اسی اذاں کے ذریعے ایک قرب کا جویا اپنے مطلوب کے نغمے الاپتا ہے۔ اپنے مقصود کی تقدیس کے گن گاتا ہے۔ قرب والوں نے اس صدا سے بڑی تسکین پائی ہے۔ وہ جب اللہ اکبر کہتے یا سنتے ہیں۔ تو یہ اعتراف ہوتا ہے۔ ان کی طرف سے اپنی عاجزی کا۔ اپنی بے بسی کا۔ اپنی بے کسی کا۔ کہ تیرے سامنے ہم کچھ نہیں۔ ہمارا سب کچھ تو ہی تو۔ اللہ ہو۔ اللہ ہو۔ ہم چھوٹے۔ اور بہت چھوٹے۔ اور تو بڑا۔ اور بہت بڑا۔ بڑوں، بڑوں سے بڑا بلکہ بڑوں بڑوں کو یہی کہتے سنا کہ تو ہی سب سے

Marfat.com

بڑا۔

بڑائی تیری۔ عظمتیں تیری۔ رفعتیں تیری۔ تو بلند ہے۔ اور بہت بلند۔ ہم پست ہیں۔ اور بہت پست۔ ہماری پستیوں نے تجھے بلند نہیں کیا۔ بلکہ تو خود ہی بلند ہے۔ ہماری عبادتوں نے تجھے عظیم نہیں کیا۔ تو تو خود ہی عظیم ہے۔ ہماری ریاضتوں نے تجھے رفعت نہیں دی۔ بلکہ تو تو خود ہی رفیع ہے۔ اس لئے تجھے نہ تو ہماری عبادتوں کی ضرورت۔ نہ ہماری ریاضتوں کی ضرورت۔ نہ ہمارے مجاہدوں کی ضرورت۔ تجھے ہماری عبادتوں کی ضرورت نہیں۔ تجھے تو ہماری بھی ضرورت نہیں۔ اگر ضرورت ہے۔ تو ہمیں تیری ضرورت ہے۔ اگر حاجت ہے۔ تو ہمیں تیری حاجت ہے۔ تجھے ہماری کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ اکبر کے ذریعے یہ اعلان ایک بار نہیں۔ بلکہ چار بار کیا جاتا ہے۔ تاکہ اعلان ہو جائے۔ اور کھل کر اعلان ہو جائے۔

اعتراف حقیقت

اشھدان لا الہ الا اللہ کے ذریعے اسی معنی کی تائید کی جاتی ہے۔ کہ تجھے عبادتوں کی تو ضرورت نہیں۔ لیکن یہ بھی حق ہے۔ کہ تیرے سوا کسی کو یہ حق نہیں۔ کہ اس کے سامنے ماتھا رگڑا جائے۔ جبیں ٹیکی جائے۔

قرب والوں نے اس سے نہ جانے اور کیا کیا پایا۔ لیکن ایک مفہوم یہ بھی پایا کہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ تیرے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہیں۔ گواہی کی نوعیتیں مختلف۔ ایک سن کر گواہی دیتا ہے۔ ایک دیکھ کر گواہی دیتا ہے۔ گواہی دونوں دیتے ہیں۔ لیکن دونوں کی گواہی میں بڑا فرق ہے۔ ایک کی کیفیت علمی ہے۔ اور دوسرے کی کیفیت عینی ہے۔ ایک کی حیثیت سامع کی ہے۔ اور دوسرے کی حیثیت شاہد کی

Marfat.com

ہے۔اور سامع اور شاہد میں جو تفاوت ہے۔وہ ظاہر ہے۔وہ باہر ہے۔

"مصطفیٰ ﷺ سے ملے' خدا ملا"

اشھدان محمد رسول اللہ کے ذریعے محبتوں کے لازوال نغمے کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔ تیری عظمتیں اپنی جگہ مسلم تھیں۔ تیری رفعتیں اپنی جگہ مکرم تھیں۔ تو بڑا تھا۔ لیکن ہم چھوٹوں نے اپنے لئے چھوٹے چھوٹے خدا بنا رکھے تھے۔ پوجا کا حقدار تو تھا۔ لیکن ہماری جبینیں تیرے در سے آشنا ہی نہ تھیں۔ ہم دھیان کی خاطر۔ ہم گیان کی خاطر۔ ہم گروان کی خاطر۔ پتھروں کے سامنے آسن جمائے۔ جانے کیا کیا کرتے رہے۔ تاآنکہ تیری طرف سے رہبر آیا۔ تیری طرف سے رہنما آیا۔ ہم بت پرستی کے ڈوبے ہوؤں کو خدا پرستی کے رنگ دکھائے۔ پتھر کے پجاریوں کو تیری پوجا کے ڈھنگ سکھائے۔ سو ہم جان گئے۔ ہم مان گئے۔ کہ عبادتیں تیری۔ ریاضتیں تیری۔ مجاہدے تیرے مکاشفے تیرے۔ جبینیں تیری۔ سجدے تیرے۔ یہ سب کچھ ہمیں تاجدار کائنات ﷺ کے توسط سے ملا ہے۔ آقا ﷺ کے ذریعے سے ملا ہے۔ ہمارے نزدیک عبادتیں وہی معتبر ہیں۔ جو تاجدار کائنات ﷺ نے سکھائی ہیں۔ احکامات وہی مسلم ہیں۔ جو جان دو عالم ﷺ نے ہمیں دیئے ہیں۔ تعلیمات وہی مکرم ہیں۔ جو حضور ﷺ کی اداؤں کا مرقع ہیں۔ بلکہ تیری نسبت بھی اگر بات ہو۔ تو تجھے بھی وہی خدا مانتے ہیں۔ جو خدا مصطفیٰ ﷺ نے بتایا ہے۔ اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ تو یہاں تک کہہ گئے۔

"من خدائے عزوجل را برائے آں دوست می دارم۔ کہ او رب محمد ﷺ است۔"

میں خدائے پاک سے صرف اس لئے محبت کرتا ہوں۔ کہ وہ حضرت

محمد ﷺ کا رب ہے۔

تیری یاد کھینچ لائی

حیعلتین (حی علی الصلاۃ ' حی علی الفلاح) کی صدا ابھرتی ہے۔ تو دل عشاق کے مضرابوں کے تار چھڑ جاتے ہیں۔ قرب کی صدائیں' قرب والوں کی روحوں میں ہلچل سی مچا جاتی ہیں۔ کہ ہم قرب کی طرف لپکے آئے۔ اور اس امید پر دوڑے چلے آئے۔ کہ ہم اپنی تلاش پالیں گے۔ اپنی منزل پالیں گے۔

اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کے ذریعے یہ اعتراف عجز ہو رہا ہوتا ہے۔ کہ ہم اس قابل نہ تھے کہ قرب کی منزل پا سکیں۔ تو نے خود ہی ہمیں پکارا۔ پھر نماز کو قرب کی دولت سے آشنا کرنے کا بہانہ بنایا۔ تو عظیم ہے۔ اور تیرے کرم دیکھ کر دل یہی پکارتا ہے۔ کہ جبیں بس تیرے ہی آستاں پر جھکی رہے۔

گنجینہ معرفت

اذان کے اسرار حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے سنیئے۔

اذان کے معارف پر مشتمل حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا مکتوب مبارک جو حاجی یوسف کشمیری موذن کی طرف لکھا گیا۔

"حمد و صلوۃ کے بعد جاننا چاہیے کہ اذان کے کلمات سات ہیں۔

اللہ اکبر اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) یعنی اس کو کسی عابد کی عبادت کی ذرہ برابر حاجت نہیں ہے۔ انہیں مہتم بالشان معنی کیلئے یہ کلمہ چار بار دوہرایا گیا ہے۔

اشھدان لا الہ الا اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) یعنی میں شہادت دیتا ہوں۔ کہ حق تعالیٰ اپنی کبریائی اور عبادت سے مستغنی

ہونے کے باوجود بھی عبادتوں کا مستحق وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔

اشھدان محمد رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) یعنی میں شہادت دیتا ہوں۔ کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول۔ اور اس کی طرف سے عبادت کے طریقے پہچانے والے ہیں۔ اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے لائق بھی وہی عبادت ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کے ذریعے ہمیں حاصل ہوئیں۔

حی علی الصلوٰۃ ' حی علی الفلاح (آؤ نماز کی طرف آؤ کامیابی کی طرف) یہ دو کلمے وہ ہیں۔ جن کے ذریعے نمازی کو فرض نماز کے ادا کرنے کیلئے بلایا جاتا ہے اور جس کا ادا کرنا فلاح و نجات کا باعث ہے۔

اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) یعنی کسی کی عبادت اس کی پاک جناب کے لائق نہیں ہے۔

حی علی الصلوہ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتے تھے۔ (جواہر مجددیہ 'ص ٦٠)

لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) یعنی وہ حق تعالیٰ عبادت کا مستحق ہے۔ اگرچہ کسی سے اس کی پاک جناب کے لائق عبادت نہیں ہو سکتی۔

نماز کی شان کی بزرگی ان کلمات کی بزرگی سے سمجھ لینی چاہیے۔ جو نماز اظہار کیلئے لائے گئے ہیں۔

؎ سالے کہ نکواست از بہارش پیدا ست

Marfat.com

ترجمہ...... جیسی بہار ہو سال بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔

اللھم اجعلنا من المصلین المفلحین ' بحرمة سید المرسلین علیه و علیهم الصلوة والتسلیمات.

(مکتوب ۳۰۳' دفتر اول)

آپؒ جب اذان سنتے۔ تو اس کا جواب دیتے۔ باقی کلمات اسی طرح ادا کرتے۔ جب مؤذن دوسری مرتبہ اشھدان محمد رسول الله کہتا تو دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگاتے۔ اور "قرة عینی بك یارسول الله" کہتے۔

رمضان المبارک

کرم بالائے کرم۔ فضل ورائے فضل۔ انعام ہی انعام۔ عطا ہی عطا۔ جود ہی جود۔ سخا ہی سخا۔ رحمتوں کے دن۔ برکتوں کی راتیں۔ احسانوں کی خیراتیں۔ جلووں کی باراتیں۔ کیف میں ڈوبا لمحہ لمحہ۔ وجد میں ڈوبی ساعت ساعت۔ یہ کیفیتیں۔ یہ کیف۔ یہ سرور۔ رمضان المبارک کے مہینے کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان ساعتوں میں رحمت کی برکھائیں برستی ہیں۔ کہ دل نہال نہال ہو جاتے ہیں۔ ایک آگ برستی ہے۔ کہ خرمن جل جاتے ہیں۔ اک شعلہ اٹھتا ہے۔ کہ شہوتیں بھسم ہو جاتی ہیں۔

"رمضان" کا لفظی مطلب ہی "جلانا" ہے۔ اور یہ جلا دیتا ہے۔ آگ لگا دیتا ہے۔ کیا جلاتا ہے؟ یہ خرمن باطل جلا دیتا ہے۔ خرمن شہوت جلا دیتا ہے۔ برائی کی قوت جلا دیتا ہے۔ بدی کی طاقت جلا دیتا ہے۔ من کا سارا گند جلا دیتا ہے۔ اس کے بھڑکتے شعلوں سے طمع جل جاتی ہے۔ حرص جل جاتا ہے۔ نفرتیں جل جاتی ہیں۔ کدورتیں جل جاتی ہیں۔ غیض جل جاتے ہیں۔ غضب جل جاتے ہیں۔ دجل جل

Marfat.com

جاتے ہیں۔ فریب جل جاتے ہیں۔ مکاریاں جل جاتی ہیں۔ عیاریاں جل جاتی ہیں۔

جب خرمن باطل سارے کا سارا جل جاتا ہے۔ تو پھر چند شعلے اور لپکتے ہیں۔ چند چنگاریاں اور سلگتی ہیں۔ اور اک آگ سلگا جاتی ہیں۔ اک مچ' مچا جاتی ہیں۔ اک بھانبڑ جلا جاتی ہیں۔ یہ بھانبڑ عشق کا بھانبڑ ہے۔ جو جلتا ہے۔ تو سب کچھ جلا جاتا ہے۔ یہ مچ' پیار کا مچ ہے۔ جو مچتا ہے۔ تو روح کا انگ انگ مچ مچ جاتا ہے۔ اور یہ آگ یار کی آگ ہے۔ دیدار کی آگ ہے۔ یہ جب لگتی ہے۔ تو دل سے دھوئیں اٹھتے ہیں۔ لبوں سے آہیں نکلتی ہیں۔ اور آنکھوں سے اشک ابلتے ہیں۔

یہ سب رحمتیں رحمان کی' رمضان میں اترتی ہیں۔ اور اسی رمضان میں رب رحمان کی بڑی رحمت' قرآن بھی اتری ہے۔ اس رمضان کا' اس قرآن کے ساتھ بڑا تعلق ہے۔ بڑا رشتہ ہے۔ جس نے ان دونوں کی برکتوں کو پایا وہی سب کچھ پا گیا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"رمضان شریف کے ماہ مبارک کا آنا مبارک ہو۔ اس مہینے کو قرآن مجید کے ساتھ (جو تمام ذاتی و شیونی کمالات کا جامع ہے۔ اور اس دائرہ اصل میں داخل ہے۔ جس میں کسی ظلیت کو راہ نہیں۔ اور قابلیت اولیٰ یعنی حقیقت محمدیہ ﷺ اس کا ظل ہے۔) بڑی مناسب ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے اس مہینے میں قرآن مجید کا نزول ہوا۔

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن .	رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

(البقرہ : ۱۸۵)

اس بات کا مصداق ہے۔

Marfat.com

اور اس مناسبت کے باعث یہ مہینہ بھی تمام خیرات وبرکات کا جامع ہے۔ جو برکت وخیر کسی کو سال بھر میں پہنچتی ہے۔ وہ اس ماہ مبارک کی بے نہایت برکتوں کے دریا کا ایک قطرہ ہے۔

نیز قرآن مجید کا اس مہینے میں ختم کرنا اسی لیے سنت ہے۔ تاکہ تمام اصلی کمالات اور ظلی برکات حاصل ہو جائیں۔

فمن جمع بینھا یرجیٰ ان لا یحرم من برکاته ولا یمنع من خیراته'	جس نے ان دونوں کو جمع کیا امید ہے۔ کہ وہ اس مہینے کی برکات وخیرات سے محروم نہ رہے گا۔

(مکتوب ۴۵' دفتر اول)

یہ نسبت کیسی نسبت ہے؟

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا کہ ''اس مہینے کو قرآن مجید کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے' کیا معنی رکھتا ہے؟ کہ ان دونوں کے درمیان مناسبت ہے تو کیسے مناسبت ہے؟

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی زبانی ہی اس کا جواب سنیئے۔

''قرآن مجید کی شان' جو شیونات ذاتیہ میں ہے۔ تمام کمالات ذاتی اور شیونات صفاتی کا جامع ہے۔ اور ماہ رمضان المبارک بھی تمام خیرات وبرکات کا جامع ہے۔ اور جو بھی خیر و برکت ہے۔ وہ اللہ پاک کی ذات کی طرف سے ہی پہنچتی ہے۔ اور اس کے شیونات کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ جو شر و نقص بھی وجود میں آتا ہے۔ اس کا منشاء و مبداء' ذات وصفات مجددشہ ہے۔

Marfat.com

ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك .

خود اس پر نص قاطع ہے۔

پس اس ماہ مبارک کی خیرات و برکات ان کمالات ذاتیہ کا نتیجہ ہیں۔ جن کی جامع شان کلام ہے۔ اور قرآن مجید اس شان جامع کی تمام حقیقت کا حاصل ہے۔ پس اس ماہ مبارک کو قرآن مجید کے ساتھ پوری پوری مناسبت ہے۔ کیونکہ قرآن مجید تمام کمالات کا جامع ہے۔ اور یہ مہینہ ان تمام کمالات کا جامع ہے۔ جو ان کمالات کے نتائج و ثمرات ہیں۔ اسی مناسبت سے قرآن مجید بھی اسی مہینے میں نازل ہوا۔

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن.

(مکتوب نمبر

رمضان کے فضائل

اگر کوئی شخص اس مہینے میں روزہ دار کا روزہ افطار کرائے۔ تو اللہ پاک اس کو بخش دیتے ہیں۔ اور اس کی گردن کو دوزخ سے آزاد کر دیتے ہیں۔ اور اس کو روزہ دار کے اجر کے برابر اجر عطا کرتے ہیں۔ بغیر اس کے۔ کہ روزہ دار کے اجر کو کم کریں۔ اور ایسے ہی اگر کوئی شخص اپنے غلاموں (ماتحتوں) کی خدمت میں کمی کرے تو حق تعالیٰ اس کو بخش دیتے ہیں۔ اور اس کی گردن کو دوزخ سے آزاد کر دیتے ہیں۔

اس مہینے میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ شیطان زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ اور رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

Marfat.com

(مکتوب ۴۵، دفتر اول)

ایک مہینے کی محنت، ایک سال کی راحت

اگر کسی شخص کو اس مہینے میں خیرات اور عمل صالح کی توفیق عطا ہو جائے۔ تو تمام سال تک توفیق اس کے شامل حال رہتی ہے۔ اور اگر یہ مہینہ گندگی سے گزرے۔ تو سارا سال ہی پراگندہ گزرتا ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے۔ اس مہینے کی جمعیت میں کوشش کرنی چاہیے۔ اور اس مہینے کو غنیمت جاننا چاہیے۔

(مکتوب ۴۵، دفتر اول)

ایک اور مقام پر یہی مضمون ان الفاظ میں دہراتے ہیں۔

"اس مہینے کی جمعیت تمام سال کی جمعیت اور اس مہینے کا تفرقہ سارے سال کا تفرقہ ہے۔"

Marfat.com

ایک اور مقام پر یہی مضمون ان الفاظ میں دہراتے ہیں۔

"اس مہینے کی جمعیت تمام سال کی جمعیت اور اس مہینے کا تفرقہ سارے سال کا تفرقہ ہے۔

فطوبیٰ لمن مضیٰ علیه هذا الشهر المبارك ورضی عنه، وویل لمن سخط علیه فمنع من البرکات وحرم من الخیرات.

پس اس شخص کیلئے خوشخبری ہے۔ جس پر یہ مہینہ خوشی خوشی گذر گیا اور ہلاکت ہے اس شخص کیلئے جس پر یہ مہینہ ناراض گیا اور وہ اس کے خیرات و برکات سے محروم رہا۔

(مکتوب نمبر ۴۵، دفتر اول)

آنحضرت ﷺ کا معمول مبارک

رمضان کے مہینے میں آنحضرت ﷺ قیدیوں کو آزاد کر دیا کرتے تھے اور جو کچھ آپ سے کوئی مانگتا اس کو دے دیتے تھے۔

(مکتوب ۴۵، دفتر اول)

یہ دن اور، یہ راتیں اور

جاننا چاہیے کہ رمضان کا مہینہ بڑا بزرگ مہینہ ہے۔ نفلی عبادتیں، نماز صدقہ وغیرہ جو اس مہینے میں ادا کی جائیں۔ دوسرے دنوں کے فرضوں کے ادا کرنے کے برابر ہیں اور اس مہینے کے فرضوں کا ادا کرنا دوسرے مہینے کے دوسرے ستر فرضوں کے ادا کرنے کے برابر ہے۔

Marfat.com

اس مہینے کی ہر رات میں کئی ہزار دوزخ کے لائق آدمیوں کو آزاد کیا جاتا ہے۔

(مکتوب ۴۵' دفتر اول)

''اس مہینے میں شب قدر اس مہینے کا خلاصہ اور زبدہ ہے وہ رات گویا اسکا مغز ہے اور یہ مہینہ اس کا پوست' پس جس کا یہ مہینہ جمعیت کے ساتھ گذر جائے اور اس کی خیرات و برکات سے فائدہ مند ہو جائے۔ اس کا سارا سال جمعیت اور خیر و برکت کے ساتھ گذرتا ہے۔

(مکتوب ۱۶۲' دفتر اول)

''وہ برکتیں جو اس مہینے کے دنوں کے ساتھ وابستہ ہیں وہ اور ہیں اور وہ خیرات جو اس مہینے کی راتوں کے متعلق ہیں وہ اور ہیں۔

(مکتوب ۴' دفتر اول)

''تراویح کا ادا کرنا اور قرآن مجید کا ختم کرنا اس مہینے میں سنت موکدہ ہے اور اس سے بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(مکتوب ۴۵' دفتر اول)

وقت سحر و افطار

افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں دیر کرنا اولی و افضل ہے تاکہ دونوں وقتوں کے حصوں کے درمیان پورا پورا امتیاز ہو جائے۔

(مکتوب ۴' دفتر اول)

اس کی وجہ

افطار میں جلدی کرنا اور سحری دیر سے کھانا سنت ہے۔ اس بارے میں

Marfat.com

آنحضرت ﷺ مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور شاید سحری کی جلدی کی تاخیر اور افطار کی جلدی میں اپنے عجز و احتیاج کا اظہار ہے جو مقام بندگی کے مناسب ہے۔

(مکتوب ۴۵ دفتر اول)

تاجدار کائنات ﷺ کی افطار کے وقت دعا......

ذهب الظماء وابتلت العروق وثبت الاجر انشاء الله تعالىٰ.	پیاس دور ہو گئی، رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہو گیا۔ انشا اللہ تعالیٰ۔

(مکتوب ۴۵، دفتر اول)

افطار کس سے کیا جائے؟

کھجور یا چھوہارے سے روزہ افطار کرنا سنت ہے۔

(مکتوب ۴۵، دفتر اول)

کھجور سے افطاری کی وجہ؟

تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا۔

اذا افطر احدكم فليفطر على ثمر فانه' بركة'	تم میں سے کوئی شخص جب روزہ افطار کرنا چاہے تو کھجور سے افطار کرے کیونکہ اس میں برکت ہے

آنحضرت ﷺ نے کھجور سے روزہ افطار کیا ہے اور اس میں برکت کی وجہ یہ ہے کہ اس کا درخت ایک ایسا درخت ہے جو انسان کی طرح جامعیت اور عدلیت کے طور پر پیدا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اس نخل کو بنی آدم کی عمر فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ جیسے کہ

Marfat.com

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

اکرموا عمتکم النخلہ	اپنے درخت خرما کی تعظیم کرو
فانھا خلقت من بقیہ طینۃ آدم.	کیونکہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی بقیہ مٹی سے پیدا شدہ ہے۔

اور ہو سکتا ہے کہ اس کا نام برکت اسی جامعیت کے اعتبار سے ہو۔ پس کھجور کی افطاری' صاحب افطار کی جزو بن جاتی ہے اور اس کی حقیقت جامع اس جزئیت کے اعتبار سے اس کے کھانے والے کے حقیقت کا جزو بن جاتی ہے اور اس کا کھانے والا اس اعتبار سے ان بے شمار کمالات کا جامع ہو جاتا ہے جو اس ثمر کی جامع حقیقت میں پوشیدہ ہیں۔

یہ مطلب اگرچہ اس کے مطلق کھانے میں بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن افطار کے وقت جو روزہ دار کے شہوات مانعہ اور لذات فانیہ سے خالی ہونے کا وقت ہے۔ اس کا کھانا زیادہ تاثیر رکھتا ہے اور اس وقت یہ مطلب کامل اور پورے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔

اور یہ جو تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا۔

نعم سحور المومن التمر.	مومن کی بہترین سحری کھجور ہے

یہ اس اعتبار سے ہو سکتا ہے کہ اس کی غذا میں جو صاحب غذا کا جزو ہو جاتی ہے۔ اس کی حقیقت کی تکمیل ہے۔ نہ اسکی غذا کی حقیقت اور جب یہ مطلب روزے میں مقصود ہے تو اسکی تلافی کیلئے کھجور کی سحری کی ترغیب دی گویا اس کا کھانا تمام ماکولات کے کھانے کا فائدہ رکھتا ہے اور اس کی برکت' جامعیت کے اعتبار سے افطار تک رہتی ہے اور غذا کا یہ فائدہ جو مذکور ہو چکا ہے اس تقدیر پر مترتب ہو سکتا ہے

Marfat.com

جبکہ وہ غذا القدیر شرعی کے مطابق واقع ہو اور شرعی حد سے سر مو متجاوز نہ ہو۔

نیز اس فائدے کی حقیقت اس وقت میسر ہوتی ہے جبکہ اس کا کھانیوالا صورت سے گذر کر حقیقت تک جا پہنچا ہو اور ظاہر سے باطن تک پہنچ گیا ہو تاکہ غذا کا ظاہر اس کے ظاہر کو مدد دے اور غذا کا باطن اس کے باطن کو مکمل کرے۔ ورنہ صرف ظاہری امداد پر ہی موقوف ہے اور اس کا کھانے والا عین قصور وار اور بے وقوف ہے۔

سعی کن تا لقمہ را سازی گہر
بعد ازاں چنداں کہ می خواہی بخو

ترجمہ...... کر یہ کوشش کہ گوہر بنے یہ غذا
اس کے بعد جس قدر توچاہے اسے کھا

جلدی افطاری کرنے اور سحری دیر سے کھانے میں حکمت یہی ہے کہ صاحب غذا کیلئے 'غذا کی تکمیل ہو جائے"

(مکتوب ۱۶۲' دفتر اول)

اس کے سائنسی و طبی فوائد کی تفصیلات کیلئے ہماری آنے والی کتاب "حضرت مجدد ایک سائنسدان" کے انتظار کی زحمت فرمائیں۔

اعتکاف کس نیت سے کیا جائے؟

جب ہم ماہ رمضان کے آخری دس دنوں میں معتکف ہوئے تو احباب کو بلا کر کہا کہ سوائے متابعت نبوی ﷺ کے اور کوئی نیت نہ کرنا کیونکہ ہماری قطع تعلقی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ ہم ایک متابعت کو سو گرفتاری سے قبول کرتے ہیں۔ لیکن غیر متابعت سے ہزار قطع تعلق کو بھی قبول نہیں کرتے۔

Marfat.com

آں را کہ درسرائے نگار سمیت فارغ است
از باغ و بوستاں و تماشائے لالہ زار

(مبدا و معاد، ص ۳۶)

وہ جو روزے میں ہو کر بھی روزے میں نہ رہے

جب تک آدمی دل کے مرض میں مبتلا ہے (فی قلوبھم مرض) اس وقت تک اسے کوئی عبادت واطاعت فائدہ نہیں دیتی بلکہ اس کیلئے مضر ہے۔

رب قاری للقرآن والقرآن یلعنه	بعض لوگ قرآن اس طرح پڑھتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

یہ حدیث مشہور ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ......

ورب صائم لیس له من صیامه الاالجوع والظماء	بعض روزہ دار ایسے ہیں جنہیں بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

دلی مرض سے مراد سوئی حق کی گرفتاری ہے بلکہ اپنے نفس کی گرفتاری ہے۔

(مکتوب ۱۰۵، دفتر اول)

زکوٰۃ

جہاں جہاں تک خون کا جریان ہے۔ وہاں وہاں تک شیطان کا میدان ہے بلکہ اس کی مکروفریب کی دنیا تو اس سے بھی بہت آگے ہے۔ اس کی دوڑ کے میدان

بڑے وسیع ہیں' وہ سپنوں کو ٹھونکتا ہے' دلوں میں کھبلیاں مچاتا ہے' دماغوں میں طوفان اٹھاتا ہے' خیالات میں آندھیاں چلاتا ہے' جذبات میں ہیجان اٹھاتا ہے' آنکھوں کو شوخیاں دکھاتا ہے اور اداؤں کو مستیاں دکھاتا ہے۔ خیالوں میں اترتا ہے۔ خوابوں میں رہتا ہے۔ جو ایک بار مسکرا اس کا استقبال کر لیتے ہیں۔ پھر اپنا مستقبل برباد کر دیتے ہیں۔ شہ اس کی ہوتی ہے۔ عمل ان کے ہوتے ہیں۔ ترغیب اس کی ہوتی ہے۔ فعل ان کے ہوتے ہیں۔ اچھے بھلے یقین کے مسافر شیطان کی سنگت میں شک کے راہی بن جاتے ہیں۔ وہم سایہ کر لیتا ہے۔ شک پڑاؤ ڈال لیتا ہے۔ پھر اسے یہ سمجھ نہیں آتی کہ ایک چیز خرچ کرنے سے کیسے بڑھ سکتی ہے؟ ہاتھوں سے نکلتا روپیہ زیادہ کیسے ہو سکتا ہے؟ نتیجۃً احساس کے' مروت کے اور بھائی چارے کے تصورات ہوا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ دیکھنے میں اتنا کچھ نہیں ہوتا جتنا بڑا اشکی' وہمی اور مخبوط انسان کو بڑا نظر آتا ہے۔ زکوٰۃ کو ہی لے لیں۔ کتنی زیادہ Ratio ہے۔ صرف ڈھائی فیصد' کتنا بڑا Margen ہے صرف ڈھائی فیصد لیکن طبیعتیں جب شیطان کے زیر سایہ پروان چڑھنے لگیں تو چھوٹے چھوٹے عدد بڑے بڑے اعداد بن کر نظر آتے ہیں۔ اسی تصور کی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ان الفاظ میں بیخ کنی فرما رہے ہیں۔

''مال کی زکوٰۃ دینا دین کی ضروریات میں سے ہے۔ رغبت و منت سے زکوٰۃ کے مصارف میں پہنچانی چاہیے۔ جب منعم حقیقی جل شانہ نے فرمایا ہے۔ کہ میرے عطیہ اور انعام کے چالیسویں حصہ میں سے ایک حصہ فقراء و مساکین کو دیں اور میں اس کے عوض تم کو بہت بڑا اور بہت اچھا اجر دوں گا۔ پھر وہ شخص بہت ہی بے انصاف اور سرکش ہو گا جو اس تھوڑے سے حصے کے ادا کرنے میں توقف کرے اور اس کے دینے میں بخل کرے۔ اس قسم کے توقف' جو شرعی احکام بجالانے میں ظاہر

Marfat.com

ہوتے ہیں' ان کا باعث دلی بیماری ہے' یا آسمانی نازل شدہ احکام پر یقین نہ کرنا۔ صرف کلمہ شہادت زبان سے کہہ دینا کافی نہیں۔ منافق بھی اس کلمے کو پڑھتے تھے۔ دلی یقین کی علامت رضا اور رغبت سے شرعی احکام کا بجالانا ہے ایک روپیہ جو زکوٰۃ کے ادا کرنے کی نیت سے کسی فقیر کو دیں۔ ان لاکھ روپوں کے خرچ کرنے سے بہتر ہے جو اس نیت کے بغیر دیں کیونکہ اس کا دینا فرض ہے اور اس کا دینا نفل اور فرض کے مقابلے میں نفل کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش ان کے درمیان وہی نسبت ہوتی جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہوتی ہے۔ مگر نہیں یہ شیطان لعین کے مکرو فریب ہیں کہ لوگوں کو فرائض سے ہٹا کر نوافل کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور زکوٰۃ سے رو کے رکھتا ہے۔

(مکتوب ۷۱' دفتر سوم)

زکوٰۃ...... حصول کرم کا ذریعہ

نصاب کے پورا ہونے پر زکوٰۃ کا ادا کرنا ضروریات اسلام میں سے ہے۔ اس کو رغبت اور منت سے ادا کرنا چاہیے۔ اللہ پاک نے اپنے کرم سے بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چوپاؤں پر چالیسواں حصہ تحقیقاً اور تقریباً فقر کیلئے مقرر فرمایا ہے۔ پھر کس قدر ناانصافی ہے کہ چالیسویں حصے میں ایک حصہ بھی فقراء کو نہ دیا جائے۔

جاننا چاہیے کہ دنیا آزمائش اور ابتلاء کا مقام ہے۔ اس میں دوست' دشمن دونوں ملے ہوئے ہیں اور دونوں رحمت میں شامل ہیں۔

رحمتی وسعت کل شئی. میری رحمت نے ہر ایک چیز کو گھیر رکھا ہے۔

Marfat.com

لیکن قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دینگے۔

وامتازوا الیوم ایھا المجرمون	اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ۔

اسی مضمون کی خبر دیتی ہے۔

اس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام ڈالیں اور دشمنوں کو محروم اور لعنت کا مستحق فرمائینگے۔

فسا کتبھا للذین یتقون ویوتون الزکوٰۃ والذین ھم بایٰتنا یومنون.	میں اس کو ان لوگوں کیلئے لکھوں گا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور میری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

یہ آیت اسی مطلب پر گواہ ہے۔

یعنی میں رحمت ان لوگوں کیلئے ثابت کروں گا جو کفر و معاصی سے بچتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ پس کرم و رحمت آخرت میں نیکوکار اور پرہیزگار مسلمانوں کیلئے ہیں۔

(مکتوب ۹٦، دفتر اول)

زکوٰۃ کیسے دی جائے؟

اس زمانے میں اکثر لوگ نفلوں کو رواج دیتے ہیں اور فرائض کو خراب کرتے ہیں اور نوافل کے ادا کرنے میں بڑی کوشش کرتے ہیں اور فرائض کو خوار اور بے اعتبار جانتے ہیں۔

روپیہ سب کا سب، وقت بے وقت، مستحق اور غیر مستحق کو دیتے ہیں۔ لیکن ایک روپیہ زکوٰۃ کے طور پر خرچ نہیں کرسکتے یہ نہیں جانتے کہ ایک

Marfat.com

روپیہ زکوۃ کے طور پر مصرف شرعیہ میں دینا صدہا صدقہ نافلہ سے بہتر ہے کیونکہ ادائے زکوۃ میں حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے اور صدقہ نافلہ میں اکثر ہوائے نفسانی کی تابعداری ہے۔ اسی لئے فرض میں ریاء کی کوئی گنجائش نہیں اور نفل میں ریا کا دخل ہے۔ یہی سبب ہے کہ زکوۃ کو ظاہر کر کے دینا بہتر ہے تاکہ تہمت دور ہو جائے اور صدقہ نافلہ کو چھپا کر دینا بہتر ہے جو قبولیت کے لئے مناسب ہے۔

(مکتوب نمبر ۸۲' دفتر دوم)

زکوۃ کا حقدار کون؟

زکوۃ کے طور پر ایک روپیہ کا صدقہ کرنا جس طرح کہ نفلی طور پر سونے کے پہاڑ صدقہ کرنے سے کئی درجہ بہتر ہے۔ ویسے ہی اس روپے کے صدقہ کرنے میں کسی ادب کی رعایت کرنا مثلاً اس کو کسی قریبی محتاج کو دینا بھی اس سے کئی درجہ بہتر ہے۔

(مکتوب ۲۹' دفتر اول)

زکوۃ سے سوار زکوۃ دی جائے

بغیر سستی اور قصور کے پنج وقتی نماز کو جماعت سے ادا کریں اور چالیس میں ایک حصہ زکوۃ کا احسان کے ساتھ فقراء و مساکین کو دیا کریں۔ محرمات و مشتبہات سے پرہیز کریں۔

(مکتوب ۱۸۹' دفتر اول)

حج

لوگ خدائی کو چھوڑ کر خدا کو پانا چاہتے ہیں۔ راستوں کو چھوڑ کر منزل تک جانا چاہتے ہیں۔ سفر کو چھوڑ کر ظفر پانا چاہتے ہیں۔ لیکن خدا کے قانون بڑے اٹل

ہیں۔ اس کے فرمان بڑے یکتا ہیں۔ جو اس کے طریقے توڑتا ہے' وہ اپنا آپ توڑتا ہے۔ جو اس کے قانون توڑتا ہے' وہ اپنی حقیقت چھوڑتا ہے۔ جو اس کے بندوں کو چھوڑ کر اس تک پہنچنا چاہتا ہے' وہ اس کو کبھی نہیں ملتا۔ عمر کی کاوشیں مٹ جاتی ہیں۔ کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں۔ محنتیں اکارت جاتی ہیں۔ ریاضتیں ضائع ہو جاتی ہیں اور عبادتیں بے مصرف ٹھہرتی ہیں۔ اور چھوڑیں۔ حج کو لے لیں حج کیا ہے؟ بندوں کی ادائیں' بندوں کے افعال' صفا و مروہ۔ دو پہاڑیاں' حضرت ہاجرہ دوڑیں' دوڑ' ہر کوئی دوڑتا ہے۔ عام طور پر دوڑنا' دوڑ لگوانا اور دوڑیں لگنا معیوب سا جانا جاتا ہے۔ لیکن صفا و مروہ پر دیکھئے۔ بڑوں بڑوں کی دوڑیں لگی ہوئی ہیں۔ یہ دوڑنا بھی ثواب دے رہا ہے۔ ایک پتھر کے گھر کے ارد گرد چکر لگانا ثواب دے رہا ہے۔ منی و مزدلفہ' عرفات میں ٹھہرنا' سونا اور چلنا لیکن یہ بھی اجر دے رہا ہے۔ ایک دوسرے پر پتھر پھنکیں تو جرم' کسی پتھر پر پتھر مارتے رہے تو دیکھنے والے کو بے وقوف لگیں' لیکن منی میں پتھر کے تین میناروں کو پتھر مارنا ثواب دے رہا ہے اور بڑے بڑے دانشمند یہ کر رہے ہیں۔ یاد رکھنے والی بات ہے کہ ثواب' صواب پر ہی ہوتا ہے۔ جہاں صواب ہے وہی ثواب ہے۔ جہاں صواب نہیں وہاں عذاب ہے۔ اب یہ جتنے بھی کام ہیں ناں! یہ سب بندوں نے کئے ہیں۔ بندوں کی یادگاریں ہیں وہاں لے جا کر در حقیقت یہی بتانا ہوتا ہے کہ دیکھو جو بندوں کا خیال رکھتے ہیں وہی خدا پاتے ہیں اور ہم خدا پانے کی دھن میں ساری خدائی سے لڑائی مول لیتے ہیں۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا فرمان دیکھیے......

"اے بھائی حدیث شریف میں آیا ہے۔

علامة اعراضه تعالیٰ عن العبد اشتغاله بمالا یعنیه.
بندے کا لایعنی باتوں میں مشغول ہونا بندہ کی طرف خدا کی رو گردانی کی علامت ہے۔

مشغول

فرض کو چھوڑ کر نفل میں مشغلو ہونا لایعنی میں داخل ہے۔ پس اپنے احوال کی تفتیش کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ کس چیز میں مشغول ہے۔ نفل میں یا فرض میں۔ ایک نفلی حج کیلئے اتنے ممنوعات کا مرتکب نہ ہونا چاہیے۔

العاقل تکفیه الاشارہ.
عقلمند کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

(مکتوب ۱۲۳' دفتر اول)

حج کے دوران حرم مکہ میں گھومیے۔ حرم نبوی ﷺ کی معطر بیز فضاؤں میں بیٹھیے۔ آپ آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں تو کسی کے قرب کا احساس ہوگا اور اگر آنکھ کھولے ہوئے ہیں تو کوئی آتا دکھائی دیگا۔ بڑے سکون سے آپ کے پاس بیٹھ جائیگا۔

السلام علیکم جی

وعلیکم السلام

تھوڑی دیر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد پھر گویا ہوں گے۔

او جی! میں عمرہ کرنے آیا تھا' سوچا حج بھی کرتے چلیں کیونکہ یہ موقع زندگی میں بار بار کہاں ملتے ہیں۔ دو تین ماہ ادھر رہنے کے باعث خرچہ ختم ہو گیا ہے۔ آپ پر اللہ کا کرم ہے۔ اللہ کے گھر میں بیٹھے ہیں۔ حسب توفیق کچھ مہربانی کریں۔

اگر آپ کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے تو آپ رکے کیوں؟

ہم غریب آدمی ہیں' ہم میں اتنی ہمت کہاں کہ حج کے اخراجات اٹھا سکیں۔ بس عمرے کے بہانے یہ سعادت بھی نصیب ہو گئی۔

Marfat.com

اسے آپ سعادت کہہ رہے ہو۔ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا سعادت ہے۔

جناب! ہم کون سا کسی غیر کے آگے ہاتھ پھیلا رہے ہیں اپنے بھائیوں سے ہی تو مدد مانگ رہے ہیں۔

لیکن یہ کام تو غلط ہے۔

چھوڑو جناب اگر کچھ دے نہیں سکتے تو زیادہ باتیں بھی نہ کریں۔

اگلے لمحے سرکار یہ جاوہ جا' نظروں سے اوجھل اب وہ ہونگے اور کسی اور کا پہلو ہوگا' یہ پیشہ وار بھکاری ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے پاس واقعی پیسے تھوڑے ہوتے ہیں۔ لیکن حج کی دھن میں نکل پڑتے ہیں۔

اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بوڑھے ہو چکے ہوتے ہیں۔ صحت ساتھ نہیں دے رہی ہوتی' لیکن پھر عازم حج ہو رہے ہیں اور یہی معاملہ اکثر عورتوں اور بڑی عمر کی عورتوں کا ہے کہ ان کے ارکان حج ان کے عزیز ادا کرتے ہیں۔ اگر خرچ پورا نہیں ہے۔ صحت ٹھیک نہیں ہے تو حج نہیں ہے یہ حج کی شرائط ہیں۔ جب شرائط نہیں تو مشروط (حج) کیسے ہوگا؟ یہ لوگ نہ صرف اپنا حج صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتے بلکہ دوسروں کا بھی حج خراب کرتے ہیں۔ لیکن ایک بات ہے کہ ان کی معذوریوں کے باعث بہت ساروں کا ''بھلا'' ہو جاتا ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

''تمام عمر میں ایک ہی حج فرض کیا گیا ہے اس کے علاوہ خرچ اور راستہ کے امن کو اس کیلئے شرط قرار دیا ہے۔

(مکتوب نمبر ۱۹۱' دفتر اول)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

Marfat.com

اے محبت کے نشان والے! جب آپ نے رخصت طلب کی اور جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ تو رخصت کے وقت اس قدر ذکر ہوا تھا کہ شاید ہم بھی آپ کے ساتھ مل جائینگے۔ ہر چند ارادہ کیا۔ لیکن استخارے موافق نہ ہوئے اور اس بارے میں کوئی تجویز معلوم ہوئی ناچار اس بارے میں التواء کرنا پڑا۔ فقیر کی صلاح پہلے ہی آپ کے جانے میں نہ تھی۔ لیکن آپ کے شوق کو دیکھ کر صاف طور پر منع کیا۔ استطاعت راستہ کی شرط ہے۔ بغیر استطاعت کے تضیع اوقات ہے۔ ضروری کام چھوڑ کر غیر ضروری کام میں مشغول ہونا مناسب نہیں۔

(مکتوب نمبر ۱۲۴، دفتر اول)

حج کی فضیلت

اسلام کا پانچواں رکن بیت اللہ کا حج ہے۔ اس کی بہت سے شرطیں ہیں۔ جو کتب فقہ میں مفصل طور پر درج ہیں۔ شرطوں کے موجود ہونے پر اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ حج پہلے کے تمام گناہوں کے مٹا دیتا ہے۔

(مکتوب نمبر ۷۱، دفتر سوم)

اک آرزو سینے میں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکاً وھدی للعالمین فیه آیات بینات	سب سے اول گھر جو لوگوں کیلئے بنایا گیا وہ کعبہ معظمہ ہے۔ جو اہل جہاں کیلئے سراسر برکت وہدایت

مقام ابراهیم ومن دخله کان آمنا ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلاً ومن کفر فان الله غنی عن العلمین۔

ہے۔ اس میں روشن نشانیاں ہیں۔ ان میں ایک مقام ابراہیم ہے جو اس گھر میں آگیا وہ امن میں ہو گیا اور جو بھی طاقت رکھتا ہے۔ اس پر فرض ہے کہ وہ اللہ کیلئے اس کے گھر کا حج کرے۔ جو شخص اس کا انکار کرے وہ جان لے کہ اللہ پاک تمام اہل جہاں سے بے نیاز ہے۔

اگرچہ اللہ پاک کے فضل سے کعبہ کی حقیقت کے ساتھ الحاق یعنی ملنا میسر ہو چکا ہے اور بے شمار ترقیاں حاصل ہو چکی ہیں مگر صورت کو صورت کعبہ کی ملاقات کا شوق ہے۔ حج فرض اکبر ہو چکا ہے اور راستے کا امن بھی غلبہ سلامتی کے باعث ثابت ہو چکا ہے اور اس کے ادا کرنے کا شوق بھی کامل ہے۔ لیکن مسلسل دیر ہو رہی ہے۔ سفر کا استخارہ بھی موافقت نہیں کرتا۔ اچھی طرح غور سے توجہ کی ہے۔ پھر بھی چلنے کا راستہ نہیں کھلتا اور کعبے تک پہنچنا نظر نہیں آتا۔ کیا کیا جائے؟ ادائے فرض کی تاخیر میں اس قسم کے عذر فائدہ مند نہیں ہیں۔ بہر حال اللہ پاک کی توفیق سے حج کے ارادے سے گھر سے نکلنا چاہیے۔ سر اور آنکھوں کے بل منزلوں کو قطع کرنا چاہیے۔ اگر پہنچ گئے تو نعمت عظمیٰ ہے اور اگر راہ ہی میں رہ گئے تو بڑی بھاری امیدواری ہے۔

(مکتوب ۲۷، دفتر دوم)

Marfat.com

اسے دیکھا تو نہیں پھر بھی دیکھا تو ہے

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ حج کو نہ گئے۔ کعبہ کو دیکھنے کی تمنا تھی لیکن نہ دیکھا۔ لیکن جنہوں نے کعبہ دیکھا تو انہوں نے حرم کعبے میں آپؒ کو دیکھا۔ باتیں کی۔ راہنمائی لی اور آگے نقل بھی کی۔ خود آپؒ کی زبانی ہی دیکھیے۔

"بعض اولیاء اللہ سے منقول ہے کہ ایک ساعت میں مختلف مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام ان سے وقوع میں آتے ہیں۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) ان کے لطائف مختلف جسدوں میں متجسد ہو کر اور مختلف شکلوں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اسطرح اس عزیز (یعنی خود حضرت مجددؒ) کا حال ہے۔ جو ہندوستان میں وطن رکھتا ہے اور کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں نکلا۔ بعض لوگ مکہ معظمہ سے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اس عزیز کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے۔ ہمارے اور اس عزیز کے درمیان ایسی ویسی باتیں ہوئی ہیں بعض نقل کرتے ہیں کہ ہم نے اس کو روم میں دیکھا ہے اور بعض بغداد میں دیکھ کر آئے ہیں۔ یہ سب اس عزیز کے لطائف ہیں، جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔

(مکتوب نمبر ۵۸، دفتر دوم)

کی رمز میں ہیں، اس لئے سکھائیں تاکہ ہمارے دل و نگاہ محبت غیر کی گرفتاری سے آزاد ہو جائیں۔ اسی طرح باقی عبادات و معاملات کا تعلق ہے۔ ہر عبادت کسی بیماری کا علاج، کسی دکھ کی دوا ہے۔ انسان کو سکون آشنا کرنے کیلئے انسان جو طریقے تلاش کر رہا ہے، یا کر چکا ہے۔ ان سب سے بہتر صورت ان احکامات و تعلیمات کی بجاآوری میں رکھ دی گئی۔ یہ حکم اس لئے دیئے گئے ہیں تاکہ بہت سارے اور احکام سے خلاصی مل جائے۔ یہ لذت اس لئے دی گئی ہے کہ فانی لذتوں

Marfat.com

کی فریفتگی مٹ جائے۔ یہ کیف اس لئے دیئے گئے کہ حیات بے اعتبار کی بے کیفیاں دم توڑ جائیں اور یہ خوف اس لئے دیا گیا ہے تاکہ ہم بے خوف ہو جائیں' نڈر ہونے کیلئے ڈر پالنے پڑتے ہیں۔ بڑا خوف' چھوٹے خوف کو مٹا دیتا ہے۔ بڑا غم چھوٹے غم کو داب لیتا ہے۔ بڑی مشکل چھوٹی مشکل کو دمیں نکالا دے دیتی ہے۔ غم میں ڈوبے ''انسان'' کو جانے کیسے خبر ہو گئی؟ کہ وہ یہ صحیح خبر دے گیا کہ ''جب انسان پر بڑی پریشانیاں سایہ کر لیں تو چھوٹے چھوٹے غم بھول جاتے ہیں۔

رنج سے خوگر ہو انسان ' تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی' کہ آساں ہو گئیں

کوئی مشکل، مشکل نہیں' پر

یہ علیحدہ بات ہے کہ مشکل واقعی مشکل بھی ہے کہ نہیں ہماری مشکل یہ ہے کہ ہم اس چیز کو مشکل سمجھ بیٹھتے ہیں' جو درحقیقت مشکل نہیں ہوتی اور ہم اسے مشکل بنا دیتے ہیں' پیدا ہوئی ہوئی مشکل اور پیدا کی گئی مشکل میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

شریعت نے جتنے احکام دیئے ہیں' ان میں کوئی مشکل نہیں۔ آسانی ہی آسانی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم اس آسانی کو بھی مشکل سمجھ رہے ہیں۔ اگر یہ آسانی' مشکل ہے تو اگر شریعت مشکل احکام پر مشتمل ہوتی تو جانے ہمارا عالم کیا ہوتا؟ پھر تو ہم واقعی بڑی مشکل میں پڑ جاتے۔

ایک ایک حکم کے اندر جھانکیے۔ ایک ایک فرمان پرکھیے۔ ایک ایک ارشاد نظر لیجیے اور اندازہ کیجئے۔ کتنی سہولیات رکھی گئی؟ کتنی راحتیں دی گئیں ہیں؟ کتنی رخصتیں دی گئی ہیں؟ ہمیں صرف ایک کام کرنا ہے' بس ایک کام' کہ ہمیں ان رخصتوں سے فائدہ اٹھانا ہے۔ ان سہولتوں سے مستفید ہونا ہے۔ اس چشمہ فیض

Marfat.com

سے خود کو سیراب کرنا ہے اور اس خیال کے ساتھ کرنا ہے کہ اتنی سہولتیں کوئی مالک نہیں دیتا۔ اتنے آرام کوئی آقا نہیں دیتا۔ آرام دہ زندگی گذارنے کیلئے ہمیں آرام کے ذرائع اپنانا ہیں۔ سہولتوں سے بھرپور زیست کے دن گذارنے کو ہمیں سہولتوں سے استفادہ کرنا ہے تاکہ سہولتیں نصیب رہیں اور آرام حاصل رہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اس حقیقت سے پردہ اٹھا رہے ہیں آیئے جھانک کر دیکھیں کہ کیا نظر آرہا ہے؟

خان خاناں کی طرف لکھا گیا مکتوب شریف

رخصتیں ہی رخصتیں

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد جاء ت رسل ربنا بالحق.

ہمیشہ کی سعادت اور دائمی نجات انبیائے کرام (اللہ پاک کی ان پر رحمتیں ہوں اور خاص طور پر تاجدار کائنات علیہ ﷺ پر) کی متابعت میں وابستہ ہیں۔ اگر بالغرض ہزارہا سال تک عبادت کی جائے، کٹھن ریاضتیں اور سخت مجاھدے بجالائے جائیں مگر جب تک ان بزرگواروں کی تابعداری کے نور سے منور نہ ہوں تو دوپہر کے سونے کے ساتھ (قیلولہ) جو سراسر غفلت اور بیکاری ہے لیکن ان بزرگواروں کے حکم سے واقع ہوا ہو تو ان کو برابر نہیں جانتے بلکہ ان کو صاف میدان کے سراب کی طرح جانتے ہیں اور ان کو جو کے بدلے بھی نہیں خریدتے۔ خداوند جل شانہ کی کمال عنایت یہ ہے کہ تمام شرعی تکلیفوں اور دینی امروں میں بڑی آسانی اور سہولت کو مد نظر فرمایا ہے۔ مثلاً دن رات کے آٹھ پہر میں سترہ رکعت (فرض) نماز کا ہمیں حکم دیا ہے ان کو ادا کرنے کا وقت ایک گھنٹہ کے برابر نہیں بنتا۔ اس کے علاوہ قرات

Marfat.com

کے معاملے میں جس قدر آسانی اور سہولت ہو' اسی پر کفایت کی ہے۔ اگر قیام مشکل ہو تو قعود تجویز کیا ہے اور اگر قعود بھی مشکل ہے تو پہلو کے بل لیٹ کر ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور جب رکوع اور سجود پہلو کے بل لیٹ کر ادا کرنا مشکل ہو تو ایماء و اشارہ کا ارشاد کیا ہے۔ (یعنی اشاروں کے ساتھ نماز ادا کی جائے)

وضو میں اگر پانی کے استعمال پر قدرت نہیں تو تیمم کو اس وضو کا خلیفہ بنایا ہے اور زکوۃ میں چالیسویں حصے میں ایک حصہ فقراء اور مساکین کیلئے مقرر فرمایا ہے اور اس کو بڑھنے والے اور چرنے والے جانوروں پر منحصر کیا ہے۔

تمام عمر ایک ہی حج فرض کیا ہے اس کے علاوہ سواری' خرچ اور راستے کے امن کو اس کیلئے شرط قرار دیا ہے۔

مباح کے دائرہ کو وسیع کیا ہے۔ چار عورتیں نکاح کے ساتھ اور لونڈیاں جس قدر چاہیں مباح فرماتی ہیں۔ طلاق کو عورتوں کی تبدیلی کا وسیلہ بنایا ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء میں بہت زیادہ اشیاء کو مباح اور بہت تھوڑی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ یہ حرام قرار دینا بھی بندوں کے فائدے اور بہتر کیلئے ہے۔

مثلاً شراب کو جو بد مزہ اور پر خور ہے اس کو حرام کیا ہے' تو اس کے عوض بے شمار فائدہ مند خوشذائقہ اور خوشبودار شربتوں کو مباح کیا ہے۔

عرق لونگ اور عرق دار چینی باوجود ان کے خوش مزہ اور خوشبودار ہونے کے اس قدر فائدے اور منافع ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ بھلا کڑوی' بد مزہ' تند بو' بد خو' ہوش کو دور کرنے والی اور پر خطر چیزوں کو خوشبودار اور خوشگوار چیز سے کیا مناسبت؟ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اس کے علاوہ وہ فرق جو حلال و حرام ہونے کے باعث پیدا ہوتا ہے وہ جدا ہے اور وہ تمیز جو خدا تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی نا

Marfat.com

رضامندی کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ الگ ہے۔

اور اگر بعض ریشمی کپڑوں کو حرام کیا ہے تو کیا ڈر ہے جب کہ کتنی قسم کے زیب و زینت والے کپڑے اس کے عوض حلال کئے ہیں۔ پشمینہ کا لباس جو عام طور پر مباح کیا ہے' ریشمی لباسوں سے کئی درجے بہتر ہے۔ باوجود اس کے کہ اس ریشمی لباس کو عورتوں کیلئے جائز فرمایا ہے' کہ اس کے نفع مردوں کو ہی پہنچتے ہیں۔

یہی حال سونے اور چاندی کا بھی ہے کہ ان سے عورتوں کے زیور بنتے ہیں اور یہ بھی مردوں کے فائدے کیلئے ہی بنتے ہیں۔ اگر کوئی بے انصاف اس آسانی اور سہولت کے شرعی احکام کو مشکل اور دشوار جانے تو وہ دلی مرض میں مبتلا اور باطنی بیماری میں گرفتار ہے۔

بہت سے ایسے کام ہیں جن کا کرنا تندرست آدمیوں پر نہایت آسان ہے۔ لیکن کمزوروں پر نہایت ہی مشکل ہے۔ دل کی مرض ہے۔ مراد آسمان سے نازل ہونے والے احکام (شریعت) پر دلی یقین کا نہ ہونا ہے۔ اور تصدیق کے حاصل ہونے کی علامت یہ ہے۔ کہ شرعی احکام بجالانے میں آسانی ہو۔

وبدونها خرط القتاد. ورنہ بے فائدہ رنج ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كبر على المشركين ماتدعوهم اليه الله يجتبى اليه من يشاء ويهدى اليه من ينيب.

مشرکوں پر بہت بھاری ہے وہ بات جس کی طرف آپ ﷺ ان کو بلاتے ہیں۔ اللہ پاک اپنے رسولوں میں جسے چاہتا ہے چن

Marfat.com

لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع
کرتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت
دیتا ہے۔

(مکتوب ۱۹۱' دفتر اول)

عبادت کیوں کریں؟

مسجدیں بن رہی ہیں' مدرسے بن رہے ہیں۔ اداروں کی دنیا بسائی جا رہی ہے۔ جامعات کی نیو اٹھائی جا رہی ہے۔ گلی گلی مسجد' نکڑ نکڑ مدرسے' قدم قدم جامعات' ڈگر ڈگر ادارے' اذانوں کی صدائیں آ رہی ہیں۔ قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی نوائیں آ رہی ہیں۔ نمازوں پہ نمازیں پڑھی جا رہی ہیں۔ مسجدوں پہ سجدے کئے جا رہے ہیں۔ روزوں پہ روزے رکھے جا رہے ہیں۔ زکوتوں پر زکوتیں دی جا رہی ہیں۔ حجوں پر حج کئے جا رہے ہیں لیکن معاشرہ ہے کہ بگڑ رہا ہے۔ افراد ہیں کہ بکھر رہے ہیں۔ فحاشی ہی فحاشی' عریانی ہی عریانی' بے حیائی ہی بے حیائی' تباہی ہی تباہی' فکر مر رہی ہے۔ تحرک ختم ہو رہا ہے۔ جمود بڑھ رہا ہے۔

عجم کے لالہ زاروں میں کوئی رومی کیوں نہیں اٹھتا؟

کبھی ہم نے سوچا کہ پہلے اتنی تعمیر مساجد نہ تھی لیکن تعمیر انسان بہت تھی۔ اب تو بہت مساجد بن چکی ہیں اب تو بہت سے انسان نکلنے چاہیے تھے۔ پہلے مدرسوں کی اتنی بہتات نہ تھی جتنی اب ہے۔ لیکن اب کوئی رومی و جامی عجم کے لالہ زاروں سے نہیں اٹھتا۔

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گل ایراں وہی تبریز ہے ساقی

کبھی ہم نے غور کیا کہ ہم نماز پڑھ رہے ہیں۔ تو نماز کا مقصد کیوں پورا نہیں ہو رہا۔ نماز کا مقصد ہے 'بے حیائی اور ہر برے کام سے روکنا' (ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر) نماز پڑھنے سے ہم بے حیائی سے نہیں رکتے بلکہ نماز ہمیں بے حیائی سے روک دیتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ نمازیں پڑھی جارہی ہیں' اذانیں دی جارہی ہیں' سجدے ہو رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ نماز ہمیں بے حیائی سے روک نہیں رہی؟ ایسا تو نہیں کہ نماز نے بے حیائی کے ساتھ سودا-Com) (promise کر لیا ہو۔ نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا' پھر یا تو ہماری نمازوں میں نقص ہے یا ہم میں کوئی نقص ہے؟ کہ وہ فوائد و ثمرات سمیٹ نہیں پا رہے۔

یہی حال روزوں کا ہے۔ روزوں کا مقصد ہے' حصول تقویٰ۔ روزے اس لئے رکھے جاتے ہیں تاکہ اس سے تقویٰ حاصل ہو جائے۔ ہم تقویٰ کی دولت سے بہرہ ور ہوں۔ لیکن کبھی ہم نے سوچا کہ ہم میں سے ہر شخص نے کتنا روزوں کا مقصد پایا ہے؟ ہم میں سے کچھ تو نوخیز کلیاں ہیں۔ کچھ کھل کر گلاب ہو گئے۔ کوئی اس سے آگے نکلے اور شباب ہو گئے۔ کوئی نوجوانی کی حدوں کو پہنچے اور کوئی جوانی کی سرحدوں کو پھلانگ گئے۔ کسی نے بوڑھاپے پر دستک دی اور کوئی ارذل عمر کی حدیں بھی پار کر گئے اور کچھ ٹانگیں لٹکائے 'آنکھیں اٹھائے' موت کے منتظر بیٹھے ہیں۔ ہر ایک کی زندگی کی کتنی بہاریں بیت گئیں۔ کتنے موسم گذر گذر گئے۔ کتنے رمضان کے ساون ہر برس 'برس برس گئے لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو تقویٰ کا قلزم پا گئے۔ قلزم تو رہا قلزم' ہم تو قطرے قطرے کی دید کو بھی ترسے ہیں۔ یہی حال دوسری عبادات کا بھی ہے۔

Marfat.com

فکر مر گئی، یقین لٹ گیا

سوال یہ ہے کہ ہماری عبادتیں ہمیں مقصد کیوں نہیں دے رہی؟ اس کے پیچھے وہ درماندہ فکر کارفرما ہے۔ جس نے ہمیں سکھایا ہے کہ ہم اعمال کے ذمہ دار ہیں، مشائخ کے ذمہ دار نہیں۔ ہمارا کام عمل کرنا ہے۔ نتیجہ ہمیں اس دنیا میں ملے نہ ملے، یہ ہماری ذمہ داری نہیں بلکہ اس کا نتیجہ آخرت میں ملے گا۔

حیرت کی بات ہے کہ نماز میں اس جہاں میں پڑھیں اور سارا نتیجہ دوسرے جہاں میں ملے۔ عمل سارے کا سارا یہاں اور جزا ساری کی ساری وہاں جب اِس دنیا میں بیج کے نمو کے آثار نظر نہیں آتے تو اُس دنیا میں لہلہاتی فصل کہاں آئیگی؟

عبادتیں اسی دنیا میں نتیجہ دیتی ہیں۔ اگلی دنیا اس دنیا کا نتیجہ نہیں، انعام ہے، فضل ہے۔ اور فضل و انعام مزدوری پر نہیں اجرت کے سوا دیا جاتا ہے۔ قوموں پر جب زوال آتا ہے تو قومیں اپنے مقصد بھول جاتی ہیں۔ حتی کہ بامقصد چیزوں کے مقصد بھی بھول جاتی ہیں اور وہ بامقصد چیز بھی اپنا مقصد کھو دیتی ہے بلکہ ہم اس مقصد سے محروم ہو جاتے ہیں۔

مقصدیت کا حصول یقین پیدا کرتا ہے اور یہ یقین نتائج کو اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا دیکھ پیدا ہوتا ہے۔ یہی نتائج جب مشاھدے کی بھٹی سے گذرتے ہیں تو یقین بن جاتے ہیں۔

امت مسلمہ تو ہے مشاہدے والی امت، دیکھنے والی امت بلکہ دکھانے والی امت، اس امت کے قائد شہید مشاہدہ کرنے والے، دیکھنے والے اور دیکھ کر دکھانے والے۔

Marfat.com

وجئنا بك علی ھولاء شھیداً.
(النساء :۴۱)

ہم آپ ﷺ کو ان سب گواہوں (دیکھنے والوں) پر گواہ بنا کرلائیں گے۔

اس امت کے سالار کے ہمراز بھی شہید تھے۔ دیکھنے والے تھے دکھانے والے تھے۔ جان دوعالم ﷺ نے ایک موقع پر اپنے صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کو فرمایا تھا۔

انتم شھداء اللہ فی الارض.

تم (صحابہ کرامؓ) زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔

(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۸۳)

پھر تاجدار کائنات کے توسط سے امت کا ہر فرد دیکھنے والا بن گیا۔

وکذالك جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شھداء علی الناس .
(البقرۃ : ۱۴۳)

اور اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔

یہ جو ہر شخص مشاہدہ والا بنا یہ فیضان تھا جان دوعالم ﷺ کا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے ہر موجود شخص کو دیکھنے والا بنادیا۔ اور دولت مشاہدہ سے ہمکنار کردیا۔

الا لیبلغ الشاهد منکم الغائب۔
(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۱)

تم میں جو آج موجود ہیں دیکھ رہے ہیں وہ ان لوگوں تک جو موجود نہیں۔ دیکھ نہیں رہے ان تک میرا پیغام پہنچا دیں۔

جادہ پیمائی کیسے ہو؟

یہ بات درست ہے کہ امت مسلمہ کے زوال کی وجہ یہ ہے کہ اس نے احکام اسلام کی پیروی چھوڑ دی۔ تعلیمات اسلام پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں چھوڑ دیا۔ میں کھانا کھا رہا ہوں اور وہ کھانا میری بھوک مٹا رہا ہے۔ مجھے سیر کر رہا ہے، تو وقت پیاس میں پانی استعمال کرتا رہوں گا۔ لیکن اگر کھانا بھوک مٹانا چھوڑ دے، پانی سے پیاس کے بجھنے کا احساس مٹ جائے تو پھر کوئی بھی کھانا نہیں کھائیگا۔ کوئی بھی پانی نہیں پیئے گا۔

جب ایک شخص دیکھتا ہے کہ نماز پڑھ رہا ہے لیکن اس کی نماز حضور سے خالی ہے۔ اس کی زندگی میں اثرات مرتب نہیں کر رہی۔ روزے رکھ رہا ہے، لیکن روزوں کا اثر اس کی زندگی میں نظر نہیں آرہا۔ تو وہ بد دل سا ہو جاتا ہے۔ اس کی یہ بے دلی، بے کلی میں بدل جاتی ہے۔ اور بالآخر وہ عبادات سے منہ موڑ لیتا ہے۔

لیکن جب اسے عبادت میں اثرات کا مشاہدہ ہو۔ عبادتوں میں اثر دیکھے تو وہ ان کی طرف کھچا کھچا چلا آئیگا۔ یہی دولت یقین ہے، جس کا تقاضا حضرت ابراہیم علیہ السلام رب سے کر رہے ہیں۔

Marfat.com

رب ارنی کیف تحی الموتیٰ قال اولم تومن' قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی. (البقرۃ:۲۶۰)	(حضرت ابراہیم بولے) اے میرے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ فرمایا کیا آپؑ اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ عرض کی کیوں نہیں لیکن میں اطمینان قلبی کیلئے ایسا چاہتا ہوں۔

چنانچہ اللہ پاک نے پرندوں کی موت اور زندگی کے مظاہر ان کی نگاہوں کے سامنے ان کو دکھا دیے۔

وکذالك نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض ولیکون من الموقنین. (الانعام:۷۶)	اسی طرح ہم نے ابراہیم کو زمین و آسمان کی بادشاہتیں دکھائی تاکہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائیں۔

اسی لئے امت مسلمہ کو شروع دن سے یہ حکم دیا گیا تھا۔

واعبد ربك حتی یاتیك الیقین. (الحجر:۹۹)	تو اپنے رب کی عبادت کرتا رہ یہاں تک کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے۔

اس ''یقین'' سے لکھنے والوں نے مراد موت لی ہے۔ موت بھی اس کا معنی ہے۔ لیکن وہ اس کا مجازی معنی ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جب حقیقی معنی متعدد ہو تو

مجازی معنی مراد لیتے ہیں اور یہاں یقین کا حقیقی معنی مراد لینے میں کوئی تقذر نہیں۔

یقین پیدا کر اے غافل!

جب عمل یقین کی مستحکم بنیادوں پر استوار ہوتا ہے تو وہی عمل مقبولیت کے در دیکھتا ہے۔ گھر دکھاتا ہے اور وہ کچھ دکھاتا ہے کہ پھر کسی اور کو دیکھنے کی حاجت نہیں رہتی۔ پھر مشاہدہ یار میں کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے ہیں لیکن تکلیف کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ پوری رات ایک سجدے میں بیت جاتی ہے اور سجدہ بھی پورا ادا نہیں ہوتا۔ بلکہ رب سے شکوہ ہوتا ہے کہ مولا تیری راتیں اتنی چھوٹی ہیں کہ تیری محبوب ﷺ کی لخت جگر کا ایک سجدہ بھی پورا نہیں کرنے دیتی۔ کہیں تہجد میں کھڑے مجدد وقت کو پکارا جاتا ہے کہ رات بیت گئی صبح ہوا چاہتی ہے۔

یہ سب کرشمے یقین کے ہیں یہ سب کرامتیں یقین کی ہیں۔ یقین سے کی گئی عبادت لذتوں کا وہ مخزن ہے جو ہر آن بڑھتا ہی رہتا ہے اور کسی لمحے نہیں گھٹتا۔

آج کے دور پریشان میں لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے کیلئے عبادتوں کے یہی رنگ ڈھنگ سکھانے ہوں گے۔ انہیں عبادت کے یہی طور اطوار دکھانے ہوں گے اس دور کی ظلمت کو مٹانے کیلئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ایسا ہی چراغ جلانے کا فرمایا ہے۔

شیخ درویش کی جانب سے لکھے گئے مکتوب سے اقتباس ”حق سبحانہ و تعالیٰ بحضور سید المرسلین ﷺ کے طفیل ہم مفلسوں کو حقیقت ایمان سے مشرف فرمائے۔ جس طرح انسانی پیدائش سے عبادت ماموره کا ادا کرنا مقصود ہے ویسے ہی عبادت ماموره کے ادا کرنے سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے۔ (اس یقین کا حاصل ہونا) یہی ایمان کی حقیقت ہے اور آیت کریمہ

Marfat.com

واعبد ربك حتیٰ یاتیك الیقین. | اپنے پروردگار کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے۔

اسی مطلب کی طرف اشارہ کر رہی ہے کیونکہ کلمہ "حتی" جس طرح غایت ونہایت کیلئے آتا ہے۔ اسی طرح سببیت اور علیت کیلئے بھی آتا ہے۔ اس طرح گویا آیت کریمہ میں "حتی یاتیك الیقین" کا مطلب

لاجل ان یاتیك الیقین. | یعنی عبادت اس لئے کرتا کہ تجھ کو یقین حاصل ہو جائے۔

ہوگا

گویا وہ ایمان جو عبادت کے ادا کرنے سے پہلے ہے وہ صرف ایمان کی (ظاہری) صورت ہے نہ کہ ایمان کی حقیقت (ایمان کی حقیقت وہ ہے) جس کی تعبیر "یقین" سے کی گئی ہے۔

اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں۔

یاایھاالذین امنوا امنوا. | اے ایمان والو ایمان لاؤ۔

اس کا مطلب ہے۔

ای الذین آمنوا صورۃ "آمنوا باداء لوظائف المامورۃ. | یعنی جو ظاہری ایمان لائے ہو وظائف مامورہ ادا کرنے پر ایمان لاؤ۔

اور فناء وبقاء سے کہ جس کے حاصل ہونے سے مراد ولایت ہے صرف یہی یقین مقصود ہے۔ (مکتوب نمبر ۷۹، دفتر اول)

Marfat.com

ایصال ثواب

دو ساتھی اکٹھے رہتے ہیں۔ کھاتے پیتے اکٹھے ہیں۔ چلتے پھرتے اکٹھے ہیں۔ زندگی کے دکھ سکھ میں ایک دوسرے کے شریک رہتے ہیں۔ بڑی محبت ہے ان کے درمیان۔ بڑا پیار ہے ان کے بیچ۔ یہ ساتھ بھائی کا بھی ہو سکتا ہے۔ بہن کا بھی ہو سکتا ہے۔ والدین کا بھی ہو سکتا ہے۔ اعزہ اقارب کا بھی ہو سکتا ہے۔ دوست احباب کا بھی ہو سکتا ہے۔ ساتھ کیسا ہی ہو۔ ساتھ ' ساتھ ہی ہوتا ہے۔ نوعتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ کیفیتیں مختلف ہو سکتیں ہیں۔ تعلقات مختلف ہو سکتے ہیں۔ حالات مختلف ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان سب اختلافات کے باوجود ساتھ پھر ساتھ ہوتا ہے۔ ان سنگتوں کے جلو میں چلتے چلتے کوئی ہم سفر ہم سے بچھڑ جاتا ہے۔ کوئی راہی اپنی راہیں جدا کر لیتا ہے۔ کوئی ہم سے ٹوٹ جاتا ہے۔ چھوٹ جاتا ہے۔ اس زندگی میں اگر یہ کام اختیار کے ساتھ ہو تو کتنا دکھ ہوتا ہے؟ کتنا دھچکا لگتا ہے۔ لیکن اگر بچھڑنے والا' جدا ہونے والا' خود بے بسی کے آنسو بہاتا' ہم سے بچھڑ رہا ہو تو ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں اور بالخصوص اس حالت میں جب انسان کے پیارے اس کے اپنے ہاتھوں میں اس کی نگاہوں کے سامنے' اس سے بچھڑ جاتے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے رہنے والے' آنکھوں میں رہنے والے' آنکھوں کے سامنے ہی' آنکھیں موند لیتے ہیں۔ ہمیں سنانے والے' ہماری سننے والے' ہمیں سناتے سناتے' اچانک چپ ہو جاتے ہیں۔ پھر بلائے بھی نہیں بولتے' کتنا جان لیوا ہے یہ منظر؟ کتنا دلآویز ہے یہ حادثہ؟ کہ انسان کے نہ چاہتے ہوئے بھی کوئی اس کے پیارے کو اس کی بانہوں سے چھین لے جاتا ہے۔ اس کی نگاہوں کے سامنے اچک لے جاتا ہے۔ جانے والا بھی بے بس' رہنے والا بھی بے بس' اب جس نئی منزل کو چلا ہے اسے پھر ہماری ضرورت

Marfat.com

پڑ گئی۔ اور ہم اس کی ضرورت بدل و جاں پوری کرنے لگے۔ یوں تعلق کی نئی راہیں کھل گئیں۔ رابطوں کی ایک نئی دنیا آباد ہو گئی۔ جو اس دنیا سے بڑی مختلف ہے۔ بے کسی کے عالم میں جانے والا یادوں کے دریچے کھول کر پلٹ آیا۔ ہم اس کی سیوا کرنے لگے۔ اور وہ خوش و خرم ہو گیا۔ اور ہماری روح بھی انباط سے بھر گئی۔ اس دنیا سے بچھڑنے پر جس چیز نے بچھڑنے والے سے تعلق جوڑا۔ وہ رہ جانے والے کی طرف سے عبادت ہے' صدقہ ہے' انفاق ہے اور اسے ہی ایصال ثواب کہتے ہیں۔

فریادرس محبتیں خریدتا ہے

یہ ایک انسان کا دوسرے انسان پر اخلاقی فرض بھی ہے۔ معاشرتی تقاضا بھی ہے اور دینی فریضہ بھی۔ کتنی بے حسی اور بے وفائی کی بات ہے کہ ایک شخص مدت مدید تک ہمارے درمیان رہے اور جب مجبوری کی بناء پر لمحہ جدائی آجائے تو اسے یوں بھول جائیں جیسے کبھی آشنائی ہی نہ تھی۔ یوں فراموش کر دیں جیسے کوئی شناسائی ہی نہ تھی۔ جانے والا باپ بھی ہو سکتا ہے۔ جس کے احسانوں کے باعث ہماری گردن جھکی ہوئی ہو۔ جانے والی ماں بھی ہو سکتی ہے جس کے خون جگر سے ہم نے نمو پائی۔ جانے والی ایک بہن بھی ہو سکتی ہے جس کے پاکیزہ جذبات سے ہم زندگی کے معرکوں میں سرخرو ہوئے ہوں ۔ جانے والا ایک بھائی بھی ہو سکتا ہے جس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ہم نے زندگی کی سیڑھیاں چڑھی ہوں۔ جانے والا ایک بیٹا بھی ہو سکتا ہے۔ جس کی محبت سے ہم نے زندگی میں زندگی پائی ہو اور جانے والا وہ دوست بھی ہو سکتا ہے۔ جس کی سنگت میں ہم نے زندگی کی رعنائی پائی ہو۔

کیا ان سب کی محبتوں' چاہتوں اور پیار کا خراج یہی ہے کہ ان کے نظروں سے اوجھل ہو جانے پر انہیں فراموش کر دیا جائے؟ اگر ایسا ہے تو بڑی بدنصیبی کی

بات ہے۔ قومیں جب احساسات سے عاری ہو جائیں۔ جذبات سے خالی ہو جائیں تو بے حسی کے ایسے ہی جذبات پال لیتی ہیں۔ ہمیں زندہ ہونے کا ثبوت دینا چاہیے۔ اپنی گفتار سے اپنے کردار سے 'اپنے عمل سے اپنے افکار سے اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا ہو جو ہمیں ایسا کرتے دیکھ رہے ہیں ناں وہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی کریں گے۔

ڈوبتے شخص کو بچانے والا بڑی بڑی ہمدردیاں جیت لیتا ہے اور کسی فریادی کی فریادرسی کرنے والا بڑی بڑی محبتیں خرید لیتا ہے

اسی اہمیت کے پیش نظر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اس جانب بھی متوجہ کر رہے ہیں ملاحظہ ہو۔

جو احسان کر گیا اس پر احسان کرو

مرزا علی جان کو لکھا گیا مکتوب مبارک :

حق تعالیٰ آپ کو شریعت کے راستے پر استقامت بخشیں۔ آدمی کو" کل نفس ذائقة الموت "(ہر نفس نے موت کا مزا چکھنا ہے) کے موافق حالات سے چارہ نہیں۔ پس وہ شخص کیسا ہی مبارک ہے۔ جس کی عمر لمبی ہوتی اور اس کے نیک عمل بہت ہوتے۔ یہی موت ہے جو مشتاقوں کو تسلی دیتی ہے اور ایک دوست کو دوسرے دوست کے پاس پہچانے کا وسیلہ بنتی ہے۔

من کان یرجوالقاء الله فان اجل الله لات.	جو شخص بھی اللہ پاک کی ملاقات کی امید رکھتا ہے جان لے بے شک اللہ کا وعدہ آنے والا ہے۔

ہاں پیچھے رہنے والوں اور گرفتاروں کا حال مطلب یافتہ اور آزاد لوگوں کی حضور کی دولت کے بغیر خراب وابتر ہے۔ آپ کے ولی نعمت مرحوم کا وجود اس وقت

Marfat.com

بہت غنیمت تھا۔ آپ پر لازم ہے کہ احسان کے بدلے احسان کریں۔ دعا اور صدقہ سے ہر گھڑی ان کی مدد کریں کیونکہ

فان المیت کالفریق ینتظر دعوۃ تلحقه' من اب اوام او صدیق.	میت ایک ڈوبنے والے کی طرح ہوتی ہے وہ دعا کی منتظر رہتی ہے جو اسے ماں! باپ یا دوست کی طرف سے آئے۔

نیز چاہیے۔ کہ ان کے مرنے سے اپنی موت کی عبرت پکڑیں' اور ہمہ تن اپنے آپ کو خدا کی مرضیات کے سپرد کریں۔ دنیا کی زندگی کو دھوکے اور فریب کے اسباب سمجھیں۔ اگر دنیاوی عیش و آرام کا کچھ بھی اعتبار ہوتا تو اللہ پاک بدکار کفار کو بال برابر حصہ بھی عنایت نہ فرماتے۔

(مکتوب نمبر ۸۹' دفتر اول)

جو گذر گئے ان کو تحفے دو

پرگنہ مسکن کے قاضیوں کی طرف لکھا گیا اسی مضمون کا ایک اور مکتوب مبارک۔

''وہ مصیبت جو مغفرت پناہ کے فوت ہونے سے پہنچی' اگر بہت سخت اور مشکل ہے لیکن مقام بندگی ہے۔ مولائے پاک کے فعل پر راضی ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس نے بندوں کو یہاں رہنے کیلئے نہیں بھیجا۔ بلکہ کام کرنے کیلئے بھیجا ہے ۔ پس وہ کام کرنا چاہیے۔ اگر کام کر کے گیا تو کوئی ڈر نہیں بلکہ وہ بادشاہ ہے۔ اور

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب	موت ایک پل ہے جو محبوب کو محبوب سے ملاتی ہے۔

Marfat.com

اسی کی شان میں آیا ہے۔

چلے جانے پر مصیبت نہیں بلکہ جانے والے کے حال پر ہے کہ دیکھیے مولائے قدوس اس کے ساتھ کیا معاملہ فرماتے ہیں۔ دعا و استغفار اور صدقہ سے ان کی امداد کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

میت قبر میں فریاد چاہنے والے تمریق کی طرح ہوتی ہے۔ اور اس دعا کی منتظر رہتی ہے جو اس کو باپ' ماں' بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے۔ پس جس وقت اس کو یہ دعا پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک دنیا و مافیھا سے بہتر ہوتی ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ زمین پر رہنے والوں کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑوں جتنی رحمت فرماتا ہے۔

بے شک زندوں کا مردوں کیلئے تحفہ ان کیلئے مغفرت مانگنا ہے۔

(مکتوب ۱۰۴' دفتر اول)

جو مر کر امر ہو گئے' انہیں یاد کرو

ایصال ثواب کے عنوان سے ایک اور مکتوب مبارک جو شرف الدین حسین بدخشی کی طرف لکھا گیا۔

"رنج و مصائب اگرچہ تلخ اور جسم کو تکلیف دینے والے ہیں۔ لیکن باطن میں شیریں اور روح کو لذت بخشنے والے ہیں۔ کیونکہ جسم اور روح ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں۔ ایک کے رنج میں دوسرے کی لذت ہے۔ وہ پست فطرت جو ان دو ضدوں اور ان کے لوازم کے درمیان تمیز نہیں کر سکتا۔ وہ بحث سے خارج ہے اور باہم مخاطب ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا۔

Marfat.com

اولئك كالا نعام بل هم اضل. یہ لوگ چوپایوں کیطرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے ہیں۔

؎ اگر از خویشتن چوں نیست جنیں
چہ خبردارد از چنان و چنیں
ترجمہ...... جس کو اپنی خبر نہیں ہے بھلا
حال وہ غیر کا جانے گا کیا؟

وہ شخص جس کی روح تنزل کر کے مرتبہ جسم میں آٹھہری ہو اور اس کا عالم امر' عالم خلق کے تابع ہو گیا ہو' وہ اس معمہ کے بھید کو کیا جانے ؟ جب تک روح اپنے اصلی مقام میں نہ لوٹے اور امر خلق سے جدا نہ ہو جائے اس معرفت کا جمال جلوہ گر نہیں ہوتا۔ اس دولت کا حاصل ہونا موت سے وابستہ ہے' جو اجل مسمی یعنی وقت مقررہ سے پہلے حاصل ہوتی ہے۔ مشائخ طریقت قدس سرہم نے اس کو فنا سے تعبیر کیا ہے۔

؎ خاک شو خاک تا بروید گل
کہ بجز خاک نیست مظہر کل
ترجمہ...... خاک ہو خاک تاکہ اگیں سب پھول
خاک مظہر ہے کل کا' مت بھول

جو شخص مرنے سے پہلے نہیں مرا' مصیبت تو اس کیلئے ہے۔ اور اسی کی ماتم پرسی بجا لانا چاہیے۔ آپ کے والد مرحوم کے انتقال کی خبر جو نیک نامی میں مشہور تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طریقے کو مدنظر رکھتے تھے۔ واقعی مسلمانوں کے غم واندوہ کا موجب ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ ہی کیلئے

ہیں اور اسی کی طرف جانے والے ہیں۔)

میرے فرزند! طریق صبر کو اختیار کر کے صدقہ دعا و استغفار سے آگے گئے ہوؤں کی مدد و معاونت کریں۔ کہ مردوں کو زندوں کی امداد کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے۔

ما المیت الا کاالفریق المتغوث ینتظر دعوتاً تلحقه من اب او ام او اخ او صدیق فاذالحقة کان احب الیه من الدنیا وما فیها وان الله لیدخل علی اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال من الرحمة وان هدیة الاحیاء الی الاموات الاستغفارلهم

مردہ فریاد کرنے والے فریق کی طرح ہوتا ہے۔ جو اپنے ماں باپ بھائی یا دوست کی طرف سے دعا کا منتظر رہتا ہے۔ جب اس کو ان کی طرف سے دعا پہنچتی ہے تو اس کو وہ دعا دینا وما فیھا سے زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہے۔(اسی طرح حدیث شریف ہے) اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں پر پہاڑوں جتنی رحمتیں نازل فرماتا ہے (اور یہ بھی ہے کہ) زندوں کا ہدیہ مردوں کیلئے یہ ہے کہ اللہ پاک کی بارگاہ میں ان کیلئے استغفار کریں۔

باقی نصیحت یہ ہے کہ ہمیشہ ذکر و فکر میں رہیں۔ کیونکہ فرصت بہت تھوڑی

Marfat.com

ہے۔اس کو ضروری کاموں میں صرف کرنا چاہیے۔

(مکتوب نمبر ۱۵۹' دفتر اول)

ایصال ثواب کے متعلق اسی سے ملتے جلتے مضامین مختلف مکتوبات شریف میں درج ہیں۔ان کا درج کرنا تحصیل حاصل کے مترادف ہوگا۔اس لئے ان سے صرف نظر کرتے ہوئے اب اس نکتہ کی طرف توجہ دیتے ہیں کہ مردوں کو ایصال ثواب کا بہترین طریقہ کیا ہے۔اور ان کو کس طرح ثواب پہنچایا جائے تو بہتر ہوتا ہے۔

دیکھئے! حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ایصال ثواب کا طریقہ

ملا صالح ترک کی طرف لکھا گیا مکتوب مبارک۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ؁

ایک دن خیال آیا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں مردوں میں سے بعض کی روحانیت کیلئے صدقہ کیا جائے۔اسی اثناء میں ظاہر ہوا کہ اس نیت سے اس میت مرحوم کو خوشی حاصل ہوئی۔اور وہ خوش و خرم نظر آئی۔جب اس صدقہ کے دینے کا وقت آیا۔تو پہلے حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوۃ والسلام کی روحانیت کیلئے اس صدقہ کی نیت کی۔جیسا کہ اپنی عادت تھی۔بعد ازاں اس میت کی روحانیت کیلئے نیت کر کے دے دیا۔اس وقت اس میت میں ناخوشی اور اندوہ محسوس ہوا۔کلفت اور کدورت ظاہر ہوئی۔اس حال سے میں بہت متعجب ہوا۔اور ناخوشی اور کلفت کی کوئی وجہ ظاہر نہ ہوئی۔حالانکہ محسوس ہوا کہ اس صدقے سے اس میت کو بہت سی برکتیں پہنچی ہیں۔لیکن خوشی اور سرور اس میں ظاہر نہ ہوا۔ایک دن کچھ نقدی

آنحضرت ﷺ کی نذر کی اور اس نذر میں تمام انبیائے کرام کو بھی شامل کیا۔ اور ان سب کو آنحضرت ﷺ کا طفیلی بنایا۔ اور اس امر میں آنحضرت ﷺ کی مرضی اور رضامندی معلوم نہ ہوئی۔ اس طرح بعض اوقات میں جو درود بھیجتا تھا اگر اسی مرتبہ میں تمام انبیاء پر بھی درود بھیجتا' تو اس میں بھی آنحضرت ﷺ کی مرضی معلوم نہ ہوتی۔ حالانکہ یہ بات ثابت شدہ ہے۔ کہ اگر ایک کی روحانیت کیلئے صدقہ کر کے تمام مومنوں کو شریک کر لیں تو سب کو پہنچ جاتا ہے۔ اور اس شخص کے اجر سے بھی کچھ کم نہیں ہوتا' جس کی نیت پر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ

ان ربك واسع المغفرة. بے شک تیرا رب بڑی بخشش والا ہے۔

مدت تک یہ بات ایک مشکل بن کر دل میں کھٹکتی رہی۔ کہ اس صورت میں ناخوشی اور ناراضگی کی وجہ کیا ہے؟ آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ ظاہر ہوا' کہ ناخوشی اور کلفت کی وجہ یہ ہے۔ کہ اگر صدقہ مردہ کے نام پر کیا جائے۔ اور اس میں کسی کو شریک نہ بنایا جائے' تو مردہ اس صدقے کو ہدیہ اور تحفے کے طور پر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں لے جائیگا۔ اور اس کے وسیلے سے فیوض و برکات حاصل کریگا اور اگر صدقہ دینے والا خود آنحضرت ﷺ کی نیت کرے گا' تو میت کو کیا نفع ہوگا۔

شرکت کی صورت میں اگر صدقہ قبول ہو جائے' تو میت کو صرف اس صدقے کا ثواب ملے گا۔ اور عدم شرکت کے باعث اگر صدقہ قبول ہو جائے۔ تو نہ صرف میت کو ثواب ملے گا۔ بلکہ اس صدقہ کو بطور ہدیہ اور تحفہ کے تاجدار کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں لے جاکر فیوض و برکات حاصل کرے گا۔

اس طرح ہر شخص کیلئے کہ جس کو شریک کریں۔ یہی نسبت موجود ہے کہ شرکت میں ایک درجہ ثواب ہے۔ اور عدم شرکت میں دو درجے ثواب ہے۔ کہ اس صدقے کو مردہ اپنی طرف سے پیش کرتا ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی ہدیہ یا تحفہ جو کوئی غریب کسی بزرگ کی خدمت میں لے جائے۔ بغیر کسی شراکت کے اگرچہ طفیلی ہو تو اس کا خود تحفہ پیش کرنا بہتر ہے یا شرکت کے ساتھ ؟

کوئی شک نہیں کہ بغیر شرکت کے بہتر ہے۔ اور وہ بزرگ اپنے بھائیوں ساتھیوں کو اپنے پاس سے بدے۔ تو اس بات سے بہتر ہے۔ کہ یہ شخص بے فائدہ دوسروں کو داخل کرلے۔

اور یہ جو آنحضرت ﷺ کی آل و صحابہ کرام رضی اللہ عنھم جو آنحضرت ﷺ کے عیال کی طرح ہیں کو طفیل بنا کر آنحضرت ﷺ کے ھدیے میں داخل کیا جاتا ہے۔ پسندیدہ اور مقبول نظر آتا ہے۔ ہاں متعارف ہے۔ کہ ہدیات مرسولہ میں اگر کسی بزرگ کے ساتھ اسکے ہمسروں کو بھی داخل کریں تو اس کے ادب اور رضامندی سے دور معلوم ہوتا ہے۔ اگر اس کے خادموں کو طفیل بنا کر ہدیہ بھیجیں۔ تو اس کو پسند آتا ہے کیونکہ خادموں کی عزت اس کی عزت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ زیادہ تر مردوں کی رضامندی صدقہ کے افراد میں ہے نہ کہ صدقہ کے اشتراک میں۔ لیکن مناسب یہ ہے۔ کہ جب میت کیلئے صدقہ کی نیت کریں۔ تو پہلے ہی آنحضرت ﷺ کی نیت پر ہدیہ جدا کریں۔ اس کے بعد اس میت کیلئے صدقہ کریں کیونکہ آنحضرت ﷺ کے حقوق دوسروں کے حقوق سے بڑھ کر ہیں۔ اس صورت میں آنحضرت ﷺ کے طفیل اس صدقہ کے قبول ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔

Marfat.com

یہ فقیر مردوں کے صدقات میں جب نیت کو درست کرنے کیلئے اپنے آپ کو عاجز پاتا ہے۔ تو اس سے بہتر علاج کوئی نہیں جانتا کہ اس صدقہ کو آنحضرت ﷺ کی نیت پر مقرر کرے اور اس میت کو ان کا طفیلی بنائے۔ امید ہے ان کے وسیلے کی برکت سے قبول ہو جائیگا۔ علماء نے فرمایا ہے

آنحضرت ﷺ کا درود اگر سمع وریا سے بھی ادا کیا جائے۔ تو بھی مقبول ہے اور آنحضرت ﷺ تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر اس کا ثواب درود بھیجنے والے کو نہ ملے۔ کیونکہ اعمال کا ثواب نیت کے درست کرنے پر موقوف ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں مقبول و محبوب ہونے کیلئے بس بہانہ ہی کافی ہے۔

آیہ کریمہ

وکان فضل اللہ علیک عظیماً. آپ ﷺ پر اللہ پاک کا بڑا فضل ہے۔

آپ ﷺ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلم علی جمیع اخوانہ الکرام من الانبیاء والملائکۃ العظام الی یوم القیامۃ.

(مکتوب نمبر ۲۸، دفتر دوم)

ایصال ثواب کا ایک اور طریقہ

ایصال ثواب کے طریقے کے ذیل میں ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

"اس سے چند سال پہلے فقیر کا معمول تھا۔ کہ اگر طعام پکاتا تھا تو اھل عبا (چادر والے) کی ارواح پاک کو بخش دیا کرتا تھا۔ جس میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت امیرؓ، حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت امامینؓ کو ملا لیتا تھا۔ ایک رات فقیر

Marfat.com

نے خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ حاضر ہیں۔ فقیر نے سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ متوجہ نہ ہوئے اور فقیر کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر فقیر سے فرمایا کہ میں حضرت عائشہؓ کے گھر کھانا کھاتا ہوں۔ جس کسی نے مجھے طعام بھیجنا ہو۔ وہ حضرت عائشہؓ کے گھر بھیج دیا کرے۔

اس وقت فقیر نے معلوم کیا کہ حضور ﷺ کی توجہ شریف نہ فرمانے کا باعث یہ ہے۔ کہ فقیر اس طعام میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو شریک نہ کرتا تھا بعد ازاں حضرت صدیقہؓ بلکہ تمام ازواج مطہرات کے' جو سب اہل بیت ہیں' شریک کر لیا کرتا تھا۔ اور تمام اہل بیت کو اپنا وسیلہ بناتا تھا۔

(مکتوب ۳۶' دفتر دوم)

حضرت مجددؒ اور موسیقی

ڈھولک کی تھاپ پر ''وائلن کے ساز پر تھرکتے جسم' پھڑکتے بدن' دراز باہیں' شوخ نگاہیں۔ چہرے کتابی' ہونٹ شتابی' جذبات میں ہیجان' نہ اپنے کا عرفان' نہ پرائے کی پہچان' یہ رنگ ہے موسیقی کا' یہ ترنگ ہے موسیقی کی' یہ آن ہے موسیقی کی' یہ شان ہے موسیقی کی۔

پھر بھی حیرت ہے' ان لوگوں پر جو اس کا جواز ثابت کر رہے ہیں۔ تعجب ہے ان ہستیوں پر جو اس افیون کو ہوشیاری کا نام دے رہے ہیں۔ اور افسوس ہے۔ ان دانشوروں پر جو اس زہر کو تریاق ثابت کئے جا رہے ہیں۔ یہ وہ Slow Poi-son ہے جو آہستہ آہستہ نظروں سے اترتا ہے۔ رگ رگ میں بیٹھتا ہے۔ نس نس میں پھیلتا ہے۔ پھر دل' نظر' جان' جگر' سب بگڑ جاتے ہیں۔

کہنے والوں کو چھوڑیئے' کہنے والے کیا کیا نہیں کہتے؟ سب کچھ کہتے ہیں

اس دور میں ہر کوئی کہتا ہے۔ اپنی اپنی کہتا ہے۔ کسی کو دوسرے کے سننے کی فرصت ہی نہیں' بلکہ اپنے کہے ہوئے کو سننے کی بھی فرصت نہیں۔ اتنی عجلت ہو تو عقل رخصت ہو جاتی ہے۔ عقل عجلت کے پینڈے میں کبھی بھی نہیں ٹھہری۔ اور یہاں ہر کسی کو جلدی ہے اس جلدی میں ہر کسی کو جلدی پڑی ہے۔ اسی جلدی میں وہ جلد از جلد اپنی کہنا چاہتا ہے کیونکہ اسے پتہ ہے کہ اگر میں نے جلدی نہ کہی۔ تو پھر مجھے دوسرے کی سننی پڑے گی۔ اور اگر دوسرے کی سن لی تو میرے پاس کہنے کو کچھ نہیں رہے گا۔ بہت جلد کہنے کی اور ہر حال میں کہنے کی اور چپ نہ رہنے کی عادت ذھن و دماغ کے خالی ہونے کا پتہ دیتی ہے کہ

؎ جو بھی ظرف خالی ہے صدا دیتا ہے

کیا موسیقی انسان کی فطرت ہے؟

جنہیں بہت کچھ کہنے کا ضبط ہوتا ہے۔ ان کے ہاں الفاظ و معانی میں بہت کم ربط ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر انہیں لفظوں کو لیجئے کہ "موسیقی انسان کی فطرت ہے" ہر مظہر قدرت کی فطرت ہے۔ انسان کو دیکھ کبھی نہ کبھی' کہیں نہ کہیں' وہ کچھ نہ کچھ ضرور گنگنا رہا ہوتا ہے' انسان گنگناتا ہے' ضرور گنگناتا ہے۔ لیکن موسیقی کے رسیا جانے کیسے اس گنگنانے سے موسیقی کے گن گانے شروع کر دیتے ہیں؟ اپنے الفاظ کے بولوں کو موسیقی کے سر تالوں سے کیا نسبت؟ اس کے الفاظ کے زیر و بم کو ہارمونیم کے تاروں سے کیا تعلق؟

دوسری بات یہ گنگنانا انسان کی بہت سی عادتوں میں سے ایک عادت ہے۔ عادت ہونا اچھا ہونے کا معیار نہیں ہے۔ اچھا ہونے کا معیار اچھا ہوتا ہے۔ اگر عادت اچھی ہے' تو اچھی ہے۔ اگر بری ہے' تو بری ہے۔ ابھی اسی کا فیصلہ کر لو کہ

Marfat.com

گنگنانا اچھی عادت ہے یا بری؟

تیسری بات کہ گنگنانا' تو ایک فعل ہے۔ اور فعل کی نوعیت دیکھ کر ہی حکم لگتا ہے۔ جب وہ فعل واقع ہو گا تب حکم ثابت ہو گا۔ اب گنگنانے والے کے گن پر کان دھرو' کیا خبر؟ کہ وہ دھیمے لہجے میں قرآن پڑھ رہا ہو۔

انسان کا اپنا بولنا سروں کے ساتھ بولنے سے کیا مطابقت رکھتا ہے؟ کہنے کی بیماری میں حرف و معانی کا بگڑنا کوئی دیکھے؟

مظاہر فطرت سے موسیقی کی دلیل

اسی طرح ان لفظوں میں اور ان معنوں میں بھی کوئی مطابقت نہیں کہ ''پرندے فطرت کا شاہکار ہیں۔ چڑیوں کی چہچہاہٹ' مکھیوں کی بھنبھناہٹ' کوئل کی کو کو' فاختہ کی ہو ہو' غرض بہت سارے پرندوں کی بولیاں' ترنم کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں اور کیا ہم فطرت کے ان نغمہ کاروں کے نغموں سے اغراض کر لیں'' اگر یہ قدرتی نغمہ سننے میں حرج نہیں تو موسیقی میں کیا حرج ہے؟

الفاظ و معنی کے ربط سے بے ربط لوگوں کو کون بتائے؟ کہ فطرت کے نغموں میں اور نغموں کی فطرت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ بڑا تفاوت ہوتا ہے۔ اتنا تفاوت' جتنا دو ضدوں کا تفاوت ہے۔ جیسے زمین بولیں' تو عکس میں آسماں ہو۔ بہار کہیں' تو تصور میں خزاں ہو۔ صحرا سنائیں' اور تضاد میں تصور گلستان ہو۔ ایسا فرق ہے' نغموں کی فطرت اور فطرت کے نغموں میں۔ اس مفہوم کے فہم کیلئے بھی فہم چاہیے' سمجھ چاہیے۔

زوال جب کسی قوم کے آنگن میں بسیرا کرتا ہے۔ تو اس قوم کی ترجیحات بدل دیتا ہے۔ اعلیٰ مقاصد' اہمیت کھو دیتے ہیں۔ ادنیٰ خیال' سرمایہ افتخار بن جاتے

Marfat.com

ہیں۔ اونچی کو ہائیں پناہیں ڈھونڈتی ہیں۔ شاہین کی صفتیں کرگس کے خیال کی جہتیں بن جاتی ہیں۔ اچھا' برائن جاتا ہے احقر احقر مقام' اعظم اعظم نام رکھ لیتے ہیں۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

انسان کو ہی لے لیجئے۔ آج کا انسان زوال کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ یہ اشرف المخلوقات ہے۔ ہر مخلوق سے برتر' بڑے کا معیار بڑا ہوتا ہے۔ معیار وہی بنتا ہے۔ جو اپنے سے بہتر ہو' جو اپنے سے برتر ہو' پرندے' جانور اس سے بہتر نہیں ہیں' اس سے چھوٹے ہیں۔ اس سے کم تر ہیں۔ لیکن یہ زوال آشنا انسان اپنے اعمال کی تائید' ان کے افعال سے کرتا ہے۔ تعجب کی بات ہے ناں! جسے خود معیار ہونا تھا' وہ معیاروں کی تلاش میں پھر رہا ہے۔ آج کے انسان کو اپنی پہچان درکار ہے' اپنی شناخت کی تلاش ہے۔ بدقسمتی سے جو کہیں کھو گئی ہے۔

چلنا ہے راہوں میں تو رہوار بدلنے ہونگے
ہم کو معیاروں کے معیار بدلنے ہونگے

اگر ہمارے لیئے دلیل جانوروں کا عمل ہی ٹھہرا؟ تو پھر ہم میں اور جانوروں میں فرق کیا رہ گیا؟

موسیقی ایک علاج ؟

ایک اور دلیل! جدید سائنس کی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ موسیقی سے بہت سی بیماریوں کا علاج ممکن ہے۔ تو پھر کیوں نہ اسے بطور دوا استعمال کیا جائے؟ بلکہ حفظ ماتقدم کے طور پر پہلے ہی اس کے استعمال کو عادت بنالیں تاکہ وہ مخصوص امراض قریب ہی نہ پھٹکیں۔

Marfat.com

ہماری مثال اس مور کی ہے۔ جو جب اپنے پاؤں کو دیکھتا ہے تو شرما جاتا ہے ۔ حالانکہ اس کے خوبصورت پر اس کیلئے وجہ افتخار بھی ہیں۔ اسی طرح ہم بھی جب مغرب کی چکاچوند ترقی کو دیکھتے ہیں۔ اور پھر اپنی پسماندگی کو دیکھتے ہیں۔ تو شرما سے جاتے ہیں۔ بلکہ احساس کمتری میں ڈوب ڈوب جاتے ہیں۔

مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

بھولنے والی بات یہ بھی نہیں کہ ہم کیا تھے۔ لیکن یاد رکھنے والی یہ بات بہت ضروری ہے کہ ہم کیا ہیں؟ مغرب سے ہر آنے والی روشنی ہمیں بھلی لگتی ہے۔ اور ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ مغرب کی یہ ساری روشنی مشرق کی عطا کردہ......۔

مشرق سے سورج ابھرتا ہے' دن کو چمکاتا ہے۔ شام ہوتے ہی کسی اور سمت کسی اور دنیا کو نور افشاں کرنے چلا جاتا ہے۔ ادھر مغرب میں چاند کاسہ گدائی لیے سورج سے کرنوں کی خیرات مانگ رہا ہوتا ہے۔ وہ دن بھر دھوپ پیتا رہتا ہے اور رات کو چاندنی کی صورت میں انڈیل دیتا ہے۔ حدت لیتا ہے اور برودت دیتا ہے ۔ اندھیروں میں حیراں سرگرداں پھرنے والوں کو جب چاند کی ذرا سی چاندنی دکھائی دیتی ہے تو اس پر مر مٹتے ہیں۔ اور نہیں دیکھتے کہ مانگے کی روشنی کب تک رہے گی؟ اور جب مشرق سے سورج ابھرتا ہے۔ تو چاند موجود ہوتے ہوئے بھی موجود نہیں رہتا۔ لیکن جن لوگوں نے شب کے خمار سے نہ نکلنے کی قسم کھائی ہو نہیں سورج افشانی کی حقیقت کیا معلوم؟

یہی حال ہمارا ہے۔ مغرب کی ساری روشنی' ہمارے مشرق سے گئی ہے۔ ہم دنوں کا سفر کرتے کرتے' راتوں کے راہی بن گئے ہیں۔ اس لئے ہمیں مغرب

Marfat.com

کے چاند تو اچھے لگتے ہیں۔ لیکن اپنے سورج دکھائی نہیں دیتے۔ شپرہ چشمی بھی کوئی ہم سے سیکھے ؟ ہم روشنیوں کے راہنما' روشنیوں کے مسافر بن گئے۔ ہم دن کے اجالوں کے رھبر' رات کی تاریکیوں کے راہی بن گئے۔ ہم اجالے دکھاتے دکھاتے' اندھیرے دیکھنے لگ گئے۔ اوروں کو راہ دکھاتے دکھاتے' اوروں کی راہ دیکھنے لگ گئے۔

سچ کہا تھا صاحبزادہ مظہر کبیر نے کہ

ے
واللیل کی دنیا میں کہیں کھو نہ جائیں مظہر
والشمس کے اشراق کی مشتاق نگاہیں

مغرب کو ہم نے جو قابل قدر روایات دیں ہیں ان کی ہمیں قدر نہیں۔ اور مغرب جو بے قدر روایات ہمیں دے رہا ہے۔ ان کی ہمیں بڑی قدر ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ معلم' متعلم سے علم کی خیرات مانگ رہا ہے۔ استاد' شاگرد کی طرف کاسہ گدائی پھیلائے آگہی کا طلبگار ہے۔ لیکن اسے کچھ نہیں ملے گا۔ اگر لینا ہے' کچھ کرنا ہے۔ تو بس ایک کام کیجیے۔

ے
کھول آنکھ زمین دیکھ' فلک دیکھ' فضاء دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

مغربی سائنسی تحقیق تعصب پر مبنی ہے

مغرب کی سائنسی تحقیقات کا دائرہ تعصب کا دائرہ ہے۔ یہ بات ایک دھوکے اور سراب سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ کہ سائنس حقائق کا غیر جانبدارانہ مشاہدہ کر کے نتائج حاصل کرتی ہے۔ یہ بات کسی تعصب یا ضد کی بناء پر نہیں' بلکہ لاتعداد واقعات و دلائل کی موجودگی کی بناء پر عرض کی جارہی ہے۔ یہ

Marfat.com

موضوع اس کی تفصیل کا متحمل نہیں۔ ورنہ بے شمار ایسے حقائق آپ کے سامنے پیش کیے جائیں جو خود تعصب کے خول میں بند تحقیقات کے نام پر رقص کر رہے ہیں۔ لیکن ایک مثال پھر بھی دیکھ لیں۔

انسانی تحقیقات کا محور و مرکز مظاہر کائنات اور انسان ہے۔ انسان کی ابتدا کیسے ہوئی؟ یہ کن کن مرحلوں سے گزرا اور موجودہ صورت تک کیسے پہنچا؟ اس پر جو نظریہ سائنس نے پیش کیا۔ اسے Evalution Theory کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جسے چارلس ڈارون Charles Darwan نے پیش کیا۔ سائنس یہ کہتی نہیں تھکتی۔ کہ نظریہ' جب تک نظریہ ہے۔ اس کی کوئی جیثیت نہیں۔ جب تک کہ وہ تجربات سے گذر کر ثابت شدہ حقیقت نہ بن جائے۔ لیکن برا ہو اس تعصب کا کہ اس Theory کو ایک صدی گذر گئی۔ یہ ابھی تک ایک نظریہ ہی ہے۔ جو تجربات سے ثابت نہ ہو سکا۔ لیکن بیالوجی کی ساری بنیاد اسی نظریے پر قائم ہے۔ اسی لئے جب کچھ عرصہ پہلے امریکہ کی بعض ریاستوں میں اس نظریے کے باطل ہونے کے باعث اس کی تعلیم' تدریس اور اشاعت پر پابندی لگا دی گئی۔ تو سائنسدان چیخ اٹھے۔ کہ اس سے تو سائنس کے سارے نظریات ہی تلپٹ ہو جائیں گے۔

یہ تو فقط ایک مثال ہے۔ ہزاروں مثالیں اس حقیقت کا منہ چڑا رہی ہے۔

اس گرمی نے ہمیں ٹھنڈا کر ڈالا

جناب من! مغرب سے جو کچھ آئے' ضروری نہیں وہ سب صحیح ہو۔ مغرب والے جن کو اپنی لیبارٹریوں میں ثابت کر کے سچا کر دیں۔ ضروری نہیں کہ وہ سب سچا بھی ہو۔ سچائی کا معیار سچائی ہے۔ اور سچائی کو کسی دوسرے کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہمیں سچائی کے منبع نے ایک اصول دیا ہے۔

Marfat.com

ما جعل الله فی الحرام شفاء
کہ اللہ پاک نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔

تو کیا موسیقی حرام ہے؟ اور کیا! حرام نہیں تو کیا ہے؟ حرام ہی حرام ہے۔ اتنی شدت تو نہ کرو' اتنی سختی تو نہ کرو۔ اتنی سختی تو اسلام میں جائز نہیں؟ اچھا اگر اسلام مین جائز نہیں تو اور کہاں سختی جائز ہے؟ سختی تو کہیں بھی جائز نہیں۔ لیکن جہاں لوگ نرمی کا ناجائز استعمال شروع کر دیتے ہیں۔ وہاں سختی جائز ہو جاتی ہے۔ شاگرد ڈسپلن کی پابندی کر رہا ہو۔ تعلیم پر توجہ دے رہا ہو۔ کردار کے اخلاقی تقاضوں پر پورا اتر رہا ہو تو استاد کیلئے' (مربی کیلئے) نرمی فرض ہے۔ اور اگر حالت اس کے برعکس ہے تو پھر سختی شرط ہے۔ سختی کہیں بھی جائز نہیں ہوتی۔ حد سے بڑھی ہوئی نرمیاں اسے جائز بنا دیتی ہیں۔ اسلام نے بھی اس معاملے میں نرمی دی تھی۔ لیکن ہم نے کچھ زیادہ ہی گرمی دکھائی۔ نتیجتاً اب گرمی ساز تو ہے' گرمی افکار نہیں۔ گرمی تار تو ہے گرمی کردار نہیں۔ ہم اس کی وجہ سے اپنی بہت ساری سرگرمیاں بھول گئے۔ بلکہ اس گرمی نے تو ہمیں بالکل ٹھنڈا کر ڈالا۔ جو پڑھنے کی چیز تھی' وہ ہم سے چھوٹ گئی۔ جو سننے کی چیز تھی' وہ ہم سے رہ گئی۔ اور جو یاد رکھنے کی باتیں تھیں' بس وہ ہم بھول گئے۔ ہاں بھول گئے۔

وہ ذکر حسیں' رحمت کا امیں' کہتے ہیں جسے قرآن مبیں
دنیا کے نئے نغمے سیکھے' عقبیٰ کا ترانہ بھول گئے

سروں میں ڈوبے لوگوں نے بیدار حقیقتوں کو بھی سازوں کے خمار میں ڈبو دیا۔ سوز کی جگہ ساز نے لے لی۔ اور درد کی جگہ آواز نے لے لی۔ اس لئے آوازیں اور آہیں اثر کھو گئی ہیں۔

Marfat.com

؎ تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضاء میں اے انورؔ
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

سوز سے شجاعت آتی ہے اور ساز سے رافت اور رافت جب بھی عادت بنتی ہے۔ بڑے بڑے زرخیز دماغ تباہ کر گئی ہے۔ بچوں کا حد سے زیادہ شفقت پر بگڑنا، کس نے نہیں دیکھا؟

قرآن کو قرآن کی نظر سے پڑھو

کہنے والے کہتے ہیں اتنا بھی نہیں کہ یہ حرام ہے بلکہ اس کے جواز پر تو بے شمار کتابیں لکھی پڑی ہیں اور دلائل سے بھری پڑی ہیں۔

چھوڑیئے صاحب! کہنے والوں کو چھوڑیئے۔ کہنے والے تو بہت کچھ کہتے رہتے ہیں۔ البتہ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ اس کی طرف دیکھیے۔ ایک طرف ان کی کتابوں کو دیکھیے۔ دوسری طرف ایک کی 'ایک کتاب دیکھیے۔ بس اس کتاب کو پڑھیے۔ صاحب کتاب کو پڑھیے۔ بہت سی کتابوں سے جان چھوٹ جائیگی۔ یہ کتاب بہت سی دوسری کتابوں سے تمہیں بے نیاز کر دے گی۔

اس کتاب میں بڑے اصول ہیں۔ بڑی مشکلوں کے حل ہیں۔ بلکہ ہر مشکل کا حل ہے۔ بس ہمارے کرنے کا کام یہ ہے۔ کہ ہم اس کتاب کو پڑھیں۔ اور اسی کی اس نظر سے پڑھیں۔ جس نظر سے وہ پڑھانا چاہتا ہے۔ اور اس نظر سے دیکھیں، جس نظر سے یہ دکھانا چاہتا ہے۔ اپنے ذہنی تصورات اور مزعومہ خیالات کے چشمے لگا کر قران دیکھنے کی عادت ہمیں کچھ نہ دکھا پائے گی۔ اور اس سے وہ کچھ نظر نہیں آتا جو قرآن ہمیں دکھانا چاہتا ہے۔ بلکہ وہ کچھ نظر آتا ہے۔ جو ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے قران کے دکھانے میں، اور اپنے دیکھنے میں بڑا فرق ہے۔

Marfat.com

ہم اس فرق کے باعث ہی فرق فرق ہو گئے۔ لیکن شومئی قسمت کہ یہ فرق ابھی تک ہماری سمجھ کے نہاں خانوں میں نہیں اترا۔ حرام کیلئے تو نص چاہیے۔ اور اس باب میں کوئی نص نہیں۔ جیسا کہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دھلویؒ اور بہت سارے دوسرے لوگوں نے لکھا ہے۔

اس پر نص موجود ہے صاحب! قرآن اٹھایئے 'کھولیے اور پڑھیے۔ قرآن بولتا ہے۔

ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزواً اولئك لهم عذاب مهين. (لقمان:٦)	کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جو کھیل تماشے کی باتیں خریدتے ہیں۔ تاکہ وہ انہیں اللہ کی راہ سے ہٹادیں۔ بغیر جانے بوجھے۔ اور اسے ہنسی مذاق بنالیں۔ یہی لوگ ذلت ناک عذاب کے حقدار ہیں۔

لھوالحدیث سے مراد

لہوالحدیث'' میں لہو سے مراد گانا ہے۔ واہیات افسانے 'فحش ناول 'عریاں ڈائجسٹ ہیں۔ گانوں کی آڈیو 'وڈیو کیسٹیں ہیں۔

حضرت ابن عباس نے اس سے مراد ''گانا'' بیان کیا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ نے بھی اس کی تفسیر ''گانے'' سے کی۔ کہ اس سے مراد گانا ہے۔ حضرت مجاہد بھی اس سے مراد ''گانا'' لیا کرتے تھے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا فیصلہ سنیئے۔ فرماتے ہیں۔

''جاننا چاہیے کہ سماع ورقص درحقیقت لہو و لعب میں داخل ہیں۔ اور

Marfat.com

آیت کریمہ ''ومن الناس من یشتری لھو الحدیث'' گانے کے منع ہونے کی بابت نازل ہوئی۔

چنانچہ حضرت مجاہدؒ نے جو حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد ہیں۔ اور کبار تابعین میں سے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ''لھوالحدیث'' سے مراد ''گانا'' ہے۔

فی المدارك لهوالحديث السمروالغناء وكان ابن عباسؓ وابن مسعودؓ يحلفان انه الغناء.

تفسیر مدارک میں ہے کہ ''لھوالحدیث'' سے مراد بے ہودہ کہانیاں اور نغمے و گانے ہیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ قسم کھاتے تھے۔ کہ بے شک وہ غنا اور سرود ہے۔

اور حضرت مجاہدؒ اللہ پاک کے قول ''لايشهدون الزور'' (خدا کے بندے ''زور'' میں حاضر نہیں ہوتے) کی تفسیر فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے۔

ای لا يحضرون الغناء

(یعنی وہ سرود (کی محفلوں) میں حاضر نہیں ہوتے)

امام الھدی ابو منصور ماتریدیؒ سے حکایت کی گئی ہے۔ آپؒ نے فرمایا۔

من قال لمقرى فى زماننااحسنت عند قراته يكفروا بانت منه امرته واحبط الله تعالى كل حسناته

جس نے ہمارے زمانے میں (سرود) پڑھنے والے سے کہا کہ تو نے بہت اچھا پڑھا وہ کافر ہو جاتا ہے اس کی عورت اس سے جدا ہو جاتی ہے۔ اور اللہ پاک اس کی ساری نیکیاں ختم کر دیتے ہیں۔

(یعنی سر سے پڑھنے والے کی تعریف بھی قابل مذمت ہے۔)

ابو نصیر الدبوسی سے نقل ہے۔ اور انہوں نے اسے قاضی ظہیر الدین خوارزی سے نقل کیا ہے۔

من سمع الغناء من المغني وغيره اويرى فعلاً من الحرام فيحسن ذالك باعتقاد او بغير اعتقاد يصير مرتداً في الحال بناء على انه ابطل حكم الشريعة ومن ابطل حكم الشرعيه فلا يكون مومناً عندكل مجتهد ولا يقبل الله تعالىٰ طاعته واحبط الله تعالىٰ كل حسناته.

جس نے کسی گلوکار یا اس کے علاوہ کسی اور سے گانا سنایا۔ حرام فعل دیکھا۔ اور اس کو اچھا جانا اعتقاد کے ساتھ یا بغیر اعتقاد کے۔ تو اسی وقت مرتد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے شریعت کے حکم کو باطل کر دیا۔ اور جس نے بھی شریعت کے حکم کو باطل کر دیا۔ وہ کسی بھی مجتہد کے نزدیک مومن نہیں رہتا۔ اور نہ اللہ تعالیٰ اس کی اطاعت کو قبول کرتے ہیں۔ اور اس کی سب نیکیاں دور کر دیتے ہیں۔

اعاذنا الله سبحانه من ذالك.

(اللہ پاک ہم کو اس سے بچائیں آمین)

(مکتوب ۲۶۶، دفتر اول)

Marfat.com

ایک اور سوال

عوام کی سطح پر بہت سے لوگوں کا استدلال یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے اس (موسیقی) کو جائز کہا ہے۔ اور اس کے جواز پر وہ بھی احادیث شریف کے دلائل لائے ہیں۔ لوگوں نے اس کے جواز پر صفحوں کے صفحے بھر دیئے۔ ورقوں کے ورق سیاہ کر دیئے۔ اور کتابوں کی کتابیں لکھ ماریں۔ تو ان کے دلائل کا دارو کیا ہے؟

اس طرف بھی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ راہنمائی فرما رہے ہیں۔

غنا اور سرود کی حرمت میں آیات کریمہ' احادیث شریفہ اور روایات فقہیہ اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے اگر کوئی شخص منسوخ حدیث' یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے۔ تو اس کا ہرگز اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ کسی فقیہہ نے کسی زمانے میں بھی گانے کے جائز اور مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔ اور نہ ہی رقص و سرود کو جائز قرار دیا ہے۔

(مکتوب نمبر ۲۶۶' دفتر اول)

عبارت کیا؟ اشارت کیا؟

اگر یہ خیال ذہنوں میں گردش کرے کہ "لہو الحدیث" میں صراحتاً گانے کا ذکر تو نہیں اس لئے اس کا حرام ہونا محل نظر ہے؟

اس طرح کہنے کو تو "خمر" میں کسی خاص شراب کا نام نہیں لیا گیا۔ بلکہ "خمر" کا لفظ بولا گیا ہے۔ اور "خمر" کا معنی شراب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا معنی تو "ڈھانپنے والی چیز" کے ہیں۔ ڈھانپنے کو تو چادر بھی ہم کو ڈھانپ لیتی ہے۔ لحاف اور کمبل بھی ہم کو ڈھانپ لیتے ہیں وہ ہمیں ڈھانپ لیتے ہیں۔ زخم کو پٹی ڈھانپ لیتی ہے۔ کتنی ہی اشیاء ہیں' جو ڈھانپ لینے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اس کے معنی بے شمار

Marfat.com

ہیں۔ لیکن اس کا ایک مخصوص معنی ہی مراد لیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس ''لہو الحدیث'' میں جو لفظ ''لہو'' ہے اس کے معنی بے ہودہ' واہیات' خرافات' فضول اور عبث کے ہیں۔ تو جو چیز بھی بے ہودہ ہو گی۔ وہ اس ''لہو'' میں شامل ہو گی۔ جو چیز بھی واہیات ہو گی۔ وہی ''لہو'' ہو گی۔ جو چیز بھی فضول ہو گی' لہو ہو گی اور جو چیز بھی عبث ہو گی' وہ ''لہو'' کا مصداق بنے گی۔

یہ ہوا اجاڑ گئی گلشن سارا

ہر حکم وقت کے تقاضوں کے پیمانوں میں پرکھا۔ اور تولا جاتا ہے۔ آج کا دور دیکھیے۔ آج کا زمانہ دیکھیے۔ آج کے حالات دیکھیے۔ آج کے واقعات دیکھیے۔ اور پھر دیکھیے۔ کہ کیا آج کے گانے بے ہودہ نہیں؟ کیا آج کے گانے عبث نہیں؟ کیا آج کے گانے خرافات نہیں؟ کیا آج کے گانے واہیات نہیں؟ کیا مقصدیت ہے ان میں؟ کیا عملیت ہے ان میں؟ کچھ بھی نہیں۔ ہاں کچھ بھی نہیں۔ آج گانے سنے نہیں دیکھے جاتے ہیں۔ سنائے نہیں جاتے' دکھائے جاتے ہیں۔ سینما کے پردہ سیمیں پر کیسے کیسے پکچرائزڈ گانے دکھائے جاتے ہیں۔ ڈش کے میوزک چینل پر کیا کیا حشر نہیں اٹھتے؟ وڈیو پر کیا کیا قیامتیں بپا نہیں ہوتیں؟ C.D کو کیوں ترجیح مل رہی ہے؟ صرف اس لئے ناں! کہ اس میں تصویر ذرا ''نکھر'' کر آتی ہے۔ ''کیبل نیٹ ورک'' نے بھی ''کسر'' نہیں چھوڑی۔ سب ڈھکے چھپے ہیں۔ اور جو کچھ رہ گیا تھا وہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے پورا کر دکھایا؟

''لھوالحدیث'' سے مراد ہر وہ کام ہے۔ جو خدا سے دور کرنے کا سبب بنے؟ اور کیا یہ گانے خدا کا قرب دے رہے ہیں؟ انہوں نے تو فحاشی ہی فحاشی دی ہے۔ عریانی ہی عریانی دی ہے۔ تباہی ہی تباہی دی ہے۔ اس سیلاب کی رو میں ہر پیر و جواں

Marfat.com

بہہ گیا اس طوفان میں بچے رل گئے۔ اس آندھی میں بچیاں گھروں سے اٹھ گئیں۔ کوئی نہ رہا۔ کوئی نہ بچا۔ معاشرتی طور پر فرد' فرد سے کٹ گیا اور ذاتی طور پر انسان اپنے آپ سے کٹ گیا۔ دلوں میں نفاق' اس کا تحفہ ہے۔ عزائم میں کم ہمتی' اس کا عطیہ ہے۔ گفتار کا لچرپن اسکی دین ہے۔ کردار کا گھٹیا پن' اسی کی عطا ہے۔ جذبات میں مستی' خیالات میں پستی' اس کی عنایت ہے۔ ہماری پوری نوجوان نسل کٹ گئی۔ ہماری نسل کی نوخیز کلیاں کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گئیں۔ ہماری متاع حیات ہم سے چھن گئی اور اسی رقص وسرود سے چھنی۔ لیکن ہمیں آج تک خبر نہیں ہوئی۔

یہ منافقت نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

کہتے ہیں ناں! انسان جب بدی میں سر سے پاؤں تک ڈوب جائے۔ تو پھر اس کیلئے بدی' بدی نہیں رہتی۔ بس ایک عادت سی بن جاتی ہے۔ یہی حال موسیقی کا ہے۔ کہ یہ ہماری رگ رگ میں پھیل گئی۔ نس نس میں بس گئی۔ اس لئے اب یہ کوئی برائی نہیں لگتی۔ دن رات ہمارے منہ سے انڈیا کیلئے نفرت کی جھاگ نکلتی رہتی ہے۔ اخباروں میں روز کشمیر کا رونا رویا جاتا ہے۔ مجلوں اور رسالوں میں کشمیر کشمیر کی دھائی دی جاتی ہے۔ کئی لیڈروں کے ترنگ بھرے بیانات آتے ہیں کہ انڈیا سے معاشی بائیکاٹ کیا جائے۔ آئے روز کشمیر کے نام پر جلسے ہوتے ہیں۔ جلوس نکلتے ہیں۔ ہڑتالیں ہوتی ہیں۔ مظاہرے ہوتے ہیں۔ کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ سیمینارز ہوتے ہیں۔ مقررین گلے پھاڑ پھاڑ کر تقریریں کرتے ہیں۔ سامعین نتھنے پھیلا پھیلا کر نعرے مارتے ہیں۔ مردہ باد مردہ باد سے ساری فضائیں بھر دیتے ہیں اور یہی لوگ جب اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے ہیں۔ تو انڈین گانے سنتے ہیں۔ ان کے گھروں میں نئے سے نیا انڈین البم موجود ہوتا ہے۔ کس نفرت سے ان کو باہر گالیاں دے رہے تھے؟

اور کس محبت سے ان کو اپنے من میں بسایا ہے۔

یہ منافقت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟

کبھی ہم نے سوچا کہ ان آڈیو' وڈیو کیسٹس کی مد میں ہم سینکڑوں' ہزاروں' لاکھوں اور کروڑوں نہیں بلکہ اربوں روپے انڈیا کو بطور تحفہ دے رہے ہیں۔ اس پر بھی ہمیں دعویٰ ہے۔ کہ ہم دشمن سے ہر محاذ پر جیتے ہیں۔ اپنے بجٹ کا اکثر حصہ دفاع پر خرچ کرنے والو۔ اپنے تئیں سرحد پر کھڑے ہو کر سرحدوں کی حفاظت کروانے والو! کس دشمن کیلئے سرحدوں پر کھڑے ہو؟ دشمن تو تمھارے گھروں میں گھس آیا ہے۔ تمہارے ڈرائنگ روموں' بلکہ تمہارے خلوت خانوں میں بسیرا کر چکا ہے۔ ہو سکے تو لوٹنا' پلٹنا' جھپٹنا اور اسے پکڑنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اندر مر جائیں اور تم باہر کھڑے کھڑے ان کی حفاظت کرتے رہو۔ اور جب دیواریں اندر سے کھوکھلی ہو جائیں تو باہر سے دھکا دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

یہ بے خبری کہیں مار نہ ڈالے تم کو

آج کے حالات سامنے رکھیے۔ اور اس آیت کو پڑھیے۔ اور دیکھیے قرآن کیا دکھا رہا ہے۔ اور سنیے قرآن کیا سنا رہا ہے۔

فرمایا: وہ لوگ جو بے ہودہ گانے اور فحش لٹریچر خریدتے ہیں۔ انہیں یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ یہ انہیں خدا کے راستے سے ہٹا دیں گے۔ راہ حق سے دور کر دیں گے۔ جوں جوں یہ رقص و سرود ان کی عادت بنتا جاتا ہے۔ ان کے اندر سے خدا طلبی کے جذبے لاشعوری طور پر ٹھنڈے ہوتے جاتے ہیں۔ اور بالآخر مٹتے مٹتے مٹ ہی جاتے ہیں۔ اور حالت یہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ پھر موسیقی اور گانے کے رسیاؤں کو دین اور اس کی اقدار' مذہب اور اس کی تعلیمات فرسودہ لگنے لگتی ہیں۔ وہ انہیں گذرے

Marfat.com

ہوئے زمانے کی بدشیں شمار کرتا ہے۔ اور اس موسیقی کے ذریعے تعلیمات اسلامیہ کا مذاق اڑاتا ہے۔ فرمایا: جو بھی ایسے خیالات پالتا ہے اور ایسے افکار اچھالتا ہے وہ سن لے کہ اسے ذلتوں کے عذاب سے دوچار کیا جائیگا۔

قرآن کی نفسیات دیکھیے۔ کیسے انسانی نفسیات کے مطابق حالات دکھا رہا ہے ۔کہ لوگ جب یہ فحش لٹریچر اور کیسٹس خریدتے ہیں۔ تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ کہ ان سے وہ اپنے پالنے والے سے دور ہو جائیں گے۔ اسی لاعلمی میں وہ لے آتے ہیں۔ پھر وہ پڑھتے پڑھتے' سنتے سنتے عصیاں میں ڈوب جاتے ہیں۔ لیکن انہیں پھر بھی خبر نہیں ہوتی۔ پھر یہ بدی کا نیا ماحول بھی انہیں نیا نہیں لگتا۔ بالکل اس شخص کی طرح جو لیٹے لیٹے سو جاتا ہے۔ خواب دیکھتا ہے۔ اور خواب میں جو کچھ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ اس کا حقیقی دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ یہ شخص پھر بدی کی راہوں کا راہی بن جاتا ہے اس سفر میں جو بھی اس کے مقابل آئے۔ اس کا مذاق اڑاتا ہے اور پھر مذاق اڑاتے اڑاتے ایک دن ایسا آتا ہے کہ وہ خود مذاق بن جاتا ہے۔

کچھ تم ہی کہوناں!

لمحہ بھر کیلئے توقف کیجئے۔ اور سوچیے۔ کیا ہم ایسا نہیں کر رہے؟ بالکل ایسا ہی کر رہے ہیں۔

مثال کے طور پر یہ بول شریعت کا مذاق نہیں تو کیا ہیں۔

ے یہ حرم نہیں ہے اے شیخ جی یہاں پارسائی حرام ہے

اور یہ زبان زد عام فقرہ کہ شراب کی بوتل اس لئے چھپا رہا ہوں کہ ......

ے لگے ہوئے ہیں ملا میری بندگی کے پیچھے

Marfat.com

گویاشراب نوشی بندگی ہے۔

شریعت نے شراب حرام قرار دی۔ اس لئے کہ اس میں نشہ ہے۔ اور ادھر استدلال دیکھے......

ے نشہ شراب میں ہوتا تو ناچتی بوتل

گویانشہ شراب میں نہیں نشئی میں ہے۔

شریعت نے کہا۔ کہ اس کے قریب بھی نہ جانا۔ اور ہماری غزلیں بولیں......

ے چل میرے دل کھلا ہے میخانہ
اور سب سے اچھی جگہ ہے میخانہ

ے لو وہ بھی کہہ رہے تھے کہ پی لیجئے حضور
ان کی گذارشات سے گھبرا کے پی گیا

اللہ کہتا ہے۔ کہ دلوں میں خیالات ابھی پیدا نہیں ہوتے۔ کہ میں جان لیتا ہوں۔ اور ہمارے ہونٹوں پر حیاباختہ ہیرو کے رال ٹپکاتے یہ بول ٹپک رہے ہوتے ہیں۔

ے خدا ہی نہ جانے تو ہم کیسے جانیں؟

شریعت نے غیر محرم مرد اور عورت کے تعلق سے روکا ہے اور ہمارے گانے اللہ کو گویا مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں۔ کہ تم نے تو ہمیں روکا تھا اور تو دیکھ۔ کہ ہم نے کس طرح تیرے فرمان کی دھجیاں اڑائی ہیں۔

ے مجھے تم سے پیار ہو گیا! اللہ میاں

اسی طرح کی ہزار ہا بکواسات اور خرافات ہیں۔ جو سراسر اسلامی تعلیمات

کا کھلم کھلا مذاق اڑا رہی ہے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے۔ کہ ہم بے دھیانی اور بے خیالی میں ہر وقت انہیں ہی گنگناتے رہتے ہیں۔

موسیقی کی حرمت پر بے شمار احادیث مبارکہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ مثال کے طور پر ایک دو احادیث شریفہ دیکھ لیں۔

احادیث مبارکہ کی رو سے

عن عمران ابن حصين ان رسول الله ﷺ قال في هذه الامة خنف ومسخ و قذف فقال رجل من المسلمين يارسول الله ومتى ذالك؟ قال اذا ظهرت القيان والمعازف و شربت الخمور.

(جامع ترمذی، ص ۳۲۲)

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یہ امت بھی زمین میں دھنسے گی۔ اس کی شکلیں بھی مسخ ہو نگی۔ اس پر بھی پتھر برسیں گے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ یہ کب ہو گا؟ فرمایا جب گانے والی عورتوں اور موسیقی کا رواج ہو جایگا اور شرابیں پی جائیں گی۔

ایک اور حدیث پاک ملاحظہ ہو۔

قال رسول الله ﷺ ان الله حرم علی امتی الخمر والمیسروالمزر والکوبة والقنین.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک نے میری امت پر شراب' جوا' بانسری' طبلہ اور بربط کو حرام کر دیا ہے۔

(مسند احمد' ج ۲' ص ۱۶۵)

سماع کی حقیقت

دو مواقع پر دف بجانے کی اجازت ہے۔ایک شادی (نکاح) کے موقع پر اور دوسرا عید کے موقع پر۔اس کے سوا کہیں بھی جائز نہیں۔

مطلق گانا' جس کے ساتھ موسیقی نہ ہو اور اس کا مضمون با مقصد ہو اس کا سننا اور گنگنانا جائز ہے۔لیکن موسیقی کے ساتھ جائز مضمون بھی ناجائز بن جاتا ہے اسی سے سماع کا حکم بھی سمجھ لیجئے۔ پہلی بات یہ ہے۔کہ بزرگوں کی وہ بناء ہی غائب ہو گئی۔جس پر سماع کی عمارت استوار تھی۔ [illegible] ساز کے بغیر ہوتا تھا۔اور وہ بھی خواص کیلئے مخصوص تھا۔ دوسری بات سماع کیلئے 'جو شرائط "کشف المحجوب" اور "مقابیس المجالس" اور "عوارف المعارف" وغیرہ میں لکھی گئی ہیں وہ آج کل مفقود ہیں اور قاعدہ یہ ہے۔کہ شرط کے بغیر [illegible] نہیں پایا جاتا۔سو جب شرائط سماع ہی نہیں تو سماع کیسا؟

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تصریح ملاحظہ ہو۔

دوام حال جن کے حق میں محال ہے

جان لے کہ سماع و وجدان لوگوں کیلئے فائدہ مند ہے۔ جن کے احوال متغیر اور اوقات متبدل ہوتے رہتے ہیں یعنی کبھی حاضر ہیں' کبھی غائب' کبھی واجد

(پانیوالے) ہیں اور کبھی فاقد (کھونے والے)۔ یہ لوگ ارباب قلوب ہیں۔ جو تجلیات صفاتیہ کے مقام میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف' اور ایک اسم سے دوسرے اسم کی طرف منتقل اور متحول ہوتے رہتے ہیں۔ احوال کا تلون ان کا نقد وقت ہے اور امیدوں کا پراگندہ ہونا' ان کے مقام کا حاصل ہے۔ دوام حال ان کے حق میں محال ہے اور استمرار وقت ان کی شان میں مشکل ہے۔ یہ کبھی قبض میں ہیں اور کبھی بسط میں۔ یہ لوگ ابناء الوقت (وقت کے بیٹے) اور وقت کے مغلوب ہیں۔ کبھی عروج کرتے ہیں اور کبھی ہبوط کرتے ہیں۔

جو مقلب قلب تک پہنچے

لیکن تجلیات ذاتیہ والے لوگ جو پورے طور پر قلب سے نکل گئے ہیں۔ اور مقلب قلب (دل پھیرنے والے) خدا تک پہنچ گئے ہیں۔ وہ کلی طور پر آزاد ہو گئے ہیں ان کا وقت دائمی اور ان کا حال سرمدی ہے۔ نہیں' بلکہ وہاں نہ وقت ہے۔ نہ حال۔ یہ لوگ ابو الوقت اور صاحب تمکین ہیں۔ اور یہی لوگ ایسے واصل ہیں۔ جن کیلئے ہرگز نہ رجوع ہے۔ نہ فقد ہے اور نہ وجد۔ ہاں منتہیوں میں سے ایک قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو سماع فائدہ دیتا ہے باوجود اس بات کہ ان کا حال دائمی ہے۔

ان بزرگوں کا آرام عبادت کے ساتھ ہے۔ ان کی تسکین بندگی اور اطاعت میں ہے۔ عروج کی خواہش ان میں کم ہوتی ہے۔ اور صعود کا شوق ان میں قلیل ہوتا ہے۔ ان کی بصیرت کی آنکھ اتباع سنت کے سرمہ سے سرگیں ہیں۔ اسی واسطے یہ لوگ تیز نظر والے ہیں۔ ان کو سماع و وجد کی کچھ حاجت نہیں۔ عبادات ان کیلئے سماع کا کام دیتی ہیں۔

Marfat.com

بے دل، اھلِ دل کے راز کیا جانیں؟

اہل سماع و وجد کے اکثر مقلد جو ان بزرگواروں کی شان عظیم سے واقف نہیں ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مشتاق خیال کرتے ہیں۔ اور ان کو زاہد سمجھتے ہیں۔ گویا یہ لوگ عشق و محبت کو رقص و وجد میں ہی منحصر جانتے ہیں۔ حالانکہ منتہیوں کے ہاں سماع و رقص ان کی خلوت کی تنگ جگہ میں دخل نہیں پاتے۔ اور وجد و تواجد کا ان کے ساتھ کچھ کام نہیں ہوتا۔

مبتدی کیلئے وجد و سماع مضر ہے۔ اور اس کے عروج کے منافی ہے۔ خواہ وہ شرائط کے موافق ہی واقع ہو۔

متوسطوں اور ایک قسم کے منتہیوں کیلئے بھی نافع اور مفید ہے۔

لیکن جاننا چاہیے۔ کہ ارباب قلوب کو بھی سماع کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ ان لوگوں کیلئے جو جذب کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے۔ انہیں سخت ریاضتوں اور کٹھن مجاہدوں کے ساتھ مسافت طے کرنی چاہیے۔ اس صورت میں سماع و وجد ان لوگوں کا مددگار بن جاتا ہے۔ اور اگر ارباب قلوب مجذوبوں میں سے ہوں۔ تو ان کے سیر کی مسافت جذبہ کی مدد سے قطع ہو جاتی ہے۔ ان کو بھی سماع کی حاجت نہیں ہوتی۔

نیز جاننا چاہیے۔ کہ غیر مجذوب اور ارباب قلوب کیلئے سماع مطلق طور پر فائدہ مند نہیں۔ بلکہ اس سے نفع کا حاصل ہونا چند شرائط پر منحصر ہے۔

وبدونها خرط القتاد ورنہ بے فائدہ رنج ہے۔

سماع کی شرائط میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اس کو اپنے کمال کا اعتقاد نہ ہو۔ اور اگر اپنی کمالیت کا معتقد ہے۔ تو محبوس ہے۔ ہاں سماع اس کو بھی ایک قسم کا عروج

Marfat.com

اگر ذہنوں میں یہ خیال ابھرے کہ بہت سارے صوفیاء نے سماع کو جائز رکھا۔ اور عادت بنائے رکھا ہے۔ تو اس کا جواب کیا ہوگا ؟ اس کا جواب بھی حضرت مجددؒ کی زبانی سنیئے۔ فرمایا۔

''امام ہمام ضیاء الدین شامی ملتقط میں لکھتے ہیں۔ کہ صوفیاء کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہے۔ صرف یہی کافی نہیں کہ ہم ان کو معذور جانیں۔ اور ان کو ملامت نہ کریں۔ اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کردیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہاں تو امام اعظم ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول معتبر ہے نہ کہ ابو بکر شبلیؒ اور ابو الحسن نوریؒ کا عمل۔''

(مکتوب ۲۶۶، دفتر اول)

موجودہ دور میں اس طوفان سے پوری نوجوان نسل ہلکان ہو رہی ہے۔ اس لئے یہ چند مفروضات طوالت اختیار کر گئیں۔ لیکن در حقیقت اس موضوع کا یہ ابتدائیہ ہے۔ اللہ پاک کا کرم شامل حال رہا۔ تو اس پر تفصیل سے لکھا جائیگا۔ آخر میں یورپ کی فضاؤں میں عمر عزیز کے کئی سال گذارنے والے حکیم الامت کی بات سن لیجیئے۔ کہتے ہیں'

آ تجھ کو بتاؤں تقدیر امم کیا ہے ؟
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

موسیقی کا متبادل

آگے چلنے سے پہلے ایک اور خلش دور کرتے چلیے۔ کہ اسلام نے جب موسیقی سے منع کیا ہے تو اس کے متبادل بھی تو کوئی چیز دی ہوگی ؟ یقیناً اسلام نے وہ چیز بھی عطا کی ہے۔ جس میں کود کر انسان ہستی کے سارے غم بھول جاتا ہے۔ کیف و

Marfat.com

نشاط میں ڈوب جاتا ہے۔ اسے نماز کہتے ہیں۔ ہاں ہاں نماز۔ نماز میں جو نشہ ہے۔ وہ نشہ ہے نہ شراب میں نہ شباب میں۔ خدا نماز کے ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور موسیقی سے رکنے کا حکم دیتا ہے۔

☆ نماز کے نشے دائمی ہیں موسیقی کا نشہ عارضی ہے۔

☆ نماز سے راحت والفت ملتی ہے موسیقی سے بے چینی و کلفت ملتی ہے۔

☆ نماز سے عزم ملتا ہے۔ موسیقی سے ہزم ملتا ہے۔

☆ نماز خوشیوں کی سفیر' موسیقی درد کی تفسیر۔

☆ نماز...... عزت' عظمت' تنویر' موسیقی...... ذلت' پستی' تقصیر۔

نماز پڑھو تو سکون ملتا ہے۔ اطمینان ملتا ہے۔ موسیقی سنو تو درد ملتے ہیں۔ پریشانی ملتی ہے۔ غرض اللہ پاک نے اس موسیقی کے متبادل جو عطا کیا وہ اس سے بدرجہا بہتر اور برتر ہے۔ سچی بات ہے جسے نماز کی حقیقت مل گئی۔ وہ حقیقت پا گیا۔ اور اس پر ہر شئے کی حقیقت کھل گئی۔ جو نماز میں حسن مطلق کے جلوؤں سے سرشار ہو جائے۔ تھرکتے بدن' ناچتے تن کیا لبھائیں؟

جو کلام یار کی حلاوتوں میں کھو جائے وہ کسی گلوکار کی نزاکتوں پر کیسے دھوکہ کھائے۔ لیکن یہ حقیقت وہی پاتے ہیں جو نماز میں دل لگاتے ہیں۔ اور دل میں نماز والے کو بساتے ہیں۔ اور جو فقط آئیں ٹھہریں۔ اور چلے جائیں۔ وہ کیا پائیں؟

حدیث شریف میں اس کی طرف اشارہ ملتا ہے ملاحظہ ہو۔

ان الله حرم علیٰ امتی الخمر و المیسر والمزر والکوبة والقنین وزادنی	اللہ تعالیٰ نے میری امت پر شراب' جوا' بانسری' طبل اور بربط کو حرام کر دیا ہے اور وتر کی نماز

بخشتا ہے۔ لیکن تسکین کے بعد اس مقام سے نیچے اتر آتا ہے۔باقی تمام شرائط مستقیم الاحوال بزرگوں کی کتابوں مثل عوارف المعارف وغیرہ میں مفصل طور پر درج ہیں جن میں سے اکثر اس وقت کے لوگوں میں مفقود ہیں۔بلکہ اس قسم کا سماع ورقص جو آج کل لوگوں میں مشہور ہے۔اور اس قسم کی مجلس واجتماع جو اس زمانہ میں متعارف و مشہور ہیں۔ان کے بارے میں کچھ شک نہیں۔کہ یہ مضر محض اور بالکل منافی حال ہیں۔عروج وہاں کوئی معنی نہیں رکھتا۔اور صعود اس صورت میں متصور نہیں ہے۔ اور سماع سے مدد واعانت کا حاصل ہونا وہاں مفقود ہے۔اور مضرت ومنافات موجود ہے۔

(مکتوب نمبر ۲۸۵' دفتر اول)

سلسلہ فقر ہو ابد

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔

اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر رقص وسرود کو اپنا دین وملت بنا لیا ہے۔اور اسی کو اطاعت وعبادت سمجھ لیا ہے۔

اولئك الذين اتخذوا دينهم لهوأ و لعباً. — یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہو و لعب کو اپنا دین بنا لیا ہے۔

اسی طرح روایات سے ثابت ہے۔کہ جو شخص فعل حرام کو اچھا اور مستحسن جانے۔وہ اسلام کے گروہ سے نکل جاتا ہے۔اور مرتد ہو جاتا ہے۔ تو پھر خیال کرنا چاہیے کہ سماع ورقص کی مجلس کی تعظیم کرنا۔بلکہ اس اطاعت کو عبادت سمجھنا کیسا برا ہے؟

(مکتوب نمبر ۲۶۶' دفتر اول)

صلوۃ الوتر. زیادہ کردی ہے۔

(مسند احمد، ج ۲، ص ۱۶۵)

ایک طرف آلات موسیقی کی حرمت کا بیان ہے اور اس کے ساتھ ہی نماز کا بیان اس کا مطلب ہے کہ ایک ناجائز کام ہے اس کو چھوڑ دو۔ دوسرا کام جائز ہے اس کو اختیار کر لو۔ قرآن پاک میں اس کی متعدد مثالیں ہیں کہ ایک چیز سے روکا گیا اور اسی کے ساتھ اس کے متبادل کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھئے جب تجارت کی حلت اور سود کی حرمت کی بات کی تو فرمایا۔

احل الله البيع وحرم الربوٰ. اللہ پاک نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

سود کو حرام قرار دینا مقصود تھا۔ اس کے متبادل کے طور پر کوئی شے دینا تھی۔ تاکہ انسانی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ اسی طرح تاجدار کائنات ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ پاک نے میری امت پر آلات موسیقی حرام قرار دے دیئے ہیں۔ اب اس کے متبادل کوئی چیز چاہیے تھی۔ تاکہ فطری احساسات کی تکمیل ہوتی رہے۔ سو فرمایا کہ وتر کی نماز اس کے بدلے کر دی ہے۔ یعنی جس نے لذت و حلاوت ہی لینی ہے تو نماز سے لے لے۔ جو حلاوت دیتی ہے۔ طہارت دیتی ہے۔ نہ کہ ان سے لے جو لذت کے نام پر ذلت دیتی ہے۔ کثافت دیتی ہے۔

ایک اشکال کا جواب

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ایک جگہ لکھتے ہیں۔ اس حقیقت پر بحث کرتے ہوئے۔ کہ وجد و ذوق ہر وقت کیلئے ہوتا ہے۔ نہ کہ بعض دفعہ ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ نہیں۔ لکھتے ہیں۔

Marfat.com

''اگر سوال کریں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لی مع الله وقت لایسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل.

میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے۔ جس میں کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کو بھی دخل نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وقت (ذوق) دائمی نہیں ہوتا؟

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس حدیث شریف سے مشائخ کرام نے وقت سے مراد وقت مستمرہ لیا ہے۔ یعنی

لی مع الله وقت مستمرة.

میرے لئے اللہ کے ہاں ایک وقت مستمرہ ہے۔

پس اس میں کوئی اشکال باقی نہ رہا۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ وقت مستمرہ میں بھی کبھی ایک خاص کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ وقت سے نادر وقت اور کیفیت سے مراد یہ نادر کیفیت ہو۔ اس صورت میں بھی یہ اشکال دور ہو جاتا ہے۔

ایک سوال

اس پر بھی اگر سوال ہو۔ کہ نغمہ سنتے وقت یہ خاص کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ پس منتہی اس کیفیت کو حاصل کرنے کیلئے سماع کا محتاج ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ وہ خاص کیفیت نغمہ سنتے وقت نہیں۔ بلکہ نماز کے ادا کرتے وقت حاصل ہوتی ہے۔ اور کبھی نماز کے علاوہ حاصل ہو بھی جائے۔ تو یا یہ بھی نماز کے اثرات کا نتیجہ ہوگی۔ اور حدیث شریف

Marfat.com

قرۃ عینی فی الصلوٰۃ.　　میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

پس اسی نادر کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔

نیز حدیث شریف میں آیا ہے۔

اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ.　　بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے۔

اور اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں۔

واسجد واقترب.　　اور سجدہ کر اور قرب حاصل کر۔

(یا اس کا یہ ترجمہ ہے کہ سجدہ کر۔ تاکہ تجھے قرب حاصل ہو)

اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ جس وقت میں اللہ کا قرب زیادہ ہو۔ اس وقت میں کسی غیر کی گنجائش نہیں۔

(مکتوب ۲۸۵' دفتر اول)

حقیقت کی تلاش میں افسانے تک

گویا جو نماز پاتے ہیں۔ وہ نماز کے ذریعے خدا پاتے ہیں۔ قرب خدا پاتے ہیں۔ اور خدا کا قرب وہ لازوال نشہ ہے جسے زمانے کی سختیاں' حالات کی تندیاں کبھی نہ اتار سکیں۔ جس کے دل کے تار نغمہ حقیقی سے ہلنے لگے۔ اسے پھر اور نغموں کی حاجت نہ رہی۔ اسی بات کو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے انداز میں ایک اور جگہ یوں بیان کیا ہے۔

"اس گروہ میں سے بعض نے جن کو نماز کی حقیقت سے آگاہی نصیب نہ

ہوئی اور اس کے مخصوص کمالات اطلاع نہ ہو سکی۔ انہوں نے اپنی امراض کا علاج دوسرے امور سے کیا اور اپنی مرادوں کے حصول کو دوسری اشیاء سے وابستہ جانا۔ بلکہ ان میں سے ایک گروہ نے نماز کو بے فائدہ اور دوراز کار سمجھ کر اس کی بنیاد غیر اور غیریت پر رکھی اور روزے کو نماز سے افضل جانا۔"

"صاحب فتوحات مکیہ لکھتے ہیں۔ کہ روزے میں کھانے پینے کی ترک ہے۔ یہ صفات صمدیت سے متحقق ہوتا ہے۔ (یعنی اس لمحے بندہ' خدا کی صفت سے متصف ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ خدا کھانے سے پاک ہے۔ اور بندہ بھی اس لمحے کھانے سے رکا ہوتا ہے۔ گویا کھانے سے بے نیاز ہے۔) اور نماز میں غیر اور غیریت کی طرف آنا ہوتا ہے۔ اور (اس میں) عابد و معبود کا فرق ہوتا ہے"

اس قسم کی باتیں اہل سکر کے احوال میں سے مسئلہ توحید وجودی پر مبنی ہیں۔ یہ نماز سے ناواقفیت ہی کی وجہ ہے۔ کہ اس گروہ میں سے بہت سے لوگوں نے اپنے اضطرات و بے قراری کی تسکین سماع اور نغمہ اور وجد و تواجد سے حاصل کرنے کی کوشش کیں۔ اور اپنے مطلوب حقیقی کو نغموں کے پردوں میں ڈھونڈا۔ اور اسی لئے رقص ور قاصی کو اپنی عادت بنالیا۔ حالانکہ انہوں نے سنا ہوگا۔

ماجعل الله فی الحرام شفاءً. — اللہ پاک نے حرام میں شفاء نہیں رکھی۔

ہاں

الفریق یتعلق بکل حشیش. — ڈوبتے کو ہر تنکا سہارا لگتا ہے۔

اور

Marfat.com

حب الشي يعمي و يصم کسی شئے کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

والی بات ہے۔

اگر نماز کے کمالات کی حقیقت ان لوگوں پر ذرا سی بھی کھل جاتی۔ تو یہ ہر گز سماع و نغموں کا دم نہ مارتے۔ اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے۔

ے چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

ترجمہ...... جب حقیقت نہ پائی تو افسانے کی راہ لی۔

اے برادر! جس قدر فرق نماز اور نغمہ میں ہے اسی قدر فرق نماز کے مخصوصہ کمالات اور نغموں سے پیدا ہونے والے کمالات میں ہے۔

العاقل تكفيه الاشارة عقل مند کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

(مکتوب نمبر ۲۶۱' دفتر اول)

اس دعا کے ساتھ یہ مضمون ختم کرتے ہیں۔

ے یا رب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے
پھر وادی فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے
پھر شوق تماشا دے پھر ذوق تقاضا دے
محروم تماشا کو پھر دیدہ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے ' اوروں کو بھی دکھلا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

اس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے
پیدا دل ویراں میں پھر شورش محشر کر
اس محمل خالی کو پھر شاہد لیلیٰ دے
اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشان کو
وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے
رفعت میں مقاصد کو ہمدوش ثریا کر
خود داری ساحل دے آزادی دریا دے
میں بلبل نالاں ہوں اک اجڑے گلستان کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

اس باب میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی ایک اور حکیمانہ نصیحت......

"سرود نغمہ یعنی گانے بجانے کی خواہش نہ کریں۔ اور اس کی لذت پر فریفتہ نہ ہوں۔ یہ ایک قسم کا زہر ہے جو شہد میں ملا ہوا ہے۔ اور سم قاتل ہے جو شکر سے آلودہ ہے۔

(مکتوب نمبر ۳۴، دفتر سوم)

لباس

دو آدمی ایک گھر کے گرد گھوم رہے ہیں۔ چکر لگا رہے ہیں۔ دیوانہ وار چل رہے ہیں۔ کہیں رک جاتے ہیں۔ کہیں چل پڑتے ہیں۔ ان میں ایک کے جسم پر پرانا اور بوسیدہ لباس ہے۔ اور دوسرے کا جسم زرق برق لباس سے آراستہ۔ یہ گھر خدا کا گھر ہے۔ یہ خانہ 'خانہ خدا ہے۔ یہ بیت 'بیت اللہ ہے۔ یہ دو چکر لگانے والے۔ دو ملکوں کے حکمران ہیں۔ اور اس دور کی زبان بولی جائے۔ تو دو سلطنتوں کے بادشاہ

Marfat.com

ہیں۔ایک کے جسم پر پرانااور بوسیدہ لباس لگا ہوا۔ دوسرے کا جسم زرق برق لباس سے لدا ہوا۔ایک دوسرے سے گویا ہوا۔ کیا سبب ہے؟ یہ کیا حال بنائے ہوئے ہو؟ کس حالت میں آئے ہوئے ہو؟ دوسرا بولا! اپنے مالک کے سامنے عجز و عاجزی کا پیکر بن کر آیا ہوا ہوں۔ لیکن تم اس کے حضور آگئے۔ اور ابھی تک تمہارے ذہن سے خوئے حکمرانی نہ گئی۔ کہ یہاں بھی ایسے لباس میں بنے پھر رہے ہو؟ یہ بولا میں نے اسلیئے پر شکوہ لباس نہیں پہنا۔ کہ دوسروں سے ممتاز نظر آؤں۔ بلکہ اس لئے پہنا ہے کہ جس مالک نے مجھے یہ سب کچھ دیا ہے۔وہ مجھے اس حال میں دیکھے تو خوش ہو جائے۔ کہ میری نعمتیں استعمال کر رہا ہے۔اور پھر اس کی عطا پر۔اور اس کے خوش ہونے پر۔ اس کے حضور سجدہ شکرہ بجالاؤں۔ اس کے حضور و فور شوق سے بے تاب بچے کی طرح گر جاؤں۔

ایک رنگ' روپ ہزار

ایک ہی اسلوب' انداز مختلف مختلف۔ ایک ہی روپ' لباس مختلف مختلف۔ ایک ہی عمل' طریقہ کار مختلف مختلف۔ ایک ہی فعل پر افکار مختلف مختلف۔ کوئی سوچے ایسا کیوں ہوتا ہے؟ تو خود ہی سمجھے۔ کہ ایسا ہی تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔ کہ اسلوب تو ایک ہی ہوتا ہے۔ انداز بدلتے رہتے ہیں۔ روپ ایک ہوتا ہے۔ لباس بدلتے رہتے ہیں۔ عمل ایک ہی ہوتا ہے۔ طریقے کار بدلتے رہتے ہیں۔ فعل تو ایک ہی ہوتا ہے۔ افکار بدلتے رہتے ہیں۔ بلکہ

اس رنگ بدلتی دنیا میں انسان بدلتے رہتے ہیں
گھر تو ایک ہی ہوتا ہے مہمان بدلتے رہتے ہیں۔

یہ تبدیلی' ماحول اور حالات کے مطابق ہوتی ہے۔ لباس کا تعلق بھی اسی

Marfat.com

قبیل سے ہے۔

لباس کی صفات

اسلام نے کسی مخصوص وضع قطع کے لباس کا اپنے ماننے والوں کو حکم نہیں دیا۔ جس لباس کا حکم دیا ہے اس میں بس یہ شرطیں ہونی چاہیے۔

☆ ایک ستر ڈھانکنے والا ہو۔

☆ دوسرا دیدہ زیب و خوشنما ہو۔

یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سو آتکم وریشاً.	اے ابن آدم ! ہم نے تم پر لباس اتارا تاکہ وہ تمہاری شرمگاہوں کو چھپائے اور آرائش کا سبب ہو۔

(الاعراف :۲۶)

بس یہی دو خصوصیات لباس کی ہیں۔ کہ وہ ساتر (ڈھانپنے والا) ہو۔ اور خوشنما ہو۔ چاہے وہ کسی روپ میں ہو۔ کسی وضع میں ہو۔ انسان لباس سے نہیں۔ اخلاق سے پہچانے جاتے ہیں۔ وضع قطع سے نہیں۔ کردار سے پہچانے جاتے ہیں۔ بھیڑیا خصلت انسان 'انسانوں کے لباس میں آکر بھی بھیڑیا ہی ہے۔ حضرت موسیٰ کے دور کا فرعون۔ بلکہ ہر دور کا فرعون اس کی مثال ہے۔ خواہ وہ مغرب کے مقتدر حلقے کا فیملی پلاننگ کے نام پر انسانیت کا قتل عام ہو (نس بندی اور منصوبہ بندی میں فرق واضح رہے) یا غریب عوام میں سے جاوید اقبال جیسے 100 بچوں کے قاتل کا مقام ہو۔ کام دونوں کا ایک ہی ہے۔

یذبحون ابناء هم	کہ وہ بچوں کو ذبح کرتے ہیں۔

اور فرشتہ انسانوں کے لباس میں آکر بھی فرشتہ ہی ہے۔ جیسے حضرت

Marfat.com

جبرائیل جو کئی بار انسانی شکل اور انسانی لباس میں آئے لیکن پھر بھی فرشتہ ہی رہے۔

یہاں انسانوں کے لباس میں بڑے بڑے شیطان ملتے ہیں۔ ایمانداروں کے لباس میں بے ایمان ملتے ہیں۔ دربانوں کے لباس میں شاہان ملتے ہیں۔ قضاولی اور افتاؤں کے لباس میں شیرہ چشم یزداں بے ملتے ہیں۔

انقلاب روز از حد بالائی گذشت
بر مکان شیر غراں خوک صحرائی نشست

حضرت خالد بن شوذب کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت حسن بصریؒ کے پاس گیا۔ ان سے فرقد ملنے کیلئے آئے۔ حضرت حسن بصریؒ نے ان کی چادر دیکھ کر فرمایا۔ اے ام فرقد کے بیٹے! نیکی اس چادر میں نہیں ہے نیکی سینے میں ہوتی ہے۔ اور اس کی تصدیق عمل سے ہوتی ہے۔

حضرت معروف کرخیؒ کے بھتیجے ابو محمدؒ، حضرت ابوالحسنؒ کے پاس اونی جبہ پہن کر گئے۔ حضرت ابوالحسنؒ نے ان سے فرمایا: اے ابو محمدؒ تم نے اپنے دل کو صوفی بنایا ہے۔ یا اپنے جسم کو؟ پھر فرمایا۔ اپنے دل کو صاف رکھو خواہ لباس کسی قسم کا پہنو۔
(الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۱۹۷ بحوالہ شرح صحیح مسلم ج ۳۲۸۶)

لباس میں بے لباس

سو لباس کسی قسم کا ہو شرائط پوری کرنے والا ہو۔ لیکن ایک لمحہ توقف کیجئے۔ لباس کا مقصد ہے ڈھانپنا۔ ستر پوشی کرنا۔ اور جو لباس ستر نہیں ڈھانک رہا وہ لباس نہیں ہے۔ گٹھا گٹھا لباس۔ کسا کسا لباس' لباس نہیں۔ یہ تو چند پتے ہیں۔ جو محض سجاوٹ کیلئے جسم پر سجائے گئے ہیں اور کے پیچھے چھپنے والی کبھی چھپ نہیں سکتے۔ ہمیں غریبی کا طعنے دینے والے یورپین ذرا اپنے بدن دیکھیں۔ کہ پورا تن

Marfat.com

ڈھانپنے کو کپڑے میسر نہیں۔ اور ہم پر ہمارے خدا نے اپنے فضل سے سر تاپا پردے ڈال رکھے ہیں۔ ہماری غربت' ذہنی غربت تو ہو سکتی ہے۔ لیکن جسمی غربت کسی حوالے سے نہیں۔ اس کے باوجود ہم جو غرق دریا ہیں۔ عالم میں رسوا ہیں۔ تو اس کی ایک وجہ ہے کہ......

ے میری غریبی نے اڑایا ہے میرے فن کا مذاق
اور تیری دولت نے تیرے عیب چھپا رکھے ہیں

ہم غریبی کے باعث پردوں میں ہو کر بھی بے پردہ ہیں۔ لباسوں میں ہو کر بھی بے لباس ہیں۔ اور یورپین بے پردہ ہو کر بھی دولت کے پردوں میں ہیں۔ ننگے ہو کر بھی لباسوں میں ہیں۔ جو بھی ہو گا اچھا نہ ہو گا۔ یہ گمراہیوں کے پیکر جدھر جدھر سے گذریں گے۔ گمراہی کی سوغات بانٹتے جائیں گے۔ ان کی برہنگی۔ ان کی برافروختگی دیکھ کر لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ یہ خوشبو خوشبو ڈولی مخلوق جنت کی خوشبو نہ پا سکے گی۔ دنیا کی رنگینیاں پانے والیاں جنت کی رنگینیوں سے دور کر دی جائیں گی۔

سر بزم لٹ گئے ہم

تاجدار کائنات ﷺ نے چودہ صدیاں قبل اس منظر کی خبر دے دی تھی۔ اور جو بتایا تھا ہماری آنکھوں نے وہ سب کچھ دیکھا ہے۔ بطور مثال پیش کیے جا سکتے ہیں۔ کہ امیروں کے محلات میں لباس کی غربت کتنی عام ہو چکی ہے۔ آج قدم قدم گناہ۔ ڈگر ڈگر خطا۔ یہ سب اس عریانی کی عطا ہے۔ پوری قوم کا مزاج تباہ ہو گیا۔ نوجوان نسل سے اقدار کا جنازہ نکل گیا۔ ہزاروں لاکھوں واقعات اس دلدوز حقیقت کی تصدیق کر رہے ہیں۔ اس کا اندازہ ایک چھوٹے سے واقعہ سے کیجئے۔ جو کل لاہور

Marfat.com

نہر کنارے رونما ہوا۔ اور آج 24 مئی 2000 اخبارات کی زینت بنا۔ کہ لنگوٹ پوش نوجوانوں کی ہالینڈ کی پانچ لڑکیوں سے غیر اخلاقی حرکتیں۔ اس وقوعہ کے نفسیاتی عوامل کا جائزہ لیتے ہوئے ماہر نفسیات ڈاکٹر رشید چوہدری کہتے ہیں۔

''اس واقعہ کی ذمہ دار ہماری نوجوان نسل ہی نہیں۔ بلکہ ہمارے والدین' اساتذہ اور پورا معاشرہ بھی ہے۔ یہ جنسی دلچسپی کا کیس ہے۔ جس کا ذمہ دار بڑی حد تک خود مغربی میڈیا ہے۔ ان کی مادر پدر آزاد فلموں نے خواتین کے تقدس کو بڑی حد تک پامال کیا ہے۔''

ایک اور ماہر نفسیات کا بیان ہے کہ ......

''یہ واقعہ ہماری نفسیاتی رویوں کی عکاسی کرتا ہے جس میں اذیت پہنچا کر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کا ذمہ دار انٹرنیٹ ہے۔''

(جنگ 24 مئی 2000ء 14 صفحہ 4 کالم 4)

بن کے بگڑنا اور پھر بھی نہ سمجھنا کوئی ہم سے سیکھے؟

؎ وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

سو لباس جو بھی ہو ستر ڈھانکنے والا اور بھلا لگنے والا ہو۔ جو عرف اور عادت میں مشہور ہے اسی کا معمول ہے۔

اسی لئے تاجدار کائنات ﷺ نے مختلف قسم کے لباس پہنے۔ تاکہ امت کیلئے آسانی کی راہیں کھلی رہیں۔ اور کوشش یہی ہونی چاہیے۔ کہ تاجدار کائنات ﷺ کی عادی سنتیں بھی نہ چھوٹیں۔

Marfat.com

عادت اور عبادت کے طریق

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے ایک مرتبہ حضرت میر محمد نعمانؒ نے پوچھا۔ حضرت کیا وجہ ہے؟ کہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم ذکر بالجہر سے اس لئے منع کرتے ہیں۔ کہ وہ بدعت ہے حالانکہ وہ ذوق و شوق بخشتا ہے۔ اور دوسری بہت سی چیزوں سے منع نہیں کرتے۔ جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی۔ مثال کے طور پر لباس فرجی' شال اور شلوار وغیرہ؟

اس کے جواب میں آپؒ نے لکھا۔

"میرے مخدوم! آنحضرت ﷺ کا عمل دو طرح پر ہے۔

☆ ایک عبادت کے طریق پر۔

☆ دوسرا عرف و عادت کے طریق پر۔

پس وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے۔ اس کے خلاف کرنے کو برا جانتا ہوں۔ گذرے ہوئے کل پر اور آنے والے کل پر نظر رکھنے والے تاجدار کائنات ﷺ کی نظروں نے یہ منظر دیکھ لیا تھا۔ اور بہت پہلے دیکھ لیا تھا۔ جان جہان ﷺ کی نظر ۱۴ صدیاں قبل وقت کے افق کے دور پرے چودہ صدیاں بعد کے واقعات کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ آنکھیں جو دیکھ رہی تھیں۔ زبان اس کی ترجمانی ان لفظوں میں کر رہی تھی۔

نساء کاسیات عاديات مميلات ' مائلات روسهن كاسنمه البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن

(جنہوں کی قسموں ایک قسم کی) وہ عورتیں ہیں جو لباس پہننے کے باوجود عریاں ہونگی وہ خود تو راہ حق سے ہٹی ہی ہونگی لیکن ساتھ

Marfat.com

ریحھا۔
(مسلم۔ج۔۲۔ص۲۰۵)

دوسروں کو بھی ہٹانے والی ہونگی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے وہ نہ جنت میں داخل ہونگی اور نہ ہی جنت کی خوشبو پائیں گی۔

زمانے نے یہ زمانہ بھی دکھایا

علم نبوت کی معجز نمایاں دیکھئے۔ جان جہاں ﷺ کی نظر کی جلوہ آرائیاں دیکھئے۔ اس دور کے لوگوں کے وھم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی۔ کہ ایسا بھی ہوگا۔ لیکن تاجدار کائنات ﷺ فرمارہے تھے۔ کہ وقت آنے والا ہے۔ بہت کچھ اپنے ساتھ لانے والا ہے۔ تہذیب نے پلٹا کھانا ہے۔ اقدار نے حلیہ بدلنا ہے۔ ہیروں نے سنگریزے بن کر تلنا ہے۔ رلنا ہے۔ جسم ڈھانکنے کو باعث افتخار جاننے والے اپنے جسم پر لباس کو عار جانیں گے۔ وہ لباس ایسا پہنیں گی۔ کہ بعض حصے پر لباس ہوگا۔ اور بعض حصے لباس سے بے نیاز ہوں گے۔ اور یہ بے نیازی اپنے حسن وجمال کے اظہار کیلئے ہوگی۔ یا یہ کہ ان کا لباس ایسا باریک اور عریاں ہوگا۔ کہ پہننے کے باوجود جسم برہنگی کا ماتم کرتے رہیں گے۔ آج نظریں کچھ ایسے ہی لباس' کچھ ایسے ہی انداز دیکھ رہی ہیں۔ ان کے عشوہ وناز کا یہ عالم ہوگا۔ کہ ان کے سر ڈھلک جاتے ہوں گے۔ کبھی زلفیں لہرا کر۔ کبھی سر جھکا کر خم دیئے جاتے ہیں۔ اس سے ہوگا کیا؟ ہونا کیا ہے؟ کچھ تو ہونا ہے۔ بس بدعت منکرہ جانتا ہوں۔ اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں۔ کہ یہ دین میں نئی بات ہے اور مردود ہے۔

Marfat.com

اور وہ عمل جو عرف اور عادت کے طور پر ہے۔ اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا۔ اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا ہونا نہ ہونا عرف وعادت پر مبنی ہے۔ نہ کہ دین ومذہب پر۔ کیونکہ بعض شہروں کا عرف بعض دوسرے شہروں کے عرف کے بر خلاف ہے۔ اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ظاہر ہے۔ البتہ عادی سنت کو مد نظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔

(مکتوب نمبر ۲۳۱، دفتر اول)

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنے اپنے ماحول اور اپنے اپنے معاشرے میں جو لباس زائع و شائع ہو وہی استعمال کرنا چاہیے۔ ضروری نہیں۔ کہ ہم نے جو لباس پہنا ہو وہی دوسرا بھی پہنے۔ اور ایک ہی لباس پر زور دینا بھی مناسب نہیں۔

اسی طرح کا ایک سوال ایک مرتبہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے حضرت خواجہ محمد ہاشمؒ نے بھی پوچھا تھا۔ کہ اس جگہ کے صوفی پیراہن پیش چاک پہنتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہی سنت ہے۔ اور حضرت امیرؒ کے بندگان' حلقہ کے طریق پر بناتے ہیں۔ اس کی تحقیق کیا ہے؟

آپؒ نے جواب میں فرمایا۔

عرف کا اعتبار

جاننا چاہیے۔ کہ ہم بھی اس بارے میں متردد ہیں۔ اہل عرب پیراہن پیش چاک پہنتے ہیں۔ اور اسی کو سنت جانتے ہیں۔ اور فقہ کی بعض معتبر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مردوں کو پیراہن پیش چاک نہیں پہننا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ عورتوں

Marfat.com

کا لباس ہے۔

حضرت امام احمد علیہ الرحمۃ اور حضرت ابوداؤد علیہ الرحمۃ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا ہے۔ اس مرد پر جو عورت کا لباس پہنے۔ اور اس عورت پر جو مرد کا لباس پہنے' لعنت ہے۔ اور مطالب المومنین میں ہے۔ عورت' مرد کی مشابہت نہ کرے۔ اور مرد' عورت کی مشابہت نہ کرے کیونکہ دونوں پر لعنت ہوتی ہے۔

اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ پیراہن پیش چاک اہل علم اور اہل دین کا شعار نہیں ہے۔ اسی واسطے اہل ذمہ کیلئے یہ لباس تجویز کیا گیا ہے۔

جامع الرموز اور محیط میں منقول ہے۔ کہ وہ لباس جو اہل علم اور اہل دین کے ساتھ مخصوص ہے۔ یعنی ردا اور عمامہ۔ یہ اہل ذمہ نہ پہنیں۔ بلکہ موٹے کپڑے کی قمیض پہنیں۔ جس کے سینے پر عورتوں کی طرح چاک ہو۔

نیز بعض علماء کے نزدیک پیش چاک قمیض ہے ہی نہیں۔ بلکہ ورع ہے۔ ان کے نزدیک قمیض وہ ہے۔ جس کے دونوں کندھوں پر چاک ہوں۔

جامع الرموز اور ہدایہ میں جہاں عورت کے کفن کا بیان ہے۔ وہاں لکھا ہے۔ کہ قمیض کے بدلے ورع ہے۔ اور ان کے دونوں کے درمیان فرق یہ ہے۔ کہ ورع کا چاک سینے میں ہوتا ہے۔ اور قمیض کا چاک دونوں کندھوں کی طرف ہوتا ہے۔ بعض علماء ان دونوں (ورع اور قمیض) کو مترادف سمجھتے ہیں۔ یعنی دونوں کے معنی ایک ہیں۔

فقیر کے نزدیک بہتر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب مردوں کو عورتوں کا لباس پہننا منع ہے۔ تو جہاں عورتیں پیراہن پیش چاک پہنتی ہیں۔ وہاں مردوں کو

چاہیے۔ کہ عورتوں کی مشابہت ترک کر کے پیراہن حلقہ گریباں پہنیں۔ اور جس جگہ عورتیں پیراہن حلقہ گریباں پہنتی ہیں۔ وہاں مرد پیراہن پیش چاک اختیار کریں۔

عرب میں عورتیں پیراہن حلقہ گریباں پہنتی ہیں۔ اس لئے مرد پیراہن پیش چاک پہنتے ہیں۔ اور ماوراالنھر اور ہندوستان میں عورتوں کا لباس پیراہن پیش چاک ہے۔ اسلئے مرد پیراہن حلقہ گریبان اختیار کریں۔

میاں شیخ عبدالحق دہلوی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں مکہ مکرمہ میں موجود تھا۔ میں نے وہاں دیکھا۔ کہ شیخ نظام نادنولی کا ایک مرید پیراہن حلقہ گریباں پہنے ہوئے طواف کر رہا ہے۔ اور عرب کے لوگ اس کے پیراہن کو دیکھ کر تعجب کرتے۔ اور کہتے۔ کہ عورتوں کا لباس پہنا ہوا ہے۔

پس عرف وعادت کے اعتبار سے عربوں کے طریقوں پر عمل کرنا ہی بہتر ہوگا۔ اور ہندو ماوراء النھر کے عمل کے موافق ہوگا۔

ولکل وجهة هو موليها. ہر ایک کیلئے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے۔

اگر پیراہن پیش چاک کا سنت ہونا ثابت ہوتا۔ تو علماء احناف یہ لباس اہل ذمہ کیلئے تجویز نہ کرتے۔ اسے اہل علم اور اہل دین کے ساتھ ہی مخصوص رکھتے۔ چونکہ عورتیں اس لباس میں آتی ہیں۔ اسلئے اس جگہ مردوں کا لباس عورتوں کے لباس کے تابع ہوگیا ہے۔

(مکتوب نمبر ۳۱۳ دفتر اول)

لباس جیسا بھی ہو، جو بھی ہو۔ لباس ہونا چاہیے۔ اور سب سے عمدہ لباس

Marfat.com

تقویٰ کا لباس ہے۔

ولباس التقویٰ ذالك خیر . تقوی کا لباس ہی بہتر لباس ہے۔

(الاعراف : ۲۶)

خدا تجھے اس تہذیب سے آشنا کرے۔

سود

ایک شخص چارپائی پر بیٹھا ہے۔ سوچوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا۔ حیرت کی وادی میں کھویا ہوا۔ اس نے بچوں کی فیس بھی دینی ہے۔ ان کے یونیفارم کا بھی انتظام کرنا ہے۔ ان کی کتابیں کاپیاں بھی خریدنی ہیں۔ جو گاڑی انہیں سکول لے جاتی ہے۔ اس کا بل بھی ادا کرنا ہے۔ بجلی کا بل ہاتھوں میں ہے۔ ٹیلی فون کا بل بھی گھنٹیاں بجا رہا ہے۔ ہاؤس ٹیکس بھی گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔ بیوی کی ضروریات بھی پوری کرنا ہیں۔ اعزہ و اقارب کی تقریبات میں بھی شرکت کرنی ہے لیکن جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔

ایک دوسرا شخص ہے۔ کمرے میں بیٹھا ہے۔ جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہیں۔ خدمت میں خادم حاضر ہیں۔ گاڑی سفر کے انتظار میں کھڑی ہے۔ اسے بچوں کے معاملات کی فکر کیا' خبر بھی نہیں ہے۔ یہ کام اس کے لئے "آیا" نے کرنے ہیں۔ یا اس کے ملازم نے کرنے ہیں۔ اس کی صحبتیں حسیں اس کی راتیں رنگین۔

ایک ہی معاشرہ ہے۔ ایک ہی سوسائٹی۔ لیکن ایک جیسی نہیں۔ بلکہ یک رخی محنت۔ ایک جیسے لوگ' ایک جیسے نہیں۔ بہت تھوڑی محنت والے' بہت زیادہ عزت والے ہیں۔ اور بہت زیادہ محنت کرنے والے' بہت زیادہ ذلت میں ہیں۔ محنت' محنت کش کرتا ہے۔ لیکن صلہ کوئی دوسرا لے جاتا ہے۔ بڑی بڑی عمارتیں

Marfat.com

بنانے والے' چھوٹی چھوٹی عمارتوں میں رہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے محل بنانے والے' چھوٹی چھوٹی کٹیاؤں میں زندگیاں گزار دیتے ہیں۔ ان کی جفاکشی میں کتنی بے بسی ہے؟

غریب تڑپ رہا ہو' امیر پر اثر نہیں ہوتا۔ کوئی بھوکا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہا ہو' امیروں کی توندوں میں کھجلی بھی نہیں ہوتی۔ کوئی سسک سسک کر جان دے رہا ہو' ان کی سانسوں میں ارتعاش بھی نہیں آتا۔ یہ بے حسی۔ یہ بے بصری۔ یہ بے خبری۔ اس نظام کی پیداوار ہیں۔ جسے سرمایہ دارانہ نظام معیشت (Capitalism) کہتے ہیں۔ اس نظام نے ہی سود جیسے ناجائز بچے کو جنم دیا۔ اور Banking System کے ذریعے اس کو غذا پہنچا کر توانا وجوان کیا۔ آج یہ عفریت بن کر پورے معاشرے کا لہو پی رہا ہے۔ معاملہ فرد کا ہو یا معاشرے کا۔ سود کا ایک اٹل اصول ہے کہ جو طاقتور ہے۔ اس کا حق ہے۔ کہ کمزور کو دبا دے۔ Survival of the Fittest اسی کا نام ہے۔ سود کا کاروبار عموماً بینکوں کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ ان بینکوں میں امیر اور غریب دونوں کے Deposit ہوتے ہیں۔ بلکہ جائزے کے مطابق 80 سے 90 فی صد بینک کے ڈیپازٹس بیس ہزار روپے سے کم چھوٹے کھاتہ داروں کے ہوتے ہیں۔ باقی دس فیصد یا اس سے بھی کم امیر طبقے کے۔ لیکن جب انہیں ڈیپازٹس سے Loan کے اجراء کی باری آتی ہے۔ تو 90 فیصد کھاتے داروں کے حصے میں صرف 6 سے 7 فیصد تک قرضہ آتا ہے۔ باقی 93 فیصد قرضے امیر' جاگیردار' سرمایہ دار لے اڑتے ہیں۔ وہ بھی انتہائی کم شرح سود پر۔

یہی سرمایہ دار 70 فی صد کے Ratio سے قرضہ حاصل کرتا ہے۔ گویا

Marfat.com

سرمایہ دار صرف 30 فی صد اپنا سرمایہ لگاتا ہے۔ اور 70 فی صد بینکوں سے حاصل کرتا ہے۔ اور بالآخر Kick Back کی صورت میں وہ بھی واپس نکال لیتا ہے۔ نتیجۃً سرمایہ دار ساری انڈسٹری بینک کے سرمائے سے چلاتا ہے۔ اور اس میں اس کا ایک بھی روپیہ شامل نہیں ہوتا۔ اور جو قرضہ لیا ہوتا ہے۔ وہ سیاسی اثر و رسوخ کی بناء پر یتیم بن کر معاف کروا لیتے ہیں۔ اور کبھی یہ عالمی یتیم Default کا کاسہ لے کر قرضوں کی Re-Shedualing کی خیرات مانگتے ہیں۔ اور کبھی رشوتیں دے کر ادا ہی نہیں کرتے۔ یوں یہ غریب اور متوسط طبقے کی آمدنی پر پلنے والے ان کی زندگیوں کے مالک بن جاتے ہیں۔ ان کے سرخ گالوں میں غریبوں کا نچڑا لہو چھلکتا ہے۔ ان کی اکڑی گردنوں میں غریبوں کی کشیدہ قوت بھری ہوتی ہے۔ ان کی بڑھی توندیں غریبوں کے پیٹ کاٹنے کی خیراتیں ہوتی ہیں۔ یوں یہ امیر انہیں کا کھا کر انہیں کو کھانے لگ جاتے ہیں۔

سود کسی صورت میں بھی ہو سود ہی ہوتا ہے۔ بے شک اس کے نام بدل دیں۔ پھر بھی حیثیت وہی رہے گی۔ اس پر تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

Uncompund Intrest

Compund Intrest

Business Intrest

Usuary.

یہ بھی سود ہے

اور بھی بہت ساری سود کی اقسام ہیں۔ لیکن ہم اس قسم پر بحث کر رہے ہیں۔ جس کا تعلق ہم سے ہے۔ یعنی ایسا سود جو مروجہ یا قانونی شرح سود سے زیادہ

Marfat.com

ہو۔ اسے ربو یعنی Usuary کہتے ہیں۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ Usuary جائز ہے۔ اور نا جائز اگر ہے تو وہ Intrest ہے۔ لیکن یہ خیال فقط دل بہلانے کو سجایا جاتا ہے۔ ورنہ جب بھی کسی Usuary کو مروجہ اور قانونی شرح کے اندر لے آئیں گے۔ تو وہ بھی Intrest ان جائیگا۔

اس سے ملتا جلتا ایک سوال حضرت مجددؒ سے بھی پوچھا گیا۔ ملا مظفر (سائل) کا استدلال تھا۔ کہ اگر کسی شخص نے دس تنگوں (روپیوں) کے عوض بارہ تنگے (روپے) لیے۔ تو اس سلسلے صرف دو تنگوں پر ہی سود کا اطلاق ہو گا۔ اور یہی حرام ہوں گے۔ باقی دس تنگے (روپے) جائز ہوں گے۔ اور یہی کیفیت ادھر بھی ہے۔ کہ مروجہ قانونی شرح سے زائد سود' سود نہیں ربوا ہے۔ جو جائز ہے (یہ دلیل آج کے سود کے جواز کے طور پر پیش کی جاتی ہے) اس پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

بلا سود بینکاری اور اسلامی معیشت

آپ اس پر فرماتے ہیں کہ رباء صرف سودی قرض میں زیادتی کو کہتے ہیں۔ اور بارہ تنگہ کے عوض دس تنگہ قرض لینے میں صرف یہی دو تنگے زیادتی ہوئی۔ جو حرام ہے۔ لیکن جب فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا۔ تو معلوم ہوا کہ شریعت میں جس عقد میں زیادتی ہے۔ اس میں ربا بھی ہے۔ ناچار یہ عقد حرام ہو گا۔ اور جو کچھ حرام کی نسبت حاصل کریں۔ وہ بھی حرام ہو گا۔ پس وہ تنگہ بھی ربا ہو گا۔ اور حرام ہو گا۔

(مکتوب نمبر ۱۰۲' دفتر اول)

سود لینے کی خاطر لوگ بڑے بڑے پاپڑ بیلتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی

Marfat.com

ہے۔ کہ جو بھی قرض لیتا ہے۔ کسی نہ کسی ضرورت کے تحت لیتا ہے۔ اگر ضرورت نہ ہو تو کون قرض لے۔ اور بینک جو قرض دیتے ہیں۔ وہ سود پر دیتے ہیں۔ تو اس کے بناء کوئی چارہ نہیں۔ کہ قرض مع سود لیا جائے۔

ضرورت کا دامن بڑا وسیع ہے

یہ ایک نفسیاتی کیفیت اور سوچ کا شاخسانہ ہے۔ اگر ضرورت کو وجہ بنالیں۔ تو پھر کوئی بھی شے باقی نہیں بچے گی۔ حتیٰ کہ خود نص قرآنی کا منشاء یعنی ربا کا حرام ہونا بھی باقی نہیں رہے گا۔ اس کی ایک بنیادی وجہ ہے کہ ''ضرورت'' ایسی چیز ہے۔ جس کی آج تک کوئی مخصوص تعریف نہیں ہو سکی۔ نہ اس کے معیار کا تعین ہو سکا۔ نہ اس کی مقدار جانچی جا سکی۔ مثال کے طور پر زندگی کیلئے زندہ ہونا' پیدا ہونا ایک ضرورت' مرنا ایک ضرورت' کھانا ایک ضرورت' پینا ایک ضرورت' پہننا ایک ضرورت' (چاہے لباس ہو چاہے کفن) سانس لینا ایک ضرورت' چلنا ایک ضرورت' اٹھنا ایک ضرورت' بیٹھنا ایک ضرورت' تعلیم ایک ضرورت' تربیت ایک ضرورت' شادی ایک ضرورت' بیوی ایک ضرورت' بچے ایک ضرورت' بجلی ایک ضرورت' پانی ایک ضرورت' رہائش ایک ضرورت' گاڑی ایک ضرورت' یہ تو بنیادی ضرورتیں ہیں۔ ورنہ معاشرے میں جتنا جتنا Status بڑھتا جاتا ہے ضروریات بڑھتی جاتی ہیں۔ بدلتی جاتی ہیں۔ ایک غریب کیلئے دو وقت کی روٹی ضرورت ہے۔ ایک امیر کیلئے Bed-Tea 'Break Fast 'Brunch 'Lunch '-Dinner 'Supper (ایک تو Supper سے مراد رات کا وہ کھانا جو اپنے خرچے پر کھایا جاتا ہے۔ اور اگر دوسرا کھلائے تو Dinner ہوتا ہے۔ اور دوسرا Supper وہ ہلکا کھانا ہوتا ہے۔ جو سونے سے کچھ دیر قبل کھاتے ہیں)۔ ایک غریب کیلئے سفر کیلئے

Marfat.com

مسافروں سے بھری گاڑی میں فقط ایک سیٹ ضرورت۔ جبکہ ایک امیر کیلئے عام گاڑی نہیں' عام کار نہیں Luxuary Convise ضرورت۔ غریب کو سر چھپانے کیلئے ایک جھونپڑی ضرورت۔ اور امیر کی رہائش کیلئے کوٹھی ضرورت۔ غریب کیلئے موسموں کے تحفظ کیلئے مکان ضرورت۔ اور امیر کیلئے موسم گرما میں A.C ضرورت۔ اور سردیوں کیلئے Heater ضرورت۔ غرض زندگی کے معیار کا چولا بدلنے سے ضرورت کا چولا بھی بدلتا رہتا ہے۔ Lower Class کی ضرورت اور ہے' Middle Class کی ضرورت اور ہے' Bourgeois Class کی ضرورت اور ہے' Upper Class کی ضرورت اور ہے' Eliet Class کی ضرورت اور ہے۔

ضرورت' وجہ حلت نہیں

ایک طبقے کی طلب دوسرے طبقے کی ضرورت ہے۔ دوسرے طبقے کی ضرورت' ایک طبقے کی آسائش ہے۔ اور ایک طبقے کی آسائش کسی دوسرے طبقے کی تعیشات ہیں۔ اور ایک طبقے کی تعیشات کسی دوسرے طبقہ کی ضرورت ہیں۔ چنانچہ اگر ضرورت کو سود کی وجہ بنایا جائے۔ تو پھر وجہ حرمت ہی باقی نہیں رہتی۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں۔

''باقی رہی احتیاج کی صورت' سو میرے مخدوم! ربا کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ جو محتاج اور غیر محتاج سب کو شامل ہے۔ وہاں محتاج کا خاص کرنا اس قطعی حکم کا منسوخ کرنا ہے۔ اور قنیہ (کتاب کا نام) کی روایت یہ درجہ نہیں رکھتی۔ کہ قطعی حکم کو منسوخ کر دے۔ حالانکہ مولانا جمال لاہوری۔ جو لاہور کے علماء میں سے ہیں۔ فرماتے تھے کہ قنیہ کی بہت سی روائتیں قابل اعتبار نہیں ہیں۔ اور کتب

Marfat.com

معتبرہ کی روائیتوں کے خلاف ہیں۔

نیز اگر محتاج سے عام مراد لیا جائے۔ تو پھر چاہیے۔ کہ ربا کی حرمت کیلئے کوئی مقام اور محل پیدا نہ ہو۔ کیونکہ جو زیادتی قبول کرتا ہے۔ اسے کوئی نہ کوئی حاجت ضرور ہوتی ہے۔ اور بغیر حاجت کے کوئی شخص اپنے ضرر پر پیش دستی نہیں کرتا۔ پس اس صورت میں صاحب تعریف حکیم کے نازل فرمائے ہوئے حکم کیلئے کوئی زیادہ فائدہ باقی نہیں رہتا۔ اور اللہ پاک کی کتاب اس قسم کی وہمی باتوں سے پاک ہے۔

اگر بالفرض عام احتیاج کو تسلیم کر بھی لیں۔ پھر بھی میں کہتا ہوں۔ کہ احتیاج منجملہ ضروریات کے ہے۔ اور ضرورت اندازہ کے مطابق پوری کی جاتی ہے۔ پس اس سودی روپیہ کے کھانا پکانا۔ اور لوگوں کو کھلانا احتیاج میں داخل نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی ضرورت اس کے متعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترکہ میت میں احتیاج' مستثنیٰ ہے اور کفن پر منحصر ہے۔ اور اس کی روحانیت کیلئے کھانا پکانا احتیاج میں داخل نہیں جانتے۔ حالانکہ وہ صدقے کا زیادہ محتاج ہے۔ اسی مکتوب مبارک میں تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں۔ لاہور کے مفتیوں نے احتیاج کو دخل دے کر اس کے حلال ہونے کا حکم دیا ہے۔ احتیاج کا دامن فراخ ہے۔ اگر اس کو چوڑا کریں تو کچھ ربا نہیں رہتا۔ اور ربا کی حرمت میں نص قطعی کا حکم عبث ہو جاتا ہے''۔

(مکتوب نمبر ۱۰۲' دفتر اول)

آج کے اس دور میں رہنا مشکل' آج کے اس دور میں بچنا مشکل۔ تنخواہیں ملازمتیں سب حکومت کے پاس اور حکومتوں کا سب خرچ IMF, World Banks اور اس کے ضمنی اداروں کے قرضوں پر۔ اور ان سب کے قرضے سود

پر۔اس لیے سود سے بچنا مشکل۔ان حالات میں کیا ہو؟
سنیے حضرت مجدد علیہ رحمۃ کی زبانی......

اگر ''قنیہ'' کی روایت (محتاج ہونے کی صورت والی) کو صحیح بھی مان لیں تو اس احتیاج کی تاویل اضطرار اور مخمصہ سے کرنا پڑے گی۔تا کہ آیت کریمہ......

فمن اضطر فی مخمصة

کے ساتھ اس حکم قطعی کی تخصیص ہو جائے۔کہ یہ بھی قوت میں ویسی ہی ہے۔

کہ رستم راشد ہم رخش رستم
رستم کو رستم کا گھوڑا ہی اٹھاتا ہے

''پس چہ باید کرد''

قنیہ کی روایت حیلہ وبہانہ کے بعد صرف محتاج (مضط) کیلئے سودی قرض کا لینا جائز سمجھتی ہے۔نہ کہ دوسروں کیلئے۔اگر کوئی کہے۔کہ محتاج نے اس کھانے کو شاید کفارہ قسم' ظہار یا روزہ کی نیت پر پکارا ہو۔اور یہ بھی شک نہیں۔کہ وہ اس کفارہ کے ادا کرنے میں محتاج ہے۔

تو میں کہتا ہوں۔کہ اگر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا۔تو روزہ رکھ لے۔نہ یہ کہ سودی قرض لے۔اور اگر کسی قسم کی احتیاج پیدا ہو جائے۔تو تھوڑی وجہ کے ساتھ تقویٰ کی برکت سے دور ہو جائیگی۔

ومن یتق اللہ یجعل له مخرجاویرزقه من حیث لا یحتسب

(جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے کوئی نہ کوئی راہ بنا دیتا ہے۔
اور اس کو اس جگہ سے رزق دیتا ہے۔جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا)
ایک جگہ لکھتے ہیں......

آپ نے لکھا تھا۔ کہ اس زمانے میں شبہ کہ بغیر روزگار اور ملازمت مشکل ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن جہاں تک ہو سکے شبہ سے بچنا چاہئے۔ زراعت بہ طہارت جس کو آپ نے طیب کے منافی بیاں کیا ہے۔ اس کا ہند میں بچنا ممکن ہے۔

اور

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا	اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا

(مکتوب 102' دفتر اول)

یہ وہ تفصیلات تھیں جو سود کے بارے میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے بیان فرمائی ہیں۔ اس موضوع کی بہت ساری جزئیات' متعلقات اور تفصیلات ہیں۔ لیکن یہ کتاب اتنی طوالت کی متحمل نہیں۔ اس لئے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ آخر میں پوری قوم کو سود کے سمندروں میں ڈبو کر تعیشات کے ساحلوں پر خرام ناز کرتے حضرات سے یہ کہتے ہوئے اختتام کرتے ہیں......

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے' کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری بھی فاقہ مستی اک دن

چند متفرق مسائل

متفرق مسائل کے ضمن میں ان مسائل کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جو مختلف سوالوں کے جواب میں لکھے گئے۔ اور ان کا تعلق فقہ کے ساتھ ہے۔ ہر چند کے ہر مسئلہ اپنے اندر بے پناہ حکمتیں لئے ہوئے ہے۔ لیکن اس موضوع پر اس کتاب کی حیثیت منزل کی نہیں نشان راہ کی ہے۔ اور راہ کے نشان کی نشاندہی تو کرتے ہیں۔ لیکن راہ کی تفصیلات نہیں بتاتے۔ اس لئے یہ مسائل بلا تبصرہ لکھے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

خدائے پاک کو منظور ہوا توان سب پر کسی اور جگہ مناسب بحث کی جائیگی۔

برتنوں کا استعمال

برتن کس قسم کے استعمال کرنے چاہیے؟ اس کی بابت حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

دنیا کا ترک دو طرح کا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ بقدر ضرورت کے سوا اس کے تمام مباحات کو ترک کر دیا جائے۔ اور یہ ترک دنیا کی اعلیٰ قسم ہے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ امور سے پرہیز کی جائے۔ اور مباح امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ قسم بھی خاص کر ان دونوں میں نہایت ہی کمیاب اور عزیز الوجود ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ جس عالی است پیش خاک تود
عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں
لیکن زمین سے پھر بھی اونچا ہے اے جواں

پس لازمی طور پر سونے کے استعمال۔ اور حریر یعنی ریشم وغیر کے پہننے سے جن کو شریعت مصطفوی ﷺ نے حرام کیا ہے۔ پرہیز کرنا چاہیے۔ چاندی سونے کے برتن جو شان و شوکت کیلئے بنائے جاتے ہیں۔ کچھ گنجائش رکھتے ہیں۔ لیکن ان کا استعمال کرنا۔ ان میں پانی پینا۔ کھانا کھانا۔ خوشبو ڈالنا اور سرمہ دان وغیرہ بنانا سب حرام ہے۔

(مکتوب ۱۶۳، دفتر اول)

مشرکین کا جھوٹا کھانے کا حکم

ملا مقصود علی تبریزی کی طرف لکھا گیا ایک طویل مکتوب مبارک

Marfat.com

الحمدلله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ

میرے مشفق مخدوم! نہیں معلوم کہ تفسیر حسینی بھیجنے سے آپ کا مقصود کیا تھا؟ تفسیر والا آیت کریمہ (انما المشرکون نجس) کو آئمہ حنیفہ کے موافق بیان کرتا ہے۔ اور نجاست سے شرک 'خبث باطن اور بداعتقادی مراد لیتا ہے۔ اور یہ جو اس کے بعد اس نے کہا ہے۔ کہ یہ لوگ نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتے۔ اور یہ بات تو آج کل اکثر اہل اسلام میں بھی موجود ہے۔ اس وجہ سے عام اہل ایمان اور کافروں کے درمیان فرق نہیں ہو سکتا۔ اگر نجاست سے پرہیز نہ کرنا آدمی کی نجاست کا سبب ہے۔ تو پھر معاملہ تنگ ہے۔ اور

ولا حرج فی الاسلام اسلام میں کوئی تنگی نہیں۔

اور یہ جو حضرت ابن عباسؓ نے نقل کیا ہے۔ کہ مشرک کتوں کی طرح نجس العین ہیں۔ اس قسم کی شاذونادر نقلیں دین کے بزرگواروں سے بہت آئی ہیں۔ لیکن یہ سب توجیہ اور تاویل پر محمول ہیں۔

یہ لوگ کس طرح نجس العین ہو سکتے ہیں۔ جبکہ آنحضرت ﷺ نے یہودی کے گھر سے کھانا کھایا ہے۔ مشرک کے برتن سے وضو کیا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے نصرانی عورت کے گھڑے سے وضو کیا ہے۔

اور اگر یہ کہیں۔ کہ ہو سکتا ہے۔ کہ آیت کریمہ "انما المشرکون نجس' (مشرک نجس ہیں) ان روایتوں سے متاخر ہو۔ اور ان کی ناسخ ہو۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ صرف "ہو سکتا ہے" (شک والی بات ہے 'ظنی بات) کافی نہیں۔ بلکہ اس کے متاخر ہونے کو ثابت کرنا چاہیے۔ تاکہ نسخ کا دعویٰ صحیح ہو کیونکہ

Marfat.com

فان الخصم من وراء المنع   مناظر بے دلیل نہیں مانتا

اگر اس آیت کا متاخر ہونا تسلیم بھی کر لیں۔ تو یہ حرمت کو ثابت نہیں کرتی۔ جبکہ نجاست سے مراد خبث باطن ہے۔ کیونکہ منقول ہے۔ کہ کوئی پیغمبر کسی ایسے امر کا مرتکب نہیں ہوا۔ جس کا انجام اس کی شریعت میں یا کسی دوسرے نبی کی شریعت میں حرمت تک پہنچا ہو۔ اور آخر میں حرام ہو گیا ہو۔ اگرچہ وہ امر ارتکاب کے وقت مباح ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً شراب جو پہلے مباح تھی۔ پھر حرام ہو گئی۔ لیکن اس کو کسی پیغمبر نے پھر بھی نہیں پیا۔ اگر مشرکوں کا انجام کار ظاہری نجاست سے برقرار پاتا۔ اور کتوں کی طرح نجس عین ہوتے۔ تو آنحضرت ﷺ جو محبوب رب العالمین ہیں۔ ہرگز ان کے برتنوں کو ہاتھ نہ لگاتے۔ چہ جائیکہ ان کا آب و طعام کھاتے پیتے۔

نیز نجس العین ہر وقت نجس عین ہے۔ پہلی اور پچھلی اباحت کی اس میں گنجائش نہیں۔ اگر مشرک نجس عین ہوتے تو چاہیے تھا۔ کہ ابتداء سے ہی ایسے ہوتے۔ اور آنحضرت ﷺ ان کے ساتھ ان کے انداز کے مطابق معاملہ فرماتے۔

واذ لیس فلیس   جب ایسا نہیں تو پھر ویسا بھی نہیں

نیز حرج اور تنگی دین میں دور ہو چکی ہے۔ کہ ان کو نجس عین جانے۔ اور ان پر نجاست کا حکم لگانے سے مسلمانوں پر کس قدر تنگی آئے گی۔ اور وہ کس قدر رنج و تکلیف میں پڑ جائیں گے۔

مسلمانوں کو آئمہ احناف رضی اللہ عنھم کا ممنون احسان ہونا چاہیے۔ جنہوں نے مسلمانوں کیلئے مخلصی پیدا کر دی ہے اور حرام کے ارتکاب سے بچا لیا ہے۔ نہ یہ کہ ان پر طعن لگائیں اور ان کے ہنر کو عیب خیال کریں۔ مجتہد پر اعتراض کی

مجال ہی کیا ہے؟ جبکہ اس کی خطاء پر بھی ایک درجہ کا ثواب حاصل ہے۔ اس کی تقلید اگرچہ خطا پر ہو۔ پھر بھی نجات کا سبب ہے۔

وہ لوگ' جو کفار کے ساتھ کھانے پینے کی حرمت کے قائل ہیں۔ یہ ازروئے عادت محال ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو اس کے ارتکاب سے محفوظ رکھ سکیں۔ خاص کر ملک ہند میں۔ جہاں یہ ابتلا زیادہ ہے۔ اپنے آپ کو محفوظ رکھنا بڑا مشکل ہے۔ اس مسئلہ میں۔ کہ جس میں عام لوگ مبتلا ہیں۔ بہتر یہی ہے۔ کہ سب سے آسان اور سہل امر پر فتویٰ دیں۔ اگر اپنے مذہب کے موافق عمل نہ ہو سکے۔ تو جس مجتھد کے قول کے مطابق زیادہ آسانی اور سہولت ہو۔ اس پر فتویٰ دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر — اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتے ہیں تنگی نہیں۔

(البقرہ: ۱۸۵)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفاً. — اللہ تم سے تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا۔

خلق پر تنگی کرنا اور ان کو رنج میں ڈالنا حرام اور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ علماء شافعیہ بعض ان مسائل میں جن میں امام شافعیؒ نے تنگی کی ہے۔ مذہب حنفی پر فتوی دیتے ہیں۔ اور لوگوں پر آسانی کرتے ہیں۔ مثلاً زکوٰۃ کے مصارف میں امام شافعیؒ کے نزدیک صدقہ کو زکوٰۃ کے تمام مصارف پر تقسیم کرنا چاہیے۔ جن میں سے ایک مولفۃ القلوب بھی ہے۔ جو اس وقت مفقود ہے۔ چنانچہ علمائے شافعیہ نے

Marfat.com

فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ اور ان اقسام میں سے کسی ایک کو دینے میں کفایت کی ہے۔

نیز اگر مشرک نجس عین ہو گئے۔ تو چاہیے یہ تھا۔ کہ ایمان لانے کے بعد بھی پاک نہ ہوتے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ان کی نجاست خبث باطنی اور بد اعتقادی کے باعث ہے۔ جو دور ہو سکتی ہے۔ اور صرف باطن تک ہی محدود ہے۔ جو اعتقاد کا محل ہے۔ اور اندرونی نجاست بیرونی طہارت کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی۔ اور یہ بات ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو معلوم ہے۔ نیز کلام حسن انتظام ''انما المشرکون نجس'' میں مشرکوں کے حال کی خبری دی گئی ہے۔ جس کا ناسخ و منسوخ ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ نسخ حکم شرعی کے انشاء میں ہے۔ نہ کہ کسی شئے کی خبر میں۔ پس چاہیے کہ مشرک ہر وقت نجس ہوں۔ اور نجاست سے مراد خبث اعتقاد ہو۔ تاکہ وہ دلیلیں باہم متعارض و مخالف نہ ہوں۔ اور ان کا ہاتھ لگانا۔ اور چھونا کسی وقت محذور و ممنوع نہ ہو۔ جس دن اس فقیر نے اس بحث میں آیت کریمہ......

وطعام الذین اوتو الکتاب حل لکم.	اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔

(المائدۃ : ۵)

پڑھی تھی۔ تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا۔ کہ اس جگہ اس سے مراد گیہوں چنے اور مسور ہیں۔ اگر اس توجیہہ کو اہل عرف مان لیں۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن انصاف درکار ہے۔ اس تصدیع اور طول کلامی سے مقصود یہ ہے۔ کہ آپ خلق خدا پر رحم کریں۔ عام طور پر ان کی نجاست کا حکم نہ دیں۔ اور مسلمانوں کو بھی کفار کے ساتھ ملنے جلنے کے باعث۔ کہ جس سے چارہ نہیں۔ نجس

Marfat.com

نہ جائیں۔ اور وہمی نجاست کے باعث مسلمانوں کے کھانے پینے سے پرہیز نہ کریں ۔ اور اس طرح سب سے بیزار نہ ہوں۔ اس کو احتیاط خیال نہ کریں۔ بلکہ احتیاط اس احتیاط کے ترک کرنے میں ہے۔

ے اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزروہ نہ شوی ورنہ سخن بسیا راست

(مکتوب ۲۲، دفتر سوم)

کفن کے بارے میں

مردوں کیلئے مسنون کفن تین کپڑے ہیں۔ دستار زائد ہے۔ اور ہم قدر مسنون پر کفائت کرتے ہیں۔ اور جواب نامہ بھی نہیں لکھتے۔ کیونکہ نجاست اور پلیدی کے ساتھ اس کے آلودہ ہو جانے کا احتمال ہوتا ہے۔ اور یہ سند صحیح سے بھی ثابت نہیں۔ علماء ماوراء النھر کا عمل بھی اسی پر ہے۔ اگر کفن میں قمیض کے بجائے پیراہن ترکی استعمال کر لیں۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔ شھداء کا کفن ان کے اپنے کپڑے ہیں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے وصیت فرمائی تھی۔

کفنونی فی ثوبی هذین. مجھے میرے ان کپڑوں میں دفنانا

(آپ نے سنتوں میں قرات کا پوچھا تھا) تو سنتوں میں اکثر اوقات چار قل کی قرات کی جاتی ہے۔

(مکتوب ۱۶، دفتر دوم)

عیادت' جنازہ' جمعہ

مریض کی عیادت سنت ہے۔ اگر اس مریض کی کوئی شخص خبر گیری کرنے والا ہے۔ تو ٹھیک۔ ورنہ اس کی بیمار پرسی واجب ہے۔ جیسا کہ حاشیہ مشکوٰۃ میں لکھا ہوا ہے۔ اور نماز جنازہ میں حاضر ہونے کیلئے کم از کم چند قدم جنازے کے پیچھے چلنا چاہیے تاکہ میت کا حق ادا ہو جائے۔

جمعہ و جماعت' نماز پنجگانہ اور نماز عیدین میں حاضر ہونا ضروریات اسلام میں سے ہے۔ ان سے چارہ نہیں۔"

(مکتوب ۲۶۵' دفتر اول)

کفار کی رسمیں بجالانے والے مسلمانوں کی نماز جنازہ کا حکم

فقیر ایک دفعہ ایک شخص کی بیمار پرسی کو گیا۔ جس کا معاملہ نزع کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ جب یہ فقیر اس کے حال کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا اس کے دل پر بہت سی ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں۔ ان ظلمتوں کو دور کرنا چاہا اور چاہا کہ وہ ظلمتیں اس کے دل سے دور ہو جائیں لیکن اس کے دل نے قبول نہ کیا۔ بڑی توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ ظلمتیں صفات کفر سے پیدا ہوئی ہیں۔ جو اس میں پوشیدہ تھیں اور وہ کدورتیں کفر اور اہل کفر کے ساتھ دوستی رکھنے کے باعث پیدا ہوئی ہیں۔ توجہ کے ساتھ یہ ظلمتیں دور نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ ان ظلمات سے اس کا پاک ہونا دوزخ کے عذاب پر موقوف ہے جو کفر کی جزا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شخص ذرہ بھر ایمان بھی رکھتا ہے۔ جس کی برکت سے اس کو دوزخ سے نکال لیں گے۔ جب اسے اس حال میں دیکھا تو دل میں آیا کہ اس شخص کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے کہ نہیں؟ توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

Marfat.com

پس وہ مسلمان جو باوجود ایمان کے کفار کی رسمیں بجالاتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے اور کفار کے ساتھ نہ ملانا چاہیے۔

(مکتوب ۲۶۶، دفتر اول)

نماز سے قبل صفیں درست کرنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری کسی مردہ سنت کو زندہ کرتا ہے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے وقت صفوں کو برابر کرنا چاہیے۔ نمازیوں میں سے کوئی شخص آگے پیچھے کھڑا نہ ہو۔ کوشش کرنی چاہیے کہ سب نمازی ایک دوسرے کے برابر ہوں۔ جناب رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے پھر اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہا کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صفوں کو درست کرنا نماز کو قائم کرنا ہے۔

ربنا آتنا من لدنك رحمة وهی لنا من امرنا رشداً.

(مکتوب ۶۹، دفتر دوم)

عمامہ

اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ سنت نبوی ﷺ کے موافق عمل ہو اور بدعت سے بچا جائے۔ خاص کر ایسی بدعت سے جس سے سنت رفع ہوئی ہو۔ جناب سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں۔

من احدث فی دیننا فهو رد.	جو نئی بات اس دین میں نکالی جاتی ہے وہ رد ہے۔

ان لوگوں پر مجھے تعجب آتا ہے جو دین میں نئی نئی شاخیں نکالتے ہیں۔

حالانکہ دین مکمل اور پورا ہے اور ان نکالی ہوئی شاخوں سے دین متین کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں اور اس بات سے نہیں ڈرتے کہ کہیں ان بدعتوں سے سنت ہی نہ رفع ہو جائے۔

مثلاً عمامہ کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان رکھنا سنت ہے۔ لیکن بہت سے لوگوں نے اس کو بائیں طرف لٹکانا شروع کر دیا ہے۔ اس سے وہ مردوں سے مشابہت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں نے اس معاملے میں ان کی پیروی کی ہے۔ یہ فعل سنت سے بدعت تک اور بدعت سے حرمت تک پہنچاتا ہے۔ کیا جناب سرورکائنات ﷺ سے مشابہ ہونا اچھا ہے یا مردوں سے؟

جناب سرورکائنات ﷺ مرنے سے پہلے موت سے مشرف ہوتے ہیں اگر مردے سے ہی تشبیہ درکار ہے تو آنحضرت ﷺ سے کرو۔ عجیب بات یہ ہے کہ مردے کو عمامہ پہنانا بدعت ہے۔ چہ جائیکہ شملہ چھوڑا جائے۔ بعض متاخرین نے جو عالم کی میت کیلئے عمامہ کو جائز قرار دیا ہے۔ میری رائے میں یہ زیادتی ہے اور یہ زیادتی نسخ کی زیادتی ہے اور یہ نسخ عین رفع سنت ہے۔

(مبداء و معاد، ص ۴۸)

اسی سے ملتا جلتا مضمون، دوسری جگہ یوں بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں......

"جاننا چاہیے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء و مشائخ نے سنت سمجھ رکھا ہے۔ جب ان کو اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت کو رفع کرنے والی ہیں۔

مثلاً میت کے کفن دینے میں عمامہ کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہی بدعت رافع سنت ہے کیونکہ عدد مسنون یعنی تین کپڑوں پر یہ زیادتی نسخ ہے اور نسخ

Marfat.com

عین رفع ہے۔

ایسے ہی علماء و مشائخ نے شملہ دستار کو بائیں طرف چھوڑنا پسند کیا ہے۔ حالانکہ سنت شملہ کا دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدعت رافع سنت ہے۔

ایسے ہی وہ امر ہے جسے علماء نے نماز کی نیت میں مستحسن جانا ہے۔ کہ دلی ارادے کے باوجود زبان سے بھی نیت کرنا چاہیے۔ حالانکہ یہ بات آنحضرت ﷺ سے کسی صحیح یا ضعیف روایت سے ثابت نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین اور تابعین عظام سے کہ انہوں نے نماز میں زبان سے نیت کی ہو بلکہ جب اقامت کہتے تھے تو فقط تکبیر تحریمہ ہی فرماتے تھے۔ پس زبان سے نیت کرنا بدعت ہے اور اس بدعت کو حسنہ کہا ہے اور یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت رفع سنت تو بجائے خود رہا' فرض کو بھی رفع کرتی ہے۔ کیونکہ اس کی تجویز میں اکثر لوگ زبان ہی پر کفایت کرتے ہیں اور دل کی غفلت کا ذرا بھی ڈر نہیں رکھتے۔ پس اس ضمن میں نماز کے فرضوں میں سے ایک فرض جو قلبی نیت ہے وہ متروک ہو جاتا ہے اور نماز کو فاسد ہونے تک پہنچا دیتا ہے۔

(مکتوب ۱۸۶' دفتر اول)

جہاد اور نیت

اے سعادت کے نشان والے! عمل نیت کے ساتھ درست ہوتا ہے چونکہ آپ دار الحرب کے کافروں کے ساتھ جہاد کرنے جا رہے ہیں اس لئے اول نیت کو درست کریں تاکہ اس پر نتیجہ مرتب ہو۔ اس جنگ و جدال سے مقصود یہ ہونا چاہیے کہ اسلام کا بول بالا ہو اور جہاد سے مقصود بھی یہی ہے۔ نمازیوں کی رسد

Marfat.com

اور وظیفہ بیت المال سے مقرر ہے اور یہ جہاد کے منافی نہیں اور نمازیوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

بری نیتیں عمل کو باطل کر دیتی ہیں۔ نیت کو درست کر کے بیت المال سے وظیفہ کھائیں۔ (آج کے دور کیلئے لمحہ فکر یہ) اور جہاد کریں۔ اور نمازیوں اور شہیدوں کے اجر کے امیدوار رہیں۔آپ کے حال پر رشک آتا ہے کہ آپ باطن میں حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہیں۔ ظاہر میں نماز کو جماعت کثیرہ کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اب دار الحرب کے کافروں کے ساتھ جہاد کی دولت ہے اور جو ہلاک ہو گیا۔ وہ شہید ہے پاک ہے' لیکن یہ سب کچھ نیت کے درست کرنے کے بعد مقصود ہے۔ اگر نیت کی حقیقت ثابت نہ ہو تو تکلف کیساتھ اپنے آپ کو اس نیت پر لانا چاہیے۔اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء اور زاری کرنا چاہیے تاکہ نیت کی حقیقت حاصل ہو جائے۔

(مکتوب ٦٩' دفتر دوم)

کھانے میں احتیاط

نصیحت یہ ہے کہ لقمہ میں احتیاط رکھیں۔ یہ اچھا نہیں کہ جو کچھ آیا اور جس جگہ سے آیا۔ جھٹ کھالیا۔ اور حلال و حرام شرعی کا کوئی لحاظ نہ کیا۔ یہ انسان اتنا بھی خود مختار نہیں ہے کہ جو چاہے کرے۔ نہیں بلکہ اس کا ایک مولا ہے جس نے اس کو امر و نہی کی پابندی کا مکلف ٹھہرایا ہے اور انبیائے علیہم السلام کے ذریعے اپنی رضامندی و نارضامندی واضح کر دی ہے۔

بڑا بدبخت ہے وہ انسان جو اپنے مالک کی مرضی کے خلاف عمل کرے اور مالک کی اجازت کے بغیر اُس کے ملک و ملک میں تصرف کرے۔

(مکتوب ٦٩' دفتر دوم)

Marfat.com

مستعمل پانی کا استعمال

امام اعظمؒ وضو کے آداب میں سے ایک ادب کے ترک ہونے پر اپنی چالیس سالہ نمازوں کی قضاء فرمائی۔

نیز مستعمل پانی جس سے حدث اور ناپاکی کو دور کیا ہو یا اس کو قربت یعنی عبادت و ثواب کی نیت سے استعمال کیا ہو۔ وضو کے وقت مناسب نہ سمجھیں کہ لوگ اس کو پیئیں۔ کیونکہ وہ پانی امام اعظمؒ کے نزدیک نجس مغلظ ہے۔ اور فقہاء نے اس پانی کے پینے سے منع کیا ہے اور اس کا پینا مکروہ لکھا ہے۔ وضو کے باقی ماندہ پانی کے پینے کو شفا فرمایا ہے۔ اگر کوئی ازروئے اعتقاد طلب کرے تو اس کو یہ پانی دیں۔

اس دفعہ فقیر کو دہلی میں اسی قسم کے امتحان سے پالا پڑا۔ بعض احباب کو واقع میں ایسا ظاہر ہوا تھا کہ فقیر کے وضو کے مستعمل پانی کو پیئیں ورنہ ضرر لاحق ہونے کا خدشہ ہے۔ بڑا منع کیا سمجھایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر فقہا کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور نجات کی صورت نکل آئی کہ اگر تین دفعہ غسل (دھونے) کے بعد ثواب و عبادت کی نیت نہ کریں۔ تو چوتھی مرتبہ کا پانی مستعمل نہیں ہوتا یہ حیلہ تجویز کر کے ثواب کی نیت کے بغیر چوتھے غسل کے پانی کو پینے کے لئے دیا۔

(مکتوب ۲۹' دفتر اول)

مرید کا پیر کو سجدہ کرنا

معتبر آدمیوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کو ان کے مرید سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر بھی کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی برائی آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے ان کو منع کریں اور بڑی تاکید کریں کہ اس قسم کے فعلوں سے بچنا ہر ایک آدمی کیلئے ضروری ہے اور پھر اس شخص کیلئے تو اور بھی بہت ضروری ہے جو خلق

Marfat.com

کا مقتدا و پیشوا بنا ہوا ہو۔

(مکتوب ۲۹' دفتر اول)

عورتوں کیلئے ہدایات

آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے دن جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو عورتوں کی بیعت لی۔ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو صرف قول (گفتگو) سے بیعت کیا ہے۔ آپ ﷺ کا ہاتھ بیعت کرنے والی عورتوں کی طرف ہرگز نہیں پہنچا اور چند شرائط پر (آیت بیعت کی روشنی میں) بیعت کی وہ شرائط یہ تھیں۔

شرط اول

خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے' ریا بھی شرک ہے' شرک و کفر کی رسموں کی تعظیم بھی شرک ہے۔ اسلام کے بعض اور بعض کفر کی باتوں کی پیروی شرک ہے۔ دکھ' درد دور کرنے کیلئے بتوں اور شیطانوں (نہ کہ خدا کے مقرب بندوں) سے مدد مانگنا شرک ہے۔ ہندوؤں کے بڑے بڑے دنوں کی تعظیم کرنا اور ان کی مشہور رسموں کو بجالانا شرک ہے۔ جیسے کافروں کی دیوالی کے موقع پر جاہل مسلمان خاص کر عورتیں کافروں کی رسمیں بجالاتی اور اپنی عید مناتی ہیں کافروں اور مشرکوں کی طرح اس دن اپنی بیٹیوں اور بہوں کو تحفے بھیجتی ہیں اور اس موسم میں کافروں کی طرح اپنے برتنوں پر رنگ کرتے ان کو سرخ چاولوں سے بھر کر بھیجتی ہیں۔ (مہندی تیل گھڑولی کی رسمیں اسی قبیل سے ہیں) یہ سب شرک اور دین اسلام کا کفر ہے۔

شرط دوم: ''چوری سے اجتناب''

چوری گناہ کبیرہ ہے۔ وہ عورتیں جو اپنے خاوند کے مال میں ان کی اجازت

کے بغیر تصرف کرتی اور نڈر ہو کر خرچ کرتی ہیں' چوروں میں داخل ہیں کاش عورتیں اس کی برائی کو جانیں اور اس کو گناہ سمجھیں۔ اکثر عورتیں اس برائی کو حلال جانتی ہیں۔ (ہاں اگر ضرورت کیلئے بھی خرچہ نہ دے تو ضرورت پوری کرنے کیلئے خرچ نکالا جاسکتا ہے۔)

جب خیانت کا یہ ملکہ پختہ ہو جائے تو غیروں کے مال میں تصرف کرنے کی برائی ان کی نظروں سے دور ہو جاتی ہے۔ پھر یہ اپنے خاوندوں کے سوا اور لوگوں کے مال میں بھی تعدی سے تصرف کرتی ہیں اور بے تحاشا دوسروں کے اموال میں خیانت کرتی ہیں۔ (دور حاضر کی اخلاق باختگی ان فرمودات کا عملی عکس ہے)

شرط سوئم "ممانعت زنا"

اس عمل کے حصول میں عورتوں کی رضامندی معتبر ہے۔ اس لئے مردوں کی نسبت عورتوں کو اس فعل سے بڑی تاکید سے منع کیا گیا ہے۔ مرد اس عمل میں عورتوں کے تابع ہیں۔ آیت الزانیہ والزانی' میں عورت کو مرد پر مقدم کرنے کی وجہ بھی یہی ہے۔ (Modern Families) اپنی نسل کی تباہی کی وجہ سمجھیں)

جاننا چاہیے کہ حدیث نبوی ﷺ ہے۔

آنکھوں کا زنا محرمات کی طرف نظر کرنا ہے۔ ہاتھوں کا زنا محرمات کو پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا محرمات کی طرف جانا ہے۔

جاننا چاہیے کہ دل آنکھ کے تابع ہے۔ جب تک آنکھ کو محرکات سے بند نہ کریں دل کی حفاظت مشکل اور جب آنکھ گرفتار ہو جائے تو دل کا بچنا محال اور جب دل گرفتار ہو جائے تو شرمگاہ کی حفاظت دشوار۔ پس آنکھ کو محرمات سے ڈھانپنا ضروری

Marfat.com

ہے تاکہ شرمگاہ کی حفاظت ہو سکے اور دینی و دنیاوی خسارے میں نہ ڈالے۔ ایسی نرم کلامی جو بدکاری پیدا کرے منع ہے۔ (لبھے بنا بنا کر بات کرنے والے کان دھریں) عورتوں کو اپنا بناؤ سنگار غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرنے سے روکا گیا ہے۔ اس سے مردوں کی خواہش ابھرتی ہے۔ (میک اپ میں ڈوب کر مردوں کے سمندر کے بیچ تیرنے والے اور پھر چھیڑ خانی کی موجوں سے ٹکرانے والے اس فرمان پر توجہ کریں) اس امر سے منع کیا گیا کہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح ماریں کہ ان کی پوشیدہ زینت ظاہر ہو۔ یعنی پازیب وغیرہ چھنکے اور اس سے آواز نکلے (رقص و سرور کی محفلوں میں Topless ہو کر اور Nacked ناچنے والے توجہ کریں) غرض جو بات فحش اور بدکاری کی طرف لے جانے والی ہے وہ بری ہے اس سے منع کیا گیا ہے۔ اس میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔

جس طرح مردوں کو امردوں یعنی بے ریش یا نابالغ لڑکوں کو شہوت کے ساتھ دیکھنا اور مس کرنا حرام ہے۔ اسی طرح عورتوں کو بھی عورتوں کی طرف شہوت سے دیکھنا اور ہاتھ لگانا منع ہے۔ (Homo Sexuality کی دلدل میں ڈوبے لوگ ادھر بھی دیکھیں)

شرط چہارم : قتل اولاد کا امتناع

عورتیں محتاجی اور فقر کے (خوف کے) سبب سے اپنی چھوٹی لڑکیون کو مار دیا کرتی ہیں یہ برا فعل کسی کو ناحق قتل کرنے کے علاوہ قطع رحم کو بھی شامل ہے جو بذات خود کبیرہ گناہ ہے۔ (فیملی پلاننگ کے مشتہر اور عامل کان دھریں)

شرط پنجم : امتناع بہتان

یہ صفت تمام صفتوں سے بری ہے اور یہ عادت تمام ردی عادتوں سے

زیادہ رد ی ہے۔اس میں جھوٹ بھی شامل ہے۔اس میں مومن کو ایذا پہنچتی ہے اور مومن کا ایذا دینا حرام ہے۔(احباب کی محفل میں اغیار کے خلاف زبانیں چلانے والے کچھ دیکھنے کی کوشش کریں)

شرط ششم: معروف کی نافرمانی سے اغراض

یہ شرط تمام اوامر شرعی یعنی نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ کے بجالانے اور تمام شرعی نواہی سے رک جانے پر مشتمل ہے۔

اسی طرح ورع و تقویٰ بھی ضروری ہے۔ ہر وہ شے جو نشہ دے حرام ہے۔گانا گانا' سننا سنانا اس سے بچنا ضروری ہے۔اس کے بارے میں آیا ہے کہ

الغناء رقبة الزناء گانا زنا کا افسوں اور منتر ہے۔

غیبت و سخن چینی سے اجتناب لازم ہے۔

مسخرہ پن اور مومن کو ناحق ایذا دینے سے بچنا چاہیے۔ شگون بد کا اعتبار نہ کریں اس کی کوئی تاثیر نہیں۔کاہن اور نجومی کی باتوں پر اعتبار نہ کریں ان کی غیبی باتوں کو کچھ نہ جانیں اور ان سے کچھ نہ پوچھیں۔نہ خود جادو کریں اور نہ کسی جادوگرد کے پاس جائیں یہ حرام قطعی اور کفر ہے۔"

(تلخیص مکتوب نمبر ۴۱' دفتر سوم)

کیا ہر دعوت قبول کرلی جائے؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

حق المسلم علی المسلم	مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق
خمس ردالسلام وعیادة	ہیں۔ سلام کا جواب دینا' بیمار کی
المریض ' واتباع الجنائز	بیمار پرسی کرنا' جنازے کے پیچھے

Marfat.com

واجابت الدعوة ' چلنااور چھینک کا جواب دینا۔

وتشمیت العطس۔

لیکن دعوت قبول کرنے کی چند شرائط ہیں۔

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اگر طعام مشتبہ ہو۔یا دعوت کی جگہ صحیح نہ ہو۔ یا وہاں ریشمی فرش اور چاندی کے برتن ہوں یا موسیقی اور سماع کی کوئی چیز موجود ہو یا کسی قسم کے لہو ولعب اور کھیل کود کا شغل ہو۔یا غیبت' بہتان اور جھوٹ کی مجلس ہو تو ان سب صورتوں میں دعوت کا قبول کرنا منع ہے۔بلکہ یہ سب امور اس کی حرمت و کراہت کا موجب ہیں ایسے ہی اگر دعوت کرنے والا ظالم' فاسق' مبتدع' شریر' تکلف کرنے والا اور فخر و مباہات کا طالب ہے تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

شرعۃ الاسلام میں ہے کہ ایسے طعام کی دعوت قبول نہ کریں جو ریا و سمع کیلئے تیار کیا گیا ہو اور محیط میں ہے کہ جس بساط پر لہو ولعب یا گانے وغیرہ کا سامان ہو۔ یا لوگ غیبت کرتے اور شراب پیتے ہوں وہاں نہیں بیٹھنا چاہیے جیسے کہ مطالب المومنین میں ہے۔

اگر یہ سب موانع موجود نہ ہوں تو دعوت کو ضرور قبول کرنا چاہیے لیکن اس زمانے میں ان موانع کا مفقود ہونا دشوار ہے"۔

(مکتوب ۲۶۵' دفتر اول)

Marfat.com

وہ کتابیں جن سے یہ کتاب بنی

نمبر شمار	نام کتاب
۱۔	القرآن منزل من اللہ
۲۔	صحیح بخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری، قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۔	صحیح مسلم، امام مسلم بن الحجاج القشیری، قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۔	جامع ترمذی، امام محمد بن عیسیٰ ترمذی، فاروقی کتب خانہ ملتان
۵۔	سنن نسائی، امام احمد بن شعیب، قدیمی کتب خانہ کراچی
۶۔	سنن ابن ماجہ، محمد بن القزوینی، قدیمی کتب خانہ کراچی
۷۔	مسند امام احمد بن حنبل، امام احمد بن حنبل، دار الفکر بیروت
۸۔	مؤطا امام مالک، امام مالک بن انس، مطبع مجتبائی پاکستان
۹۔	مسند امام اعظم، محمد عابد سندی مدنی، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۱۰۔	کتاب الآثار، امام ابو یوسف
۱۱۔	انوار الباری، انور شاہ کشمیری، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

Marfat.com

۱۲۔	اشعۃ اللمعات' شاہ عبد الحق محدث دہلوی' منشی نولکشور انڈیا
۱۳۔	شرح مسلم للنواوی' یحیٰ بن شرف نواوی' نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۴۔	شرح مسلم' علامہ غلام رسول سعیدی صاحب' فرید بکسٹال لاہور
۱۵۔	جامع المسانید لامام اعظم' مؤلف محمد بن محمود الخوارزمی' مکتبہ الاسلامیہ فیصل آباد
۱۶۔	سنن ابی داؤد' سلیمان بن اشعث السجستانی' قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۷۔	سنن دارمی' امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمان الدارمی' نشر اللغہ ملتان
۱۸۔	سنن دار قطنی' امام علی بن عمر الدار قطنی' دار المحاس قاہرہ
۱۹۔	سیرت مجدد الف ثانی' ڈاکٹر مسعود احمد' سرہند پبلی کیشنز لاہور
۲۰۔	مجدد ہزارہ دوم' ڈاکٹر مسعود احمد' سرہند پبلی کیشنز لاہور
۲۱۔	تشکیل جدید الٰہیات' ڈاکٹر اقبال' مترجم نذیر نیازی مطبوعہ لاہور
۲۲۔	جواہر مجددیہ' حضرت احمد حسین صاحب

۲۳۔	مکتوبات امام ربانی (ترجمہ) حضرت احمد حسین صاحب
۲۴۔	زبدۃ المقامات' ہاشم شمسی' ادارہ مجددیہ کراچی
۲۵۔	منتخب التواریخ' عبدالقادر بدایونی' مکتبہ لاہور
۲۶۔	فتاوٰی رضویہ' امام احمد رضا' مطبع سنی دارالاشاعت فیصل آباد
۲۷۔	فتاوٰی نوریہ' نوراللہ نعیمی' کمبائن پرنٹرز لاہور
۲۸۔	مرقاۃ المفاتیح' ملا علی محمد بن سلطان محمد القاری' مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۹۔	کشف المحجوب' سید علی بن عثمان ہجویری' اسلامی کتب خانہ لاہور
۳۰۔	عوارف المعارف' شہاب الدین سہروردی' فرید بکسٹال لاہور
۳۱۔	فلسفہ معراج النبی ﷺ' ڈاکٹر طاہر القادری' منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور
۳۲۔	حقیقت تصوف' ڈاکٹر طاہر القادری' منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور
۳۳۔	فلسفہ نماز' ڈاکٹر طاہر القادری' منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور
۳۴۔	منہاج البخاری' ج۔ 1' شیخ الحدیث مولانا معراج الاسلام صاحب' منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور

Marfat.com

۳۵۔	مبداء و معاد، حضرت مجدد الف ثانیؒ
۳۶۔	مکتوبات امام ربانی
۳۷۔	تجلیات امام ربانی، محمد عبد الحکیم اختر، مکتبہ نوریہ لاہور
۳۸۔	مسلک امام ربانی، مولانا سعید صاحب خطیب داتا دربار، ضیاء القرآن لاہور
۳۹۔	حضرت مجدد الف ثانی، زوار شاہ، مکتبہ مجددیہ کراچی
۴۰۔	ماہنامہ نور اسلام، شر قپور شریف
۴۱۔	تنظیم الاسلام، گوجرانوالہ

Marfat.com

میلاد کی رتیاں دھوم یہ تھی
اک راج دُلارا آوت ہے

جشن میلاد کے حوالے سے منفرد تحقیق اور دلکش تحریروں' علمی حوالہ جات سے مزین' عقلی دلائل سے آراستہ عشق افروز کتابیں
بعنوان

....

۱۔ جشن میلاد ...... قرآن کی روشنی میں
۲۔ جشن میلاد ...... احادیث کی روشنی میں
۳۔ جشن میلاد ...... تفاسیر کی روشنی میں
۴۔ جشن میلاد ...... تاریخ کی روشنی میں
۵۔ جشن میلاد ...... سائنسی حقائق کی روشنی میں
۶۔ جشن میلاد کیوں؟ ...... عقلی دلائل کی روشنی میں

ہر ایک موضوع مستقل تصنیف' شائستہ اسلوب' پروقار تحریر......

++++++++++++++++++

عنقریب آپ کے ہاتھوں میں آرہی ہیں

++++++++++++++++++

Marfat.com

☆ Theory of Relativity کس نے پیش کی۔ اس میں کیا صحیح ہے اور کیا غلط؟

☆ Theory of Evaluation کی حقیقت

☆ Electromagnetic Force کا کردار

☆ Law of Dimention کس نے پیش کیا؟

☆ سر وصال اور سر فراق کی سائنسی توجیہہ

☆ احوال عجیبہ کا سائنسی مقام

☆ ترسیل فیض کی حیثیت

☆ کھجور کے سائنسی فوائد

اور اس کے علاوہ بے شمار سائنسی حقائق کے ساتھ

"حضرت مجددؒ سائنس کے افق پر"

انشاءاللہ عنقریب آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔
تھوڑا سا انتظار کا مزہ لیجیے۔

باہتمام

صدیق ائیر ٹریول ایجنسی اینڈ کرنسی ایکسچینج،
بالمقابل گرلز کالج کوٹلی آزاد کشمیر